اسلامی بہنوں کے سُنّتوں بھرے
اصلاحی بیانات کا نایاب تحفہ

مُبلّغات کی ضرورت

جلد سوم

مؤلفہ

زوجۂ اقبال عطاریہ

زیرِ نگرانی

علامہ محمد اقبال عطاری

ناشر

اکبر بک سیلرز لاہور

اسلامی بہنوں کے
سنتوں بھرے اصلاحی بیانات کا نایاب تحفہ

مُبلّغات کی ضرورت

جلد سوم

مؤلفہ
زوجہ اقبال عطاریہ

زیر نگرانی
علامہ محمد اقبال عطاری

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

نام کتاب	....	مبلغات کی ضرورت (جلد سوم)
موضوع	....	اسلامی بہنوں کے سنتوں بھرے اصلاحی بیانات
مؤلفہ	....	زوجہ علامہ محمد اقبال عطاری
باہتمام	....	علامہ محمد اقبال عطاری
صفحات	....	352
کمپوزنگ	....	عبدالسلام، قمرالزمان
اشاعت	....	2011ء
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	-/200 روپے

ملنے کے پتے

☆ کراچی اسلامی ورائٹی ہاؤس بوچڑ خانہ روڈ سیالکوٹ

☆ حافظ بک ایجنسی اقبال روڈ سیالکوٹ

☆ اسلامک بک کارپوریشن، اقبال روڈ، راولپنڈی

☆ مکتبہ المجاہد، بھیرہ شریف

☆ الرضا کیسٹ ہاؤس، اندرون بوہڑ گیٹ، ملتان

انتساب

بانی دعوتِ اسلامی، مجدد دین وملت، ریحان ملت
عاشقِ اعلیٰ حضرت، شیخ شریعت، شیخ طریقت
امیر دعوتِ اسلامی، امیرِ اہل سنت مرشدی حضرت علامہ
مولانا ابوالبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی مدظلہ
کے نام

زوجہ علامہ محمد اقبال عطاری

عرضِ مصنفہ

اللہ رب العزت عزوجل کا ہم پر کتنا کرم ہے کہ ہمیں اللہ عزوجل نے ہمیں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وغلامی سے بہرہ مند فرمایا۔اور سب سے بڑی نعمت علم عطا فرمایا اور اس کی اشاعت کا بھی موقع عطا فرمایا۔اللہ عزوجل کی توفیق سے جو بیانات میں نے جمع کیے اس میں میری خصوصی معاونت محترمہ عالمیہ قاریہ تنزیلہ عطاریہ مدرس جامعہ صفیہ عطاریہ پکی کوٹلی اور ان کی چھوٹی بہن باجی رضیہ صاحبہ نے فرمائی ہے۔اللہ عزوجل ان کے علم وعمل میں اضافہ فرمائے۔ہمارے قارئین کو میری یہ کتاب مبلغات کی ضرورت انشاء اللہ بڑی پسند آئے گی۔اللہ عزوجل میرے تمام معاونین خصوصاً اکبر بک سیلرز لاہور اور محترمہ عالمہ قاریہ باجی فوزیہ بتول پرنسپل جامعہ غوثیہ رضویہ پکا گڑھا اور محترمہ باجی بنتِ فقیر حسین عطاریہ پرنسپل جامعہ منڈیر شریف سیالکوٹ اور تمام دوسرے معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین۔

کنیزِ درِ مرشد

زوجہ علامہ محمد اقبال عطاری

مدرس جامعہ صفیہ عطاریہ للبنات پکی کوٹلی

(سیالکوٹ)

فہرست

عنوان	صفحہ

تقریظ

یقیناً خواتین سوسائٹی کا اہم رکن ہیں اور اللہ رب العزت نے ان کے لئے باقاعدہ قرآن پاک میں احکامات نازل فرماتے ہیں، سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے لئے اپنے خرامین میں ہدایات کا ایک جامع نصاب فراہم فرمایا ہے۔

اس حقیقت کا کوئی انسان انکار نہیں کرسکتا کہ ایک خاتون خانہ کی اصلاح سے پورے گھر کی اصلاح ہوتی ہے اور گھر کی اصلاح سے قوم کی اصلاح ہوتی ہے موجودہ حالات میں عورت کی تعلیم پر زور تو ہر طرف سے دیا جارہا ہے مگر یہ بھی ایک لمحہ فکریہ ہے کہ وہ کون سی تعلیم ہے کہ جس سے عورت کا عورت ہونا محفوظ رہتا ہے اور وہ کون سی تعلیم ہے کہ جس سے عورت اپنے نام سے ہی عار محسوس کرتی ہے، اس کی ترجمانی حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے کیا خوب فرمائی ہے۔

جس علم کی تاثیر سےزن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اس علم کو ارباب نظر موت

یعنی جو علم پڑھنے سے عورت عورت ہی نہ رہے تو اس علم کو علم نہیں کہا جاتا بلکہ اس کو موت کہا جاتا ہے عورت کیلئے علم وہ علم ہے کہ جس کو پڑھ لینے کے بعد اس کا کردار محفوظ ہوتا ہے اور ربّ ذوالجلال کی طرف سے جو اس کو نام و مقام دیا گیا ہے اس کیتقاضے پورے ہوتے ہیں۔

میں عظمت کی سلامی پیش کرتا ہوز وجہ جناب علامہ محمد اقبال قادری عطاری کو جنہوں نے ان حالات میں جہاں عورت اپنے مقام سے دور ہوچکی ہے. جس کو دیکھ کر ایک شریف انسان شرم کے مارے اپنی آنکھیں جھکا لیتا ہے اس کے لباس اور شکل و

صورت کو دیکھ کر افسوس صد افسوس تو اس بات پر ہے کہ وہ خواتین جو اپنے گھر کی چار دیواری میں پردے کی زینت بنتی ہوتی ہیں مگر بازار میں سودا سلف لانے کے لئے جاتے ہوئے اور دکان کے اندر داخل ہوتے ہی اس پردہ اور شرم کا جنازہ نکال دیتی ہے، تو محترمہ نے اپنی اور دوسروں کی اصلاح کیلئے قلم اٹھایا جس میں اخلاقی اصلاح کے ساتھ ساتھ عقائد کی بھی اصلاح کی میری مراد محترمہ کی لکھی ہوئی کتاب مبلغات کی ضرورت کی پہلی جلد ہوے جب وہ منظر عام پر آئی تو اپنی تمام تر خوبیوں کے ہوتے ہوئے عوام میں مقبولیت حاصل کی یہی وجہ ہے کہ تھوڑے عرصے کے بعد دوسری جلد بھی آپ لوگوں کے مطالعہ کی زینت بنی۔

اس دوسری جلد کو میں نے چیدہ چیدہ مقامات سے پڑھا تو اس کتاب کو ویسا ہی پایا جیسا ہونا چاہیے تھا یعنی زبان کے آسان اور سادہ الفاظ کے ساتھ ساتھ جو بات قابل ذکر اور خاص ہے وہ اس کے حوالہ جات میں ؏ نے مزید اس کتاب کے اندر حسن پیدا کر دیا، محترمہ کی یہ بڑی اچھی کاوش ہے اللہ ربّ العزت اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے اس سفر میں اور برکتیں عطا فرمائے یہاں اس بات کا بھی ذکر کرنا میں سمجھتا ہوں ضروری ہے کہ محترمہ کی اس کامیابی کے پیچھے جو محنت رنگ لائی ہے یا لا رہی ہے میری مراد حضرت علامہ اقبال قادری عطاری ہیں جو ایک فارغ التحصیل فاضل نوجوان ہیں جن کو اللہ نے بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے کہ قلیل عرصے میں ہی انہوں نے تحریر کے میدان میں اپنا نام پیدا کیا اللہ تعالیٰ ان کے علم اور عمل میں برکتیں رحمتیں عطا فرمائے اور ان کو اور ان کی تصنیفات کو اس سے بھی زیادہ مقبولیت حاصل ہو۔ آمین ثم آمین

علامہ حسین قادری

مدرس جامعہ نعمانیہ للبنات، سیالکوٹ

خطیب جامع مسجد القریش سیالکوٹ

19 ذیقعدہ بمطابق 28-10-2010

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ! ادبی شائستگی، مفہوم کی وسعت، اصلاح احوال کی گہرائی، دل کی تڑپ کا عکس اگر کوئی ایک ہی جگہ یکجا دیکھنا چاہتا ہے تو زوجہ علامہ محمد اقبال عطاری صاحب کی خوبصورت تالیف مبلغات کی ضرورت میں دیکھ سکتا ہے پہلی اور دوسری کی مقبولیت کے بعد اب تیسری جلد پیش نظر ہے امید ہے کہ یہ حصہ بھی پہلے کی طرح اپنی حیثیت کو ظاہر کرے گا محافل میلاد دینی و مذہبی اجتماعات، درس و بیان اصلاح قلب فروح کے لئے بہترین معاون و مددگار انشاء اللہ تعالیٰ۔

موصوفہ نے "مبلغات کی ضرورت" تالیف فرما کر اسلامی بہنوں پر احسان فرمایا ہے اور اس تالیف میں ایسے ایسے بیانات ترتیب دیئے ہیں جن کی موجودہ دور میں شدید ضرورت تھی، اس کتاب کی موجودگی میں میری اسلامی بہنوں کو مختلف کتابوں کی ورق گردانی کرنے کی ضرورت نہیں، الحمد للہ موصوف نے جتنے اقوال، حکایات واحادیث نقل فرمائیں سب بحوالہ بلکہ متعلقہ کتب کے صفحات بھی لکھ دیئے اور سب بیانات کو نسوانی انداز میں بیان میں ڈھالا، بلاشبہ یہ کتاب مبلغات کے لئے ایک عظیم تحفہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیارے حبیب صاحب مزار مکی مدنی سرکاری انبیاء کے سردار ﷺ کے صدقے موصوف کو تحریر و تقریر میں زیادہ سے زیادہ فصاحت و بلاغت عطا فرمائے اور دین و دنیا کی ساری بھلائیاں و کامیابیاں نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ العظیم

محترمہ، حافظہ، قاریہ، عالمہ، فاضلہ بھیرہ شریف

بنت اللہ رکھا

پرنسپل جامع الکرم للبنات اڈا بڈیانہ پسرور روڈ سیالکوٹ

تقریظ

عالم نبیل، فاضل جلیل، مناظر اسلام، محقق اہلسنّت حضرت علامہ محمد خاور حسین نقشبندی

خطیب: جامع مسجد قادری صاحب محلہ نیکا پورہ، اعواناں سیالکوٹ

مدرس: جامعہ نعمانیہ رضویہ شہاب پورہ سیالکوٹ

ناظم: جماعت اہلسنّت سیالکوٹ

تحفۃ المبلغات یہ واقعات مبلغات کے لئے بڑا قیمتی، علمی، تحقیقی سرمایہ ہے جس کو قرآن پاک، احادیث طیبہ اور اکابرین کی کتابوں سے استفادہ کر کے ترتیب دیا گیا ہے۔ آج جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس کا تقاضا ہے کہ ہم مختصر جامع، پُر مغز اور جاندار مواد پیش کریں۔ کیونکہ بڑی بڑی کتابوں سے اہلِ علم تو استفادہ کرتے ہیں لیکن عوام مسائل سے اس قدر پریشان ہیں وہ ہمہ وقت فکر معاش میں لگے رہتے ہیں۔ اس لئے اہلِ قلم کو اہلِ علم اور عوام دونوں کو پیشِ نظر رکھ کر تصنیفات مرتب کرنی چاہیے۔ ات کتاب کی مؤلفہ موصوفہ مولانا محمد اقبال عطاری قادری عطاری سلمہ کی اہلیہ ہیں اور اپنے شوہر کے ساتھ مل کر قلمی جہاد میں شانہ بشانہ مصروفِ عمل ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے عالمہ، فاضلہ، حافظہ، قاریہ اور صوم وصلوٰۃ شرعی پردہ کی پابند اور اس پر مزید یہ کہ ایک جامعہ میں خدمت دین متین میں مشغول، جہاں پر نئی نسل کی طالبات کو تعلیم دین کے ساتھ ساتھ ان کے سیرت و کردار کی طہارت اور عقائد و اعمال کی پختگی میں کوشاں ہیں۔

تقریظ

عالم نبیل، فاضل جلیل، استاذی واستاذ العلماء حضرت علامہ محمد ذوالفقار قادری محمدی سیفی مدرس، جامعہ نعمانیہ رضویہ شہاب پورہ سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد !

حضرات گرامی! تبلیغ کا سلسلہ اتنا نازک ہے کہ ربّ ذوالجلال نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو خود اسلامی آداب کی تعلیم دی ارشاد فرمایا: ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة۔ اے محبوب! بلایئے لوگوں کو اپنے ربّ کی راہ کی طرف حکمت سے اور عمدہ نصیحت سے اس آیت کا ایک ایک لفظ غور طلب ہے دین اسلام کو سبیل ربک کے پیارے خطاب سے مزین کر کے بتایا جا رہا ہے کہ یہ وہ دعوت حق ہے جو بندے کو اپنے مالک حقیقی کو طرف لے جاتی ہے اور موعظہ حسنہ اس بندو نصیحت کو کہتے ہیں جو خیر وفلاح کی یاد دیہاتی اس اسلوب سے کرائے کے پتھر دل بھی موم ہو جائیں۔ الحمد للہ عزیزم مولانا محمد اقبال صاحب کی زوجہ محترمہ کی تالیف (ملبغات کی ضرورت) کے چند مقامات کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا تو معلوم ہوا کہ ہر نسخہ کیمیا جس بہترین اسلوب کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے اصلاح معاشرہ اور پاک سرزمین کو مغربی تہذیب اور نام نہاد روشن خیالی کی یلغار سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کے صدق سے مؤلفہ کی سعی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔

احقر

محمد ذوالفقار محمدی سیفی

ثبوت محبت اور اقسام

اتنی نسبت بھی دونوں جہانوں میں بس ہے
تو میرا مالک و مولیٰ ہے میرا بندہ تیرا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ　وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ　وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا نُوْرَ اللّٰهِ

اس ادنیٰ سی سعی کا موضوعِ سخن اور مقصد فقط اشاعت حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہی چیز ورثۂ اسلاف رہی اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا سرمایہ حیات رہی ہاں ہاں یہی وہ چیز ہے جس کا مرنا اور جینا تھا یہی وہ پودا ہے جس کی انہوں نے ساری زندگی اپنے خون سے آبیاری کی۔ اس کے نشے میں مست ہو کر اپنے تن من دھن کی بازی لگادی۔ جس کے لیے سب کچھ نچھاور کر دیا۔ اسی کے حصول کے لیے اپنی زندگیاں ختم کیں اور بالآخر اسی راہ میں کھو گئے۔ اسی کو اپنی زندگی کا مرکز ومحور بنایا۔ اسی کو اپنا توشۂ آخرت بنایا۔ اس میں انہوں نے اپنے تن من کو جلادیا۔ اگر سانس لیتے ہیں تو بھُنے ہوئے گوشت کی بُو آتی ہے اگر دیکھا جاتا ہے تو سینے میں جگر ودِل عشق رسول میں سُلگ رہے ہیں یہی وہ نور ہے جس سے ہر اندھیرے میں اُجالا ہوتا ہے وہ محبتِ

رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھی جس نے بلال رضی اللہ عنہ کو رشکِ قمر بنا دیا اور پوری دنیا سے یگانہ کر دیا۔ اسی نور کی روشنی نے کفرستان میں دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ جلایا۔ پھر اسی چراغ کی روشنی نے پوری کائنات کو لپیٹ میں لے لیا۔ جب محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سینے میں بسی جاتی ہے تو اس وقت دنیا کی خوبصورت چیز پر بھی نظر نہیں ٹھہرتی اس کا ثمرہ اسلاف کی زندگیوں میں روزِ روشن کی طرح عیاں نظر آتا ہے۔ اسی کی بدولت انسان پستی سے بُلندی کی انتہا تک پہنچتا ہے۔ جنہوں نے اسی نور کو اپنے سینے میں بسایا ہے تو ان کو اللہ رب العزت نے لا ثانی مرتبہ و مقام عطاء فرمایا ہے۔ دیکھ لیں اگر سلطان العاشقین حضرت ابوبکر صدیق کو افضل الخلق بعد الانبیاء کا مقام ملا ہے تو فقط اسی کے سبب ہاں ہاں یہی وہ چیز ہے جس نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دلوں سے دنیا و مال کی محبت دور کر دی۔ یہی وہ شمع تھی جو 313 کے سینوں میں روشن تھی جنہوں نے بے سروسامانی کی حالت میں سرداران قریش کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور انہیں میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے صدقے قیصر و کسریٰ کی شان و شوکت ان کے فقر کے آگے ماند پڑ گئی۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے ‏ دہر میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اُجالا کر دے

وہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھی جس نے ہر پست کو بالا کر دیا۔ اسی نے ہی ابوبکر کو صداقت کا تاج پہنایا، عمر کو عدالت کا سہرا سجایا، عثمان کو مجسمہ سخاوت بنایا اور مولائے کائنات، مولا مشکل کُشاء، جناب علی علیہ السلام کو شجاعت و ولایت کا بادشاہ بنایا۔ یہی وہ چیز ہے جس نے گورے اور کالے میں فرق کو ختم کر کے ایک علَم تلے جمع کر دیا۔ یہی وہ نشہ ہے جب چھا جاتا ہے تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھنے والی انگلی کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔ بھلے سے سگا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ بھلے سے باپ ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے خلاف تلوار بے نیام ہو جاتی ہے۔ عرض کی جاتی ہے کہ یا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے میں خود اپنے باپ عبداللہ بن ابی کا سر تن سے جدا کرتا ہوں اور بدر میں کیا خوب منظر تھا کہ باپ بیٹے پر تلوار اٹھا رہا ہے اور بیٹا باپ پر تلوار سے حملہ کر رہا ہے۔ ان میں وہ ولولہ، وہ جنون، وہ جذبہ، وہ حوصلہ فقط محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کرشمہ ہی تھا۔ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو مرتبہ صحابیت ملا ہے تو اسی کے سبب، اگر امام عالی مقام علیہ السلام کو مرتبہ سید الشہد ملا ہے تو اسی کے سبب، اگر کسی غوث کو غوثیت ملتی ہے تو اسی کے سبب، اگر کسی قطب کو قطبیت ملتی ہے تو اسی کے سبب، اگر کسی ابدال کو ابدالیت ملتی ہے تو اسی کے سبب، اگر کسی مومن کو ایمان ملتا ہے تو اسی کے سبب، اگر کسی کو جہنم سے چھٹکارا ملتا ہے تو اسی کے سبب، اگر کوئی جنت میں جائے گا تو اسی کے سبب۔ یہاں تک کہ اگر یہ کائنات معرضِ وجود میں آئی ہے تو اسی کے سبب۔ حدیث قدسی ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو کوئی چیز بھی پیدا نہ کرتا۔ یہاں تک کہ اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا۔ (معارج النبوت) (بالفاظ دیگر محدثین کی ایک کثیر تعداد نے نقل کیا ہے مثلاً امام عبدالرزاق، امام احمد قسطانی، ابوبکر احمد، عبدالعقو غیرھم رحمہم اللہ)

پتہ چلا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے سورج کو پیدا فرمایا تو فقط اسی کے سبب، اگر چاند بنایا تو وہ بھی اسی کے سبب، اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا ہے تو بھی اور اگر جنات کو پیدا فرمایا ہے تو بھی اور اگر آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا ہے تو بھی اسی کے سبب، الغرض کائنات کی ہر چیز کا سبب محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کیونکہ اگر اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ ہوتی تو اللہ قدوس نہ فرمایا کہ اے میرے محبوب میں اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو کوئی چیز نہ پیدا کرتا۔ اسی لیے کیا خوب کسی نے کہا ہے کہ:

رب محفلاں سجائیاں نے سرکار واسطے کیہ کیہ نہ کیتا یار نے اِک یار واسطے

جب اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت پروانہ شمع رسالت مجددِ دین وملت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان کی نظر اٹھتی ہے تو آپ فرماتے ہیں:

زمین و زمان تمہارے لیے مکین و مکان تمہارے لیے
چنین و چناں تمہارے لیے بنے دو جہان تمہارے لیے
دھن میں زباں تمہارے لیے بدن میں ہے جاں تمہارے لیے
ہم آئے یہاں تمہارے لیے اٹھیں بھی وہاں تمہارے لیے
فرشتے خدم، رسول خشم، تمام امم، غلام کرم
وجود و عدم، حدوث و قدم، جہاں میاں عیاں تمہارے لیے
کلیم ونجی، مسیح و صفی، خلیل و رضی، رسول و نبی
عتیق و وصی، غنی و علی، ثناء کی زباں تمہارے لیے
اصالت کُل، امامت کُل، سیادت کُل، امارت کُل
حکومت کُل، ولایت کُل، خدا کے یہاں تمہارے لیے
تمہاری چمک، تمہاری دمک، تمہاری جھلک، تمہاری مہک
زمین و فلک، سماک و سمک میں سکہ نشاں تمہارے لیے
وہ کنز نہاں، یہ نور فشاں، وہ کن سے عیاں یہ بزم فکاں
یہ ہر تن و جاں یہ باغ جناں یہ سارا سماں تمہارے لیے
ظہور نہاں، قیام جہاں، رکوع جہاں، سجودِ شہاں
نیازیں یہاں، نمازیں وہاں یہ کس کے لیے ہاں تمہارے لیے
یہ شمس و قمر، یہ شام و سحر، یہ برگر و شجر، یہ باغ و ثمر
یہ تیغ و سپر، یہ تاج و قمر، یہ حکم رواں تمہارے لیے
یہ فیض دیئے وہ جود کیے کہ نام لیے زمانہ جئے

جہاں نے لئے تمہارے دیئے یہ اکرمیاں تمہارے لیے
سحاب کرم روا نہ کئے کہ آپ نعم زمانہ پیئے
جو رکھتے تھے ہم وہ چاک سیئے یہ ستر بداں تمہارے لیے
عطائے ادب جلائے کرب فیوض عجب بغیر طلب
یہ رحمتِ رب ہے کس کے سب، برب جہاں تمہارے لیے
نہ روح امین نہ عرض بریں نہ لوح میں کوئی بھی کہیں
قبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لیے
جناں میں چمن، چمن میں سمن، سمن میں پھبن، پھبن میں دلہن
سزائے صحن پہ ایسے ملن، یہ امن و اماں تمہارے لیے
کمال جہاں جلال شہاں جمالِ مساں میں تم ہو عیاں
کہ سارے جہاں میں بروزِ فکاں ظل آئینہ سارے تمہارے لیے
یہ طور کجا سپر تو کہا کہ عرش علا بھی دور دیا
جہت سے ملاء وصال ملا یہ رخصتِ شان تمہارے لیے
قلیل و نجی، مسیح و مسیحی سبھی سے کہی کہیں نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے
بصورا صدا سماں یہ بندھا یہ سدرہ اٹھا وہ عرض جھکا
صفوف سمانے سجدہ کیا ہوئی جو اذاں تمہارے لیے
اشارے سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خر کو پھیر لیا
گئے ہوئے دِن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لیے
صباء وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوئے بھلے
لواکے تلے ثناء میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لیے

111636

سبحان اللہ کیا خوب اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت رحمۃ اللہ علیہ نے عشق و محبت میں اسی حدیث قدسی کا نقشہ کھینچا ہے ان کے پورے نعتیہ اشعار میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن نظر آتی ہے۔ بلکہ پورے کلام میں یہی رنگ ہے۔ اس لیے کسی نے کیا خوب کہا ہے جو بندہ یہ چاہتا ہے کہ مجھے عشق رسول کی بھیک مل جائے اسے چاہیے کہ وہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام پڑھے اور سُنا کرے۔ ان شاء اللہ اسے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قرینہ مل جائے گا۔ کسی اور شاعر کی حدیث قدسی پر نظر پڑی تو اس نے یوں کہا:

جے خالق نے آقا نوں گھلنا نہ ہوندا قسم رب دی دنیا بنائی نہ جاندی
جے دنیا دے رہبر نے اوناں نہ ہوندا ایہہ رونق جہاں تے لائی نہ جاندی
جے امت دے والی اے نہ ہوندے ایہہ امت کدی بخشوائی نہ جاندی

اسی پر جب کسی اور کی نظر پڑھتی ہے تو وہ یوں کہتے ہیں

فرشتہ تھا نہ آدم تھے نہ ظاہر تھا خدا پہلے بنے ساری خدائی سے محمد مصطفیٰ ﷺ پہلے

قلندرِ لاہوری، شاعرِ مشرق، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اٹھتی ہے تو وہ یوں فرماتے ہیں:

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

پتہ چلا کہ کائنات کی ہر چیز کے معرض وجود میں آنے کا سبب محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے یہاں تک کہ اگر جنت پیدا فرمائی تو وہ بھی اس کے لیے اور دوزخ بھڑکائی تو وہ بھی محبوب کے گستاخوں کے لیے اسی طرح اگر حشر قائم فرمائے گا تو وہ بھی انہیں کے علو کے اظہار کے لیے جس کے نقشہ ایک شاعر نے یوں کھینچا ہے:

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزم محشر کا کہ اُنکی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

کائنات کی ہر چیز کا جب سبب تخلیق محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور دخول

جنت کا سبب بھی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو یہی ورثہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے اسلاف سے ملا ہے اسی کا بیج صحابہ کرام علیہم رضوان نے اپنی اولادوں کے دلوں میں بویا پھر یہ سلسلہ چلتا ہوا آج ہم تک پہنچا اگر ہمارے دلوں میں بھی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پودا پروانِ چڑھے گا اور ہمارے سینوں میں بھی عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن ہوگی تو پھر ہی عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے کے سارے پہلو ہماری آنکھوں کے سامنے اُجاگر ہوں گے جب ہماری آنکھوں میں عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نور روشن ہوگا تو ہم اپنے آئینہ دِل میں جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس دیکھ لیں گے اس سے کمالِ خلق اور کمال خُلق ہمارے دلوں کو موہ لے گا۔ اسی شمع محبت کو ہم اپنے ہاتھوں میں تھام کر کفر وضلالت کی ظلمتوں کا سینہ چیرتے ہوئے اپنی زندگی کی کٹھن راہوں کو طے کرلیں گے اور ہماری منزل ہمارے قریب تر ہوجائے گی اور پھر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ کردار اور اسوہ حسنہ ہمارا مشعل راہ ہوگا اور سیرت طیبہ کو سامنے رکھ کر زندگی بسر کریں گے تو ہمارے سینے عشق، محبت میں سوزاں اور بریاں ہوں گے۔ پھر جب عشق ومحبت اپنے کمال کو پہنچے گا تو کمال ایمان کی دولت سے ہم اپنے دامن کو بھرلیں گے اور بلا شبہ اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مصداق بن جائیں گے ''لا یؤمن احدکم حتّٰی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین'' اے مسلمانو! کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ آج ہم کیوں ذلیل وخوار ہورہے ہیں آج ہمارے دلوں میں دنیا کی محبت کیوں گھر کرچکی ہے۔ آج مسلمانوں کو کیوں حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے مسلمان اپنی اکثریت ہونے کے باوجود بھی کیوں مغلوب ہیں انگریزوں کی غلامی کو اپنا فخر سمجھتا ہے اور اللہ عزوجل کی نافرمانی کو اپنا شعار کیوں بنائے بیٹھا ہے تو جب ہم غور کرتے تو اس کا ایک ہی سبب ہماری آنکھوں کے سامنے گھومتا ہے وہ یہ ہے

کہ ہم نے اپنے محسن و غمخوار جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا تعلق توڑ دیا اور ہم اپنے محور سے ہٹ گئے تو جب کوئی چیز اپنے مرکز و محور سے ہٹ جاتی ہے تو ضلالت اور رسوائی اس کا مقدر ہوتی ہے اگر ہم بھی اپنے مرکز و محور، محبوبِ رب اکبر صلی اللہ علیہ وسلم سے دُور ہوں گے تو ضلالت ورسوائی ہی ہمارا مقصد بنے گی وہ بھی مسلمان ہی تھا جس کے نام سے کفار لرز جاتے تھے اور بے سروسامان بھی جب میدان جنگ میں اُتر آتا تھا تو کفار کے دلوں میں خوف و ہیبت کی گھٹا چھا جاتی تھی اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے لیکن اس کے برعکس اگر آج کے مسلمان کو دیکھا جائے تو وہ اس قدر حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے کہ اس کو اپنا غلام بنا کر رکھا ہوا ہے۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو فقط ایک چیز سامنے آتی ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ روشن تھا لیکن آج کے مسلمانوں کے دِلوں میں دنیا و مال و عورت کی محبت بس چکی ہے ان کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور قرآن تھا جس کو انہوں نے عمل کے ذریعے مضبوطی سے تھاما ہوا تھا لیکن آج کے مسلمانوں کے سامنے انگریز کا طرزِ طریق ہے۔ جس پر چل کر اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو چھوڑ کر فخر محسوس کرتے ہیں۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والو اگر ہم آج بھی وہ دور دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے دلوں میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن کرنا ہوگی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنا ہوگا پھر دیکھنا کہ دُنیا والے تمہارے قدموں میں ہوں گے اور تمہیں مالک و خالق کی رضا حاصل ہوگی پھر تم بھی اپنے آقا و مولیٰ، رحمتِ دو عالم، نور مجسم، شاہِ نبی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حق دار ٹھہرو گے اور جنت کی ابدی نعمتیں تیرے لیے ہوں گی۔ اگر اے مسلمان تو نے اپنے طرز

طریق کو نہ بدلا، اسی طرح بدستور غیروں کے آگے جھکتا رہا اپنے خالق و مالک حقیقی کے سامنے نہ جھکا، دُنیا کی محبت اور مال کی محبت اپنے دل میں پیدا کی، اس کے حصول میں زندگی گزار دی، اپنے دل کو اپنے محسن و غمخوار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی رکھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت سے منہ موڑے رکھا تو پھر تیرا ٹھکانہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی۔

اسی طرح نمازیں اور روزے اور دیگر ارکان اسلام کو تو ادا کرتا رہا اور دِل میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوئی تو یہ نمازیں، یہ روزے اور تیری یہ عبادتیں تیرے کسی کام کی نہیں کیونکہ مومن بنتا ہی تب ہے جب دِل میں ہر چیز سے بڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو اب ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایمان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کیوں شرط اوّل ہے۔

آقا کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے اس میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

اسی کی طرف علامہ اقبال رحمہ اللہ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

مفسر قرآن، روحِ ایمان، جانِ دین ہست حب رحمۃ اللعالمین

اس سوال کا جواب قرآن و احادیث اور اقوال صحابہ اور افعال صحابہ علیہم الرضوان کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

''تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پیسہ کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہیں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ حکم لانے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا''۔

اسی آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ جس آدمی کے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیارے محبوب، دانائے غیوب، شہنشاہِ مخلوق صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے کی محبت ہوگی وہی دُنیا ور آخرت میں کامیاب ہے اور اگر خدانخواستہ ان تینوں محبتوں پر کسی اور چیز کی محبت غالب آ گئی تو پھر ذلت اور رُسوائی اس انسان کی قسمت کا حصہ بن جائے گی۔ یاد رکھیں اگر ان میں سے کسی ایک محبت کا کوئی دعویٰ کرے کہ مجھے اللہ سے محبت ہے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میری محبت کا دعویٰ کیا اسے چاہیے کہ وہ آپ کی اتباع کرے اسی طرح اگر کوئی جہاد میں نکلتا ہے اور کہتا ہے میرے دل میں جہاد کی محبت ہے اور اللہ کی محبت ہے تو وہ بھی اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے کیونکہ اللہ کی محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی اور اسی طرح جہاد کی محبت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ جو ایسا دعویٰ کرتا ہے وہ یہود ونصاریٰ کے طریقے پر ہے کیونکہ ایسا دعویٰ وہ کرتے تھے یا پھر منافقین کیا کرتے تھے لہٰذا ایسا دعویٰ کوئی مومن نہیں کرسکتا۔ اس لیے کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں کا عمل یہی رہا ہے اگر انہوں نے دعویٰ کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ہی کیا ہے ہاں جو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار ہے اس کے دل میں یقیناً تینوں محبتیں موجود ہیں بلکہ ایک مقام پر میرے آقا نامدار، محبوبِ پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ ہر چیز سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہیں کرتا۔

والد، ولد، مال اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبت

امام بخاری نے کتاب الایمان میں سے نقل فرمایا جس کے الفاظ یوں ہیں:

یامؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و لدہ

والناس اجمعین

تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان دار نہیں ہوسکتا جب تک میری ذات اس کے لیے اپنے مال، اولاد، اپنی جان اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو۔

اسی حدیث مبارکہ کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح نقل فرمایا ہے

لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیه من ماله وولدہ ونفسه والناس اجمعین

تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ مجھ سے اپنے باپ، اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبت نہیں کرتا۔

سوال: جو شخص والد اور اولاد سے بڑھ کر آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرتا اس کے کامل ایمان کی نفی پر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اُٹھائی ہے۔ دوسری بات کا یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ والد کو ولد سے مقدم کیوں کیا؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ والد اصل ہے اور اولا فرع تو اصل ہونے کی وجہ سے والد کو مقدم کیا اور دوسری حکمت یہ ہوسکتی ہے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ تمام لوگوں کے والد تو ہیں لیکن اس کے برعکس تمام لوگوں کی اولاد نہیں اور تیسری وجہ تقدیم کی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ والد کا زمانہ ولد کے زمانہ سے مقدم ہوتا ہے۔ لہٰذا یہاں پر بھی تقدم زمانی کا لحاظ رکھا۔ اولاد والد سے اور والد اولاد سے بھی ضرور محبت رکھے لیکن ایمان کے لیے شرط یہ ہے کہ ان دونوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بڑھ کر محبت ہونی چاہیے۔

دوسرا سوال: صرف والد اور ولد کا تذکرہ ہوا ہے اہل واقرباء کا تذکرہ نہیں ہوا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: یہاں پر صرف والد اور ولد کا تذکرہ اس لیے ہے کہ عاقل آدمی کے لیے یہ اہل اور مال سے بڑھ کر ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات یہ نفس سے بھی بڑھ کر عزیز ہوتے ہیں۔ دیکھ لیں ماں اپنی اولاد کے لیے ہر تکلیف کو پسند کرتی ہے لیکن اپنی اولاد کو دُکھ اور مصیبت میں نہیں دیکھنا چاہتی خود تو بھوکا رہنا گوارا کر سکتی ہے لیکن اپنی اولاد کو بھوکا نہیں دیکھ سکتی۔ یاد رکھیں! یہاں پر والد اور ولد کا ذکر بطور تمثیل ہے اور اس سے مراد تمام اعزہ ہیں گویا کہ کہنا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہر عزیز سے بڑھ کر ہو، ہر محبوب سے محبوب چیز سے بڑھ کر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے گا تب ہی وہ مومن ٹھہر سکتا ہے۔ ایک روایت میں کچھ اس طرح حدیث پاک میں الفاظ کی تبدیلی ہوئی ہے۔

حتی اکون احب الیہ من اهله و ماله والناس اجمعین ۔

(مسلم، کتاب الایمان)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عام کو خاص پر مؤخر کیوں کیا؟ حالانکہ قائد اس کے برعکس ہے۔

جواب: یاد رکھیں ان دونوں روایات میں والد، ولد اور اہل، مال، الناس کا تذکرہ ہوا ہے یہاں یہ والد، ولد، اہل کے بعد الناس کا ذکر کرنا عام کا خاص پر عطف ہے اس لیے کہ یہ تمام انسان کو شامل ہے اور جن کا ذکر ہوا مثلاً والد، ولد تو یہ نفس پر جبلی اور فطری طور پر معزز ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ایک روایت میں ولد کو والد پر مقدم کیا ہے؟ اس میں اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ اس میں مزید شفقت، احسان اور لطف ہوتا ہے۔ امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہاں پر طبعی محبت مراد نہیں بلکہ اختیاری محبت مراد ہے۔ کیونکہ ہر انسان کو اپنے نفس سے محبت طبعی ہوتی ہے۔ اختیاری قلبی نہیں ہوتی۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم میری محبت میں اس وقت

تک سچے نہیں ہو سکتے جب تک تم اپنے نفس کو میری اطاعت میں فنا نہ کر دو اور اپنی خواہش پر میری رضا کو ترجیح نہ دو۔ اگر چہ اس میں تمہارے نفس کی ہلاکت ہی کیوں نہ ہو۔ (شرح مسلم النووی 5:2)

احمد بن عمر اور قاضی عیاض علیہما الرحمۃ محبت کی تین اقسام بیان فرماتے ہیں:

1- محبت اجلال و اعظام جیسے والد کی محبت

2- محبت شفقت و رحمت جیسے ولد کی محبت

3- محبت مشاکلہ جیسے بقیہ لوگوں کی محبت

میرے آقائے دو جہاں، رحمت عالمیاں، والی بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبت میں ان تمام کو جمع فرما دیا ہے۔ (نووی 5:2)

احمد بن عمر رحمۃ اللہ وضاحت فرماتے ہیں حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جس کا ایمان کامل ہوگا اس پر یہ واضح ہوگا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا حق مجھ پر حق اب اور حق ابن اور تمام لوگوں کے حق سے بھی زیادہ ہے اس لیے کہ رحمت عالم، جان عالم، نورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہم سب کو دوزخ سے نجات ملی اسی طرح گمراہی سے ہدایت کی جانب راہ ملی۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پیارے آقائے دو جہاں، رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا دفاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری حیات میں ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مال و جان فدا کرنا محبت کے ہی مظاہر ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ ہماری گفتگو سے واضح ہو گیا کہ ایمان کی حقیقت اس محبت کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان تب صحیح ہوگا جب بندے کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت والد، ولد اور برمحسن اور صاحبِ فضیلت سے بڑھ کر ہو۔ ہاں جو یہ اعتقاد نہیں رکھتا یا رکھتا تو

ہے لیکن برابر تصور کرتا ہے وہ مومن نہیں۔

(شرح النووی 16:2)

لہٰذا مذکورہ بالا احادیث اور قرآنی آیت سے اور اِن کی شروحات سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ ایمان کے لیے آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کیوں ضروری ہے؟

رُخِ مصطفیٰ وہ کتاب ہے جو محبتوں کا نصاب ہے
میرے دل کی ہے یہی آرزو بس دن رات اسے پڑھا کروں

محبت کی اقسام

انسان کی تخلیق واصلاح فطرتاً محبت پر ہے اس لیے کسی عاقل انسان کا وجود محبت کے بغیر متصور نہیں ہوسکتا۔ خواہ وہ محبت جبلی ہو یا دینی یا کسی اور وجہ سے تاریخ میں مجازی مجبوریوں کے بارے میں بہت کچھ دیکھنے کو ملتا ہے۔ لیکن وہ محبت ناقص کا تصور ہے کیونکہ جس قدر بڑا ہوتا ہے اس کی تمنا اور آرزو بھی بڑی ہوتی ہے اور جس قدر انسان گھٹیا ہوتا ہے اس قدر اس کی سوچ اور خواہش گھٹیا ہی ہوگی۔

محبت کا لغوی معنی:

اس کا لغوی معنی ہے اُلفت، پیار، چاہت، دوستی، یارانہ۔ اس کا صحیح تلفظ بفتح میم ہے یعنی (م۔ حب، بت) اور بضم پڑھنا غلط ہے۔ محبت کی درج ذیل اقسام ہیں:

1۔ محبت فردیہ، 2۔ محبت جبلیہ، 3۔ محبت شہوانیہ، 4۔ محبت فطریہ، 5۔ محبت شاکلہ، 6۔ محبت مصلحت وضفعت، 7۔ محبت روحیہ

محبت فردیہ:

یہی وجہ ہے کہ انسان اپنے نفس کی قربانی نہیں کرتا مگر اس جگہ جو اس کے نفس سے زیادہ قیمتی ہو اور معزز ہو اس بناء پر جہاد پر اُبھارتے وقت نفس کو حال پر تقدیم ہوتی

ہے کیونکہ وہاں مقصد اس سے کہیں بلند و بالا ہوتا ہے۔ کبھی یہ محبت انحطاط کا شکار ہو کر نفس اپنے آپ کو غیر پر بلند سمجھنے لگے جاتا ہے اسے اپنا وجود سب سے معزز، سب سے قیمتی اور ارفع دکھائی دینے لگتا ہے۔

محبت جبلیہ:

(ج۔بل۔لی) یعنی اس سے مراد فطری پیدا نفس، خلقی، طبعی محبت ہے۔ یہ محبت تمام صاحب عقل لوگوں میں موجود ہے۔ مثلاً والد کی محبت اولاد کے ساتھ یا اولاد کی محبت والدین کے ساتھ یہ فطرتی محبت ہے۔ جس کی بناء پر والد، اولاد کے لیے کیا کچھ نہیں کرتا اگر انسان میں فطری محبت نہ ہوتی تو دنیا میں اتنے محلات تعمیر نہ ہوتے اور اتنی طویل دنیا نہ ہوتی۔ والد تمام زندگی مصیبتیں اور مشقتیں جھیلتا ہے۔ ماں باپ اپنی اولاد کی بہتری چاہتے ہیں۔ خواہ اولاد چھوٹی ہو یا بڑی۔ اسی طرح انسان کو اہل، رشتہ دار اور خاندان سے محبت ہوتی ہے۔

جبلیہ اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تطبیق:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت جبلیہ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کے لیے بمزلہ والد کے ہیں۔

(احزاب: 4) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تمام اہل ایمان پر ان کے نفوس سے بھی زیادہ ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

اس کی وضاحت مزید حدیث پاک سے ملاحظہ فرمائیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما انا لکم قتل الوالد ۔(حمیدی، احمد، ابوداؤد، نسائی، بن ماجہ، دارمی)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے سک میں تمہارے لیے والد کی طرح ہوں۔

نیز اسی کو طحاوی اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے یقیناً اولاد اپنے والد سے محبت کرتی ہے اس لیے کہ اس نے اسے پالا اور اس دنیا میں اس کے وجود کا سبب بنا اور اس کو طرح طرح کی پریشانیوں سے محفوظ رکھا۔ اگر ان اسباب کو دیکھا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت والد سے بھی زیادہ لازم ہے۔ اس لیے کہ شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے اس کی تخلیق ہوئی اور دنیا و آخرت میں ہر پریشانی سے نجات انہیں کے سبب حاصل ہوتی ہے۔ ہاں اگر وہ صالح ہے تو (فبھا) بہت اچھا ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پائے گا۔

ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی وہ جہنم میں گیا جو اِن سے مستغنی ہوا

جان کی اکسیر ہے اُلفت رسول اللہ کی خاک ہوکر عشق میں آرام سے سونا ملا

محبت شہوانیہ:

وہ محبت جو صرف شہوت کے لیے ہوتی ہے۔ مثلاً خاوند اور بیوی کے درمیان محبت خصوصاً جب وہ جوان ہوتے ہیں اور نکاح کے بھی ابتدائی ایام تو اس وقت کس قدر محبت ہوتی ہے اس کا اندازہ ہر شادی شدہ انسان لگا سکتا ہے۔ جب کچھ مدت گزرتی ہے تو اس میں اکثر تبدیلی آجاتی ہے۔ وہ میاں بیوی کے درمیان تعلق شہوانی نہیں رہتا بلکہ پھر مروّت اور اشتراک میں بدل جاتا ہے۔ لہٰذا یہ محبت صرف دنیا ہی کے لیے ہے۔

محبت فطریہ:

فطرت کا معنی خلقت، قدرت، پیدائش ہے۔ لہٰذا اس سے مراد وہ محبت ہوتی ہے جو قدرتی طور پر ہو جائے یا وہ پیدائشی لحاظ سے ہو اس میں جانب عقل غالب ہوتی ہے۔ مثلاً حُسن سے محبت کیونکہ کوئی کم ہی ایسا ہو گا جو حُسن سے محبت نہ کرتا ہو خواہ وہ جمال حقیقی یا خیالی یا واقعی ہو۔ مثلاً خوبصورت فطرتی مناظر جیسے آبشاریں، نہریں،

سرسبز و شاداب پہاڑ وغیرہ۔ جب قدرتی مناظر کی تصویر ہو اسی طرح انسان کو حسین شکل وصورت میں دیکھ کر راحت محسوس ہوتی ہے۔

فطریہ کی تطبیق محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے:

یہ محبت چونکہ حسن و جمال کی وجہ سے ہوتی ہے تو حسن جمال میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے کون بڑھ کر ہوسکتا ہے؟ جب کسی مخلوق سے ادنیٰ جمال کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے تو منبعِ حسن و جمال سے محبت کیا کیا عالم ہوگا؟ اللہ اکبر وہ حسن و جمال جو صورت میں سب سے بلند ہے اور صفات واخلاق میں ان سے بڑھ کر کوئی انسان ان کی نظیر و مثل نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح کی جانب جب اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت، پروانہ شمع رسالت، مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی نظرِ محبت اٹھتی ہے تو آپ جھومتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دُور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

پھر عاشق صادق کی نظرِ اُلفت اٹھتی ہے تو فرماتے ہیں:

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زنان
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پر مردان عرب

محبت شاکلہ:

شاکل کا معنی ہے مشابہت۔ اس سے مراد وہ محبت ہے جو کوئی کسی سے اپنی مشابہت کی وجہ سے کرتا ہے۔ مثلاً انسان اس سے محبت کرتا ہے جو اس کے ساتھ کسی صفت میں اشتراک اور یکسانیت رکھتا ہو اس لیے شہروں میں بہت سے ایسے ادارے ہیں جن میں ایک صفت کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ بہت کم ہوتا ہے کہ مختلف صفات کے لوگ آپس میں جمع ہوں۔ منقول ہے کہ ایک کوا اور ایک کبوتر اکٹھے بیٹھتے اور اکٹھے

اُٹھتے یعنی اکٹھے رہتے تھے جب غور کیا تو دونوں لنگڑے تھے آپ نے غور کیا ہوگا کہ پرندے بھی اپنے ہم شکلوں میں زندگی بسر کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بخیل بخیل سے محبت کرتا ہے اور صالح آدمی صالح آدمی سے ہی محبت کرے گا۔ اسی طرح منافقین منافقین کے ساتھ محبت رکھتے ہیں اور گونگے بہرے گونگے بہروں کے ساتھ محبت رکھتے ہیں الغرض جنس اپنی جنس سے مانوس ہوتی ہے۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم شاکلہ کے آئینہ میں:

1۔ جیسے جیسے صاحب ایمان کے دل میں ایمان قوت پاتا جاتا ہے تو وہ اصل ایمان میں شریک ہوجاتا ہے اور تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہل ایمان کے سرتاج اور امام ہیں۔ جب دو آدمی آپس میں اللہ کی خاطر جمع ہوں اللہ ہی کی خاطر جدا ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عرش عظیم کے سائے تلے جمع فرمائے گا اور اللہ ہی کی خاطر محبت کرنے والے اللہ کے جلال میں نور کے منبروں میں ہوں گے جب کسی بھی شخص سے اللہ کی خاطر محبت کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ اتنی محبت فرماتا ہے تو اس آدمی کا کیا عالم ہوگا جسے تمام انسانوں کے سرو بے کسوں کے دلبر محبوب رب اکبر صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی۔ اس پر پھر اللہ کریم کیسی کیسی کرم نوازیاں فرمائے گا۔

2۔ دوسری بات میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بشری لبادہ اوڑھ کر تشریف لائے۔ اس کے پسِ منظر ایک حکمت یہ بھی تھی کہ محبت وشاکلت ہو تمام انسان ہم جنس سمجھ کر ان سے مانوس ہوجائیں اور اسلام کو سمجھ سکیں۔

محبت و مصلحت و منفعت:

اس کی پھر آگے دو اقسام ہیں:

1- انسان کی ذاتی منفعت

2- غیر کی منفعت

انسان کی ذاتی منفعت

یہ ایک فطری بات ہے کہ انسان اپنے اوپر احسان کرنے والے کے ساتھ محبت کرتا ہے خصوصاً کسی خاص وقت اور تکلیف کے وقت احسان کرنے والے کا انسان قیدی ہو جاتا ہے جب کوئی انسان پر مادی یا مصنوعی احسان بغیر طلب کے کرتا ہے اب اس کا نفس بغیر ارادے کے بھی محسن سے پیار کرنے لگ جاتا ہے اس کا ذکر خیر کرتا رہتا ہے اس کے بدلے احسان کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے یہ بات حقیقت ہے کہ جس قدر احسان بڑا ہوتا ہے اسی قدر اعتراف بھی بڑا ہوتا ہے۔ نفوس سلیمہ میں اہل خیر و اصلاح اور اہل استقامات کی محبت و ودیعت ہوتی ہے۔ خواہ وہ کسی اور شہر، علاقہ یا قرون سابقہ کے ہی کیوں نہ ہوں جب کسی انسان کو یہ بات پہنچتی ہے کہ فلاں جگہ ایک عالم دین ہے جو لوگوں کو حق کی جانب بلاتا ہے اور وہ اہل صلاح سے ہے مسلمان اس سے نفع پا رہے ہیں تو انسان کا دِل ضرور اس سے محبت کرے گا اور اس سے ملاقات کا اشتیاق رکھے گا۔ حالانکہ اس میں اسے ذاتی منفعت نہیں ہے اسی طرح ایک انصاف پسند بادشاہ ہے اپنی رعایا کے لیے علمی، دینی اور ثقافتی خدمات سرانجام دے رہا ہے ان کے لیے امن وتحفظ فراہم کرتا ہے الغرض ہر طرح کی دیکھ بھال کرتا ہے خود کو رعایا کا خادم سمجھتا ہے تو یقیناً ایسے انسان سے ہر کوئی محبت کرے گا اور خواہش کرے گا کہ میں بھی اس کی رعایا کا ایک فرد بن جاؤں۔ حالانکہ منفعت اسے حاصل تو ہو نہیں رہی یہی وجہ ہے کہ ہم زعماء اسلام، قائدین اُمت، علماء خلفاء مسلمین سے محبت رکھتے ہیں حالانکہ وہ ہمارے زمانے میں نہیں اور نہ ہی ہم نے ان کے زمانہ میں کوئی منفعت حاصل کی۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم منفعت کے پیش نظر:

اوپر آپ نے محبت، مصلحت ومنفعت کی تعریف جانی اگر مصلحت ذاتی ہو تب

بھی اس کی زیادہ حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی صفات ہے اور اگر مصلحت غیر ذاتی ہے تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں کہ ان سے محبت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد کائنات میں کوئی بھی میرے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں جس کے مخلوق پر احسان، انعام، افضل اور منافع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہوں پھر یہ انعام و اکرام کسی ایک کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام مخلوق کو شامل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ہدایت عطاء فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے گمراہی سے نکالا۔ شہنشاہِ مدینہ، قرار قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے سبب اللہ تعالیٰ نے تاریکی سے نکالا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے ہی اس امت کو تمام اُمتوں سے افضل اُمت بنایا اور کرم بالا سے کرم کہ آخرت میں تمام کی تمام جنت میں جائے گی۔ ایسی خیر سے بلند خیر کون سی ہوسکتی ہے۔ ایسی نوازشوں اور عطاؤں سے بڑھ کر کون سی عطاء ہوسکتی ہے خدا کی قسم اس سے بڑھ کوئی بھی خیر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آقائے دو جہاں، رحمت عالیماں کی بعثت پر اللہ تعالیٰ کا جو شکر لازم ہوتا ہے بندہ وہ شکر ادا ہی نہیں کرسکتا۔ اس قدر نوازشوں پر اور احسانات پر اور منافع پر بندہ کیوں نہیں سرورِ دو جہاں، رحمت عالیمان، والی بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے گا۔ بلکہ ضرور کرے گا اس پر فقیر کا ذوق کہتا ہے

ہزاروں احسان کرکے ہم پر نہ لائے زباں پر آقا
کوئی اور ہوتا تو مار دیتا احسان وہ ہمیں جتا کر

انہیں نوازشوں اور عطاؤں پر اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت، مجددِ دین وملت، آقائی و مولائی وملجائی الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی نظر محبت اٹھتی ہے تو آپ فرماتے ہیں:

دین و دنیا دیے مال و زر دیا دامن مقصد زندگی بھر دیا
ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کردیا موج بہر سخاوت پہ لاکھوں سلام

محبت روحیہ:

اس سے مراد روحوں کی آپس میں محبت مثلاً انسان کسی کو پہلی مرتبہ دیکھتا ہے تو اس کے دل میں اس کی محبت موجزن ہو جاتی ہے اس لیے وہ مانوس ہو جاتا ہے اس کی سنگت میں وہ خوشی محسوس کرتا ہے۔ گویا کہ وہ صدیوں سے اسے جانتا ہے۔ اب وہ اپنے نفس سے ذرا پوچھے کہ یہ محبت کیوں ہے؟ یہ انس کیوں ہے؟ یہ خوشی اور سرور کیوں ہے؟ اس کا بظاہر کوئی سبب تو دکھائی نہیں دیتا ان کا آپس میں نہ رواسطہ نہ رابطہ نہ تعلق بلکہ ہوسکتا ہے یہی پہلی ملاقات ہو۔ ہاں ممکن ہے دونوں کا تعلق بھی ایک شہر سے نہیں، ایک قبیلہ سے نہیں، ایک علاقہ سے نہیں، ایک بستی سے نہیں، ایک گھرانہ سے نہیں۔ یہ بھی بعید نہیں کہ دونوں ہم جنس بھی نہ ہوں، ہم پلہ بھی نہ ہوں آخر کیوں؟ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ آپس میں ایک دوسرے کو کافی مدت سے جانتے ہیں ہاں اس کے برعکس بھی کچھ معاملہ ایسا ہی نظر آتا ہے وہ کیا؟ وہ یہ کہ پہلے اس شخص کو نہ دیکھا، نہ سُنا، نہ رابطہ، نہ میل جول، نہ جان پہچان، نہ کوئی تعلق، نہ کوئی یارانہ، نہ کوئی رشتہ داری، نہ کوئی قربت داری، نہ لین دین، آخر ایسا کیوں کہ پہلی نظر ہی میں اس سے نفرت پیدا ہوگئی، کراہت محسوس ہونے لگی۔ بغض نے جنم لیا، دِل نے بہت چاہا آنکھوں نے رُخ پھیر لیا اس کا سبب کیا ہے؟ ہاں اس کا سبب اس کی وجہ اس کی علت وہ پہلی ملاقات ہے جو عالم ارواح میں ہوئی اور وہ تعارف ہے جو اس دن ہوا تھا یہی وجہ ہے کہ اس دن وہ اکٹھے تھے آپس میں محبت کرتے تھے ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے جو اس دن اکٹھے نہ تھے ملاقات نہ تھی چاہتے نہ تھے وہ اس کائنات میں بھی ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں اس بات پر بخاری شریف کی وہ روایت شاہد ہے جو سیدہ عائشہ سے منقول

ہے اور مسلم شریف کی روایت اس پر ناطق ہے جو ابوہریرہ سے مروی ہے کہ فرمایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

الارواح جنود و جندح فما تعارف فهها ائتلف ماتنا فر منها اختلف

روحیں ایک اجتماعی لنک کی مانند ہیں۔ آپس میں متعارف ارواح کا آپس میں اجتماع رہا ہوتا ہے جو نفرت کرتی ہیں وہ جدا رہی ہوتی ہیں۔

عالم ارواح کے حوالے سے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

اوپر آپ نے محبت روحانی کو جانا اب دیکھنا یہ ہے کہ عالم ارواح میں کیا ہم نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، جانا، پہچانا اور چاہا یا کہ نہیں۔ اس پر ہم حدیث پاک سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ جب حدیث پاک کی طرف رجوع کیا تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جسے ابن حیان اور بزاز نے رجال صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے۔

اناحظم من الانبياء و انتم حظی من الاهم

انبیاء میں سے میں تمہارا اور اُمتوں میں سے تم میرا حصہ ہو۔

پتہ چلا اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے اس اُمت کو نبی پاک، صاحبِ لولاک، صاحبِ ادراک صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت بننے کے لیے منتخب فرمایا جیسا کہ اپنے محبوب، دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونے میں اور اس امت کا امت ہونے میں تطابق پہلے ہی سے ہے۔ جب تطابق ازل ہی سے ہے عالم ارواح میں سے ہے تبھی تو میرا حق ان سے محبت کرنا ہے۔ بن دیکھے وہ چاہتا ہے کہ میرا سارا مال و اولاد اگر جاتا ہے تو چلا جائے مگر ایک مرتبہ والضحیٰ کا جلوہ نصیب ہو جائے جیسا کہ اس پر خود صاحبِ قرآن کا فرمان ناطق ہے۔ ابوہریرہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا میرے بعد میری اُمت میں کچھ ایسے لوگ بھی آئیں گے جو یہ خواہش کریں گے کہ ہم کو ایک بار ہی سرکار ابد قرار دو جہاں کے مالک ومختار صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ نصیب ہو جائے بھلے سے ہمارا تمام مال و اولاد چلا جائے۔ اسی تطابق پر جب اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت کی نظر پڑھتی ہے تو جھومتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں۔

وہ ہمارے نبی ہم اُن کے اُمتی اے اُمتی تیری قسمت پہ لاکھوں سلام

الحاصل:

پتہ چلا کہ فردیہ اور شہوانیہ کے علاوہ جس محبت کو بھی لیا جائے اس محبت کے اسباب کامل واکمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں ہی نظر آتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اسباب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰه وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا نُوْرَ اللّٰهِ

کچھ اسباب تو اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرماتے ہیں اور کچھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں ان کے علاوہ بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اسباب بہت زیادہ ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں کیونکہ ممکن نہیں؟ اس لیے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر فضیلت، ہر منقبت، ہر خصوصیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صفت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے محبت کا تقاضا کرتی ہے یہ کیسے نہ ہو کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے اس عمل کا حکم دیا ہے اور اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کا عنوان بنا دیا ہے اور اس دین اسلام کے لیے اور اپنی ذات اقدس کے لیے برہان قرار دیا کسی بھی جماعت کی طرف اپنی نسبت کرنے والا اس کے مؤسس کے لیے قائم ہو اگر چہ وہ لوگوں کو اذیت پہنچانے اور ان کے مال وعزت کو لوٹنے پر بنائی گئی ہو یا کسی سیاست کی وجہ سے بنائی گئی ہو تو اس وقت محبت کا عالم کیا ہوگا؟ جب جماعت ہدایت کے لیے قائم کی گئی ہو اور اس جماعت کے بانی کے ذریعے پوری جماعت کو ہدایت ملی

ہو اور پوری جماعت کو گمراہی و تاریکی سے نکلنے کی توفیق ملی ایک انصاف کی نظر اس کو بھی ذرا دیکھتے چلیے کہ جب حضور پُرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تو اس وقت لوگ گمراہی، تاریکی اور ضلالت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ طاقتور کمزور کو نگل رہا تھا۔ جہالت کا دور دورہ تھا ہر طرف گھپ اندھیرا تھا۔ شریعت غائب تھی۔ نیکی، نیکی نہ رہی تھی اور نہ برائی کو برائی سمجھا جاتا تھا لوگ افتراق و انتشار کا شکار تھے کوئی نظام نہ تھا، کوئی اُصول نہ تھا کوئی رہنے سہنے کا طرز طریق نہ تھا کوئی کسی کی فریادرسی کرنے والا نہ تھا قبائل کا معاملہ ان کے بڑوں کے رحم و کرم پر تھا۔ چوری اور ڈاکہ کو قوت و طاقت کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا۔ پھر ایسے عالم میں ہادی برحق نے ان کو گمراہی و تاریکی سے نکال کر علم و عرفان کے مینارے اور آسمان نبوت کے درخشندہ ستارے بنادیا تھا۔ جس طرح حدیث پاک میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ راوی ہیں آپ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوم حنین میں مالِ غنیمت عطاء فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تالیف قلب کے لیے لوگوں میں تقسیم کردیا۔ انصار کو اس میں سے حصہ نہ ملا اس بات کو انصار نے محسوس کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا اے انصاریو!

الم اجدکم ضلالا فهداکم الله بی و کنتم مقفرقين فالفکم الله بی و عالة فاغنا کم الله بی (البخاری، کتاب المغازی)

کیا تم گمراہ نہیں تھے اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت عطاء فرمائی اور تم متفرق تھے میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے محبت و اُلفت عطاء فرمائی تم محتاج تھے۔ میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں غنی کردیا۔

یہ تو تھا ایک بانی و مونس ہونے کے اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سبب انسانیت کو ہدایت عطاء فرمائی اور گمراہی و تاریکی سے نکالا تو اس وقت محبت کا عالم کیا

ہونا چاہیے۔ جب کسی جماعت کے ذریعے اس جماعت کے ہر ہر فرد کو شان و عظمت ملے، عزت و توقیر ملے، جینے کا قرینہ ملے، محبت کا نگینہ ملے، ہمدردی و غمگساری کے لیے دل کا آبگینہ ملے اور اس کو فضیلت کا سہرا سجایا جائے اور انعام و اکرام کا تاج سجایا جائے اسے سب اُمتوں سے بہتر بنایا جائے تو پھر اس قائد اس بانی سے محبت کا عالم کیا ہوگا؟ اس نظر کی حقیقت کو یوں دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے اس اُمت کو اکرام، فضیلت، شرف اور ایسے فضائل و خصائص عطاء فرمائے جو کسی اور اُمت میں نہیں اسے سب سے بہتر اُمت بنایا، اِن کا نام مسلمان رکھا، دین اسلام کے ساتھ اسے مخصوص رکھا یہ دین اس کا پسندیدہ ہے اس دین کو اُمت کے لیے مکمل فرمایا ان پر اپنی نعمت کا اتمام فرمایا اس اُمت کو سابقہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں ان کی اُمتوں کے خلاف گواہ بنایا اس میں ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا پُل صراط سے پہلے سب سے پہلے یہ اُمت گزرے گی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگی دوسرے لوگوں کو اس کا فدیہ بنایا جائے گا۔ جنت میں اکثریت اسی کی ہوگی۔ جنت کے سربراہ اس میں سے ہوں، صدیقوں اور شہداء کی کثرت اس میں ہوگی اور کفار تمناء کریں گے۔ کاش ہم اس اُمت سے ہوتے اس اُمت کو یہ فضیلت جس کے سبب سے ملی ہے پھر خود فیصلہ کریں کہ اس پیارے پیارے غمخوار آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا عالم کیا ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

(ترجمہ کنز الایمان' سورہ آلِ عمران: 100)

''تم بہتر ہو ان سب اُمتوں سے جو لوگوں سے ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

(ترجمہ کنز الایمان، سورۃ بقرہ: 123)

اتباع کا دروازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام ادیان کو باطل فرمادیا۔ ماسوائے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے اور وہ دین اسلام ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا دین ہے اس دین کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ومقام کیا ہوگا؟ جس کی اتباع، اطاعت اور محبت کا حکم دیا گیا۔ انہیں وجوہات کی بناء پر ہمارے لیے تمام اسباب محبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ ہم کرتے ہیں تاکہ ہمیں کچھ رہنمائی حاصل ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا خواہش مند ہے اس پر اس کے رسول، صفی اور حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا لازم ہے کیوں؟

1۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بنا رکھا ہے محبت کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ محبوب کے محبوب سے بھی محبت کی جائے۔

2۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ایمان کی شرط محبت ہے اس لیے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول تو مان لیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب نہ ہوں۔ لہٰذا اس وجہ سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ضروری ہے۔

3۔اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر اور تعظیم کا خود حکم دیا ہے۔

4۔اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں مخلوق پر سب سے بڑا احسان فرمایا ہے۔

5۔اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور آپ صلی

''اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب اُمتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہیں''

(ترجمہ کنز الایمان، سورہ مائدہ:3)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نحن الافرون السابقون یوم القیامۃ (بخاری کتاب الجمعہ)

ہم دنیا میں آخری، قیامت میں سب سے پہلے ہوں گے۔

مسلم شریف کی روایت میں یوں ہے:

نحن اوّل من یدخل الجنۃ

ہم سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

ان کے طفیل خدا نے حج بھی کروادیا اصل مقصود حاضری اسی پاک دَر کی ہے
لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں کتنے مزے کی بھیک تیرے پاک دَر کی ہے

کیا کیا بتائیں جو اس اُمت کو عطاء کیا گیا اگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو یہ انعامات ہرگز اسے نہ ملتے۔

اب بتائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کیوں نہ کی جائے! اللہ رب العالمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور عزت و شرف سے نوازے۔ (آمین ثم آمین)

انسان دین، دنیا اور آخرت کی ہر عزت کو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، اتباع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کو اپنا کر ہی حاصل کر سکتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے تمام دروازے بند فرما دیئے اور اعلان فرمایا کہ کسی کو قبول نہیں کیا جائے گا مگر جو اس دروازے سے آئے گا اور وہ دروازہ نبی پارک صلی اللہ علیہ وسلم کی

اتباع کا دروازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام ادیان کو باطل فرما دیا۔ ماسوائے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے اور وہ دین اسلام ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا دین ہے اس دین کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ و مقام کیا ہوگا؟ جس کی اتباع، اطاعت اور محبت کا حکم دیا گیا۔ انہیں وجوہات کی بناء پر ہمارے لیے تمام اسباب محبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ ہم کرتے ہیں تا کہ ہمیں کچھ رہنمائی حاصل ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا خواہش مند ہے اس پر اس کے رسول، صفی اور حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا لازم ہے کیوں؟

1۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بنا رکھا ہے محبت کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ محبوب کے محبوب سے بھی محبت کی جائے۔

2۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ایمان کی شرط محبت ہے اس لیے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول تو مان لیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب نہ ہوں۔ لہٰذا اس وجہ سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ضروری ہے۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر اور تعظیم کا خود حکم دیا ہے۔

4۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں مخلوق پر سب سے بڑا احسان فرمایا ہے۔

5۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا ہے۔

6۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بلند، مقام کو اعلیٰ، قدر کو عظیم اور منزلت کو افضل بناتے ہوئے تمام مخلوق سے بہتر اور تمام رسولوں سے افضل بنایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کیسے ہوگی؟ جو اللہ سے تو محبت کا دعویٰ کرے مگر اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب نہ بنائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نہ کرے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو اپنی عبادت قرار دیا ہے اور اسے بعینہ اپنی ہی محبت بنا دیا ہے تو ایسا شخص جھوٹا ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں اللہ تو ایمان لایا ہوں مگر اس کے رسول پر نہیں۔ اس طرح اس دعویٰ میں بھی جھوٹا ہے کہ میں اللہ سے تو محبت کرتا ہوں مگر اس کے رسول سے نہیں۔

ہمارے ساتھ نیکی کرنے کا صلہ

شرعاً اور عقلاً یہ بات فرض ہے کہ جو بھی تمہارے ساتھ نیکی کرے تم بھی اس کا اچھا بدلہ دو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من متع او اهدیٰ اليكم مصدوفا فكافوه فان لم تجدوا فادعوا الله له حتى تعلموا ان قد كافالموه (مسند احمد 68,2)

جو تمہیں ہدیہ یا تحفہ دے تم بھی اس کا بدل دو اگر تمہارے پاس نہیں تو دعا دو یہاں تک کہ وہ اس کا بدل بن جائے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

(الرحمٰن: 60) نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔

جب دنیاوی اُمور کا معاملہ یہ ہے تو اس کا کیا مقام ہوگا جو ہدایت، نجات اور سعادت دارین میں سب سے عظیم ہے؟ ہر عاقل انسان چاہتا ہے کہ جس نے اس کے

ساتھ نیکی ہے اس احسان کرنے والے کو بہتر بدلہ دیا جائے اور اگر یہ ممکن نہیں تو اسے یاد رکھا جائے اور جیسے جیسے تحفہ عظیم ہوتا ہے اعتراف بڑھتا جاتا ہے کہ اس نے مجھ پر یہ احسان کیا وہ احسان کیا۔

تقابل

جب اُمورِ دُنیا کا یہ حال ہے تو اس ہستی کے ساتھ کیا جذبہ ہونا چاہیے جس کی وجہ سے جہنم سے چھٹکارا ہوگا، جس کے سبب ہدایت نصیب ہوئی، جس نے صراطِ مستقیم عطاء فرمایا جس کی وجہ سے دارین کی سعادتیں حاصل ہوں گی، دنیا میں بھی، قبر میں بھی، حشر میں بھی، پُل صراط پر بھی، حوضِ کوثر پر بھی، میزان پر بھی الغرض ہر حال میں تمہاری بہتری چاہنے والا ہو اور اس کا تعلق تم سے تمہاری ذات سے بھی بڑھ کر ہو جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیا اور آگے ہمارے لیے بھیجا اس کا بدلہ کیسے دیا جاسکتا ہے؟ اس کا مقابلہ ثمن و درا ہم سے نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اسے کوئی ترازو تول سکتا ہے اور نہ ہی کوئی عقل اس کا احاطہ کر سکتی ہے اور نہ ہی کوئی شعور اس کا ادراک کرسکتا ہے۔ جب اُمورِ دُنیا کا یہ حال ہے حالانکہ یہ تو ممکنات سے ہے تو اُمورِ آخرت مثلاً شفاعت، سعادت اور جنت کی ابدی نعمتیں جو کہ فقط سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کا صدقہ حاصل ہوں گی۔ ان کا تقابل کیسے کروایا جا سکتا ہے؟

دعوتِ فکر

جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدلہ نہیں ادا کر سکتے تو ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا یعنی درود وسلام کا حکم دیا گیا ہے۔ اے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کے سائے تلے پلنے والے ذرا سوچ کر ہم کیا بدلہ دے سکتے ہیں؟ کتنی دعا کر سکتے ہیں کیا ہماری دعا کا ان کے احسانات سے کوئی موازنہ ہے؟ ہم اس مقابلہ سے یقیناً عاجز ہیں محبت احترام اور توقیر و تعظیم ان احسانات کے مقابلے میں بہت کم

ہے۔کم از کم ہم یہ تو کر ہی سکتے ہیں اور جو کر سکتے ہیں وہ تو ہمیں کرنا ہی چاہیے۔

ہر تعلق والی شے کا احترام و مقام

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق رکھنے والی ہر چیز کو تکریم بخشی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کو سب سے بہتر نسب بنایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت علیہم السلام سے رجس کو دُور کیا اور پاکیزگی عطاء فرمائی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان پر بھی درود و سلام کا حکم دیا، قرابت داروں سے محبت کو لازم قرار دیا۔چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

''تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت داروں کی محبت''

(شوریٰ:23)

جس قوم اور خاندان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے اس قوم اور خاندان کو شرف و بلندی بخشی۔چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ (زخرف:44)

''اور بے شک وہ شرف ہے تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے''

یعنی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شرف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو مومنوں کی مائیں بنایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا نکاح حرام فرما دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزاہرہ سلام اللہ علیہا کو تمام جنتی خواتین اور نساء العالمین کی سردار بنا دیا۔ان کی والدہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کو جنت میں محل عطاء فرمایا۔حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو جنتی نوجوانوں کے سردار بنا دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو سید الشہداء کا درجہ دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو اہل تقویٰ اور تمام مخلوق پر فضیلت بخشی تاکہ وہ اس کے نبی کے عظیم ساتھی بنیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم

پر نازل ہونے والی کتاب کی حفاظت کا ذمہ خود لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کو حرم بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کو تمام اوقات سے افضل فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلہ کو پہلا گھر بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کی قسم قرآن میں اُٹھائی۔ شہر مدینہ کو حرم بنایا۔ منبر پاک کو حوض پر رکھا۔ ریاض الجنۃ عطاء فرمایا۔ اُمت کو جنتی قرار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کو یہ عزت بخشی کہ اس میں ہر نماز کا ثواب پچاس ہزار نماز کے برابر قرار دیا۔ مسجد حرام بیت المقدس کے ساتھ ساتھ اس کی طرف سفر کی اجازت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو امت وسط، خیر الامم اور سابقہ تمام اُمتوں پر گواہ بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمزاد مسلمان ہو گیا جو خیر کی طرف ہی دعوت دیا پھر شفاعت کا درجہ دیا تا کہ سب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا علم ہو جائے۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق رکھنے والی ہر چیز کو مکرم فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس انعام کو باقی رکھا۔ چنانچہ فرمایا:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (والضحیٰ: 5)

اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے کہ تم راضی ہو جاؤ گے

لمحہ فکریہ

جب اللہ عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ انعامات عطاء فرما رہا ہے اور یہ سب کچھ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و عزت ہے تو ہم کیوں نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر، عزت اور تعظیم کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں نہ محبت کریں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کو بے مثال مقام عطاء فرما رہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چاہت کو پورا فرما رہا ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والی ہر چیز سے محبت کریں اور اس کی عزت و تکریم بھی کریں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خصائص اور معجزات سے نوازا ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی، حبیب اور صفی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق سے افضل، تمام رسولوں سے معزز بنایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کو عظیم، مقام کو بلند اور درجات کو اعلیٰ بنایا۔ ایسے ایسے خصائص سے بھی نوازا ہے جو دیگر انبیاء علیہم السلام میں بھی نہیں پائے جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام ابھی کیچڑ میں ہی تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے۔ مخلوق میں سب سے پہلے اور خاتم النبیین ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق انبیاء سے، اُن کی اُمتوں سے بھی بڑھ کے ہے۔ اہل ایمان کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو تمام مومنین کی مائیں بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بندوں پر سراپا احسان بنایا۔ تمام خلق سے بہتر اور اولادِ آدم کا سربراہ بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور بیعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت اور بیعت قرار دیا۔ اللہ پر ایمان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ایمان کے ساتھ متصل فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو عام بنایا۔ آپ کی حفاظت و عصمت کا ذمہ خود اُٹھایا۔ آپ کی زندگی اور شہر کی قسم اُٹھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر پکارنے سے منع فرمایا بلکہ یوں پکارنے کا حکم دیا۔ یارسول اللہ، یا نبی اللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز کو بُلند کرنے سے منع فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سراپا نور بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر فی الفور حاضر ہونا لازم فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کو دائمی بنایا۔ السراء و معراج عطاء فرمایا۔ شق الصدر اور شق القمر کا معجزہ بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطاء نہیں کر سکتے۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلوں اور پچھلوں کے معاملات پر بخشش کا

اعلان فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع العلم عطاء کیا۔ تمام خزانوں کی چابیاں دی گئیں۔ رعب کے ساتھ مدد کی گئی۔ اللہ تعالیٰ اور مقرب فرشتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری حیات کے وقت کو تمام ادوار سے افضل بنایا۔ بیت المقدس میں تمام انبیاء کا امام بنایا۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے بھی آگے کی طرح دیکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب حق تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام انبیاء ان کی اُمتوں سمیت پیش کیے گئے۔ علوم غیبیہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا۔ دونوں کندھوں کے درمیان مُہرِ نبوت رکھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد، مبشر، نذیر، اللہ کی طرف سے داعی اور سراجِ منیر بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت عظمیٰ کا تاج پہنایا گیا۔ روزِ قیامت سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفد انبیاء کے امام اور خطیب ہوں گے۔ تمام انبیاء علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ پُل صراط سے گزر بھی سب سے پہلے ہوگا۔ جنت کے دروازے پر سب سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے اور پہلے داخل بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام وسیلہ اور فضیلت عطاء کیا گیا۔ مقام محمود، حوضِ کوثر اور حوضِ محشر پر بھی جلوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں جھنڈا ہوگا۔ تمام انبیاء اور مرسلین کے سردار ہیں۔ سب سے پہلے شفاعت فرمانے والے اور سب سے پہلے شفاعت قبول کیے جانے والے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ روزِ قیامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سب سے زیادہ ہوگی۔ حالت مایوسی میں خوشخبری و بشارت دینے والے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے۔ اس کے علاوہ بھی کثیر فضائل و مناقب ہیں۔ جن کو احاطہ بیان میں لانا ممکن نہیں۔

دعوتِ فکر

جس مقدس و معزز ہستی کی ایسی اَن گنت شانیں ہوں اس سے محبت، اس کا احترام واکرام کیوں نہ کیا جائے؟ اور اس ہستی سے ملاقات اور دیدار کا شوق کیوں نہ رکھا جائے اور جان و دِل سے ان پر کیوں نہ فدا ہوں؟ دُنیا کا بھی یہ اصول ہے کہ جب کوئی محبّ کسی محبوب سے محبت کرتا ہے تو وہ اس کے محاسن کو دیکھ کر اس پر فدا ہوتا ہے تو جس ہستی کے اندر اَن گنت محاسن و خصائص ہوں پھر اس سے محبت کا عالم کیسا ہونا چاہیے؟ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن کے بارے میں اختصار سے ذکر خیر ہو جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات جمال اور کمال کا ذکر خیر

ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے بارے میں کیا کہیں؟ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعت خواں یہی کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آتے ہیں اور بارگاہِ رسالت میں مجسمۂ ادب بن کر بیٹھتے ہیں۔ سرکار فرماتے ہیں بتاؤ جبرئیل علیہ السلام کیسے ہیں ہم؟ جواب میں عرض کرتے ہیں:

میں نے مشارقِ و مغاربِ چھان ڈالے تیرے پائے کا نہ پایا
تجھے یک نہ یک بنایا اور حمد خدا سنایا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ پہلے کوئی دیکھا ہے اور نہ بعد میں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی علیہ السلام کو حُسنِ صورت اور حُسنِ اخلاق سے نوازا ہے تو اس رسول کو کیسے نوازا ہوگا جو تمام صفات کا جامع ہے؟ جو تمام انبیاء و مرسلین کے آقا ہیں جو تمام مخلوق سے بڑھ کر اللہ عزوجل کی معرفت رکھتے ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ کی خشیت سب سے زیادہ ہے۔ جو سب سے بہادر اور خلق میں سب سے اعلیٰ ہیں اور سخاوت کے میدان میں سب سے سبقت لینے والے اور تیز ہوا سے

بڑھ کر سخاوت فرمانے والے ہیں۔ جو سب سے بڑھ کر خوبصورت ہیں۔ بلکہ جن کے حُسن کی خیرات سارے جہان کو ملی۔ جنہوں نے کبھی کسی سوالی کو خالی نہیں لوٹایا اور نہ ہی کسی کے سوال کا انکار فرمایا۔ بلکہ قرآن کہتا ہے:

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ. (والضحیٰ10)

اے محبوب! کسی کو خالی نہیں لوٹانا

سلام میں سبقت فرمانے والے اور مصافحہ کے وقت دوسرے کے ہاتھ چھوڑنے سے پہلے ہاتھ نہ چھوڑتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ہم مجلس اپنے آپ کو یوں محسوس کرتا شاید سب سے بڑھ کر کرم کی نگاہ مجھ پر ہے۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نوجوان پردہ دار بچی سے بڑھ کر بھی صاحب حیا تھے۔ بلکہ پیکر حیاء تھے۔ خرچ کرتے وقت فقر کا کبھی خوف لاحق نہ ہوتا۔ بچوں اور عیال کے ساتھ ایسی شفقت ہوتی جیسی کوئی باپ اپنے بچوں کو نہیں دے سکتا۔ ہر حال میں صرف کلمہ حق ہی زبان اقدس سے صادر ہوتا اور فحش کلمہ کبھی زبان اطہر سے نہیں نکالا۔ کیونکہ یہ وہ زبان ہے جس کو قرآن کہتا ہے

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (نجم:4)

یعنی اپنی مرضی سے جنبش نہیں کرتی بلکہ حکم ربی سے ہی متحرک ہوتی ہے۔

کبھی کسی خادم کو برا بھلا نہ کہا۔ ہاں حدود شریعت میں سزا دی کبھی ذاتی وجہ سے ناراض نہ ہوئے کبھی کسی سے انتقام نہ لیتے مگر اس صورت میں جب کوئی اللہ کی حدود کو توڑتا، جب صحابہ گفتگو کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ شریک ہوتے جب وہ کلام کرتے ان کا کلام توجہ کے ساتھ سُنتے اور ہم مجلس کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتے۔ جب تبسم فرماتے تو رحمت کے پھول جھڑتے جو دیکھ لیتا سب غم بھول جاتا۔ خواتین پر نہایت رحیم تھے۔ لوگوں میں شامل رہتے۔ بچے پانی لے کر دم کروانے آتے تو ٹھنڈا ہونے کے باوجود اس میں اپنا ہاتھ داخل فرماتے۔ جب خدمت اقدس

میں لونڈیاں اور بچیاں آتیں ان کی حاجت پوری کرنے تک کھڑے رہتے۔ اگر کوئی ظالم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی سے بدلا نہ لیتے بلکہ معاف فرما دیتے۔ جیسا کہ فتح مکہ کے وقت کسی ظالم سے بھی آپ نے بدلہ نہیں لیا بلکہ جو جان کے دشمن تھے انہیں بھی معاف فرما دیا جس کو شاعر یوں خراج تحسین پیش کرتا ہے:

سلام اس پر جس نے دشمنوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر جس نے گالیاں سُن کے دعائیں دیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم متواضع، بردبار، صبر والے، شفیق، نرم دِل اتنا قیام فرماتے کہ پاؤں مبارک سوج جایا کرتے تھے۔ اپنے رب کے شکر گزار، صاحب حیاء، پردہ پوش، شدید خوف خدا رکھنے والے، اُمت کو نقصان سے باخبر فرمانے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک خوشبودار اور نہایت ہی ملائم تھا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے کوئی خوشبو اور کستوری آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہیں پائی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے بڑھ کر کسی حریر و دیباج کو نرم نہیں پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ موتیوں کی طرح تھا اور ہر خوشبو سے زیادہ خوشبودار تھا۔ حضرت اُم سلمٰی رضی اللہ عنہا اسے شیشی میں بند کرلیا کرتیں پھر جب اسے خوشبو کے لیے لگاتیں تو مدینہ کی ہوا مہک جایا کرتی اور اگر کسی کے پاس دُلہن کو لگانے کے لیے خوشبو نہ ہوتی تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ اطہر استعمال کرتا تو نسلیں مہک جاتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک نہایت عمدہ، سفید اور منٹھار تھا۔ اگر تاریکی میں تشریف لے جاتے تو وہ تاریکی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی ضیاء سے نور میں بدل جاتی۔ جس طرح حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں کپڑے سی رہی تھی کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جس سے چراغ بجھ گیا اور

میرے ہاتھ سے سوئی بھی گر گئی۔ لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی ضیاء سے پورا کمرہ روشن ہوگیا۔ جس سے میں نے گم شدہ سوئی کو بھی تلاش کرلیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت وثناء کرنا ہمارے لیے ممکن ہی نہیں کیونکہ اس عمل سے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زبانیں اور عبادت عاجز ہیں۔ جس عمل سے افضل الخلق بعد الرسل عاجز ہیں وہ ہم سے کیسے ممکن ہے؟ ہم اس ذات اقدس کی تعریف کر بھی کیسے سکتے ہیں؟ جسے مالک ومولا عزوجل نے صاحبِ کمال اور صاحب جمال بنایا۔ تمام مخلوق اور بندوں سے بہتر بنایا۔

دعوت فکر

جس ذات اقدس کی یہ شان ہو کہ سوائے خدا عزوجل کے کسی دوسرے سے اس کا بیان ممکن ہی نہ ہو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تو اپنی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام کی شان بیان کرنے کے لیے جبرئیل علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام کی عمر چاہیے۔

یہ شان ہے خدمتگاروں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا!

جس ہستی کی اس قدر عظیم وارفع واعلیٰ شانِ اقدس ہو پھر اسے کیوں نہ محبوب بنایا جائے؟ پھر کیوں نہ ان سے محبت کی جائے؟ بلکہ ہر عقلمندی اور باشعور ایسی شان و عظمت والی شخصیت کے قرب کا شوق رکھتا ہے اور اُن کی جناب میں حاضری کی تمنا رکھتا ہے اور یہی صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل رہا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمت سے محبت فرمانا

کامل وتام اور نافع محبت وہ ہوتی ہے جو دو ہم مرتبہ کے درمیان ہو لیکن شریف اور رذیل یا کامل اور ناقص کے درمیان یا بلند اور پست کے درمیان محبت کا ہونا یہ تو فضل وکرم ہے۔ اس شریف کامل، بلند، افضل کا جونسبتہ، ناقص، رذیل، پست وغیرہ

سے محبت کرے تو کیا صورت ہوگی کہ ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور دوسری طرف اُمت کا افراد؟ پھر اس وقت کیا حال ہوگا اور دوسری طرف اُمت کے افراد؟ پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب ایک طرف خود خالق کائنات ہو اور دوسری طرف مخلوق ہو جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ رب العالمین کا فرمان عالی شان ہے:

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (مائدہ: 54)

''وہ اللہ عزوجل کے پیارے اور اللہ تعالیٰ ان کا پیارا''

دوسرے مقام پر فرمان عالی شان ہے

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (مائدہ: 119)

''اللہ عزوجل ان سے راضی اور وہ اللہ عزوجل سے راضی''

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی محبت کو پہلے اور پھر بندوں کی محبت اور رضاء کا بیان فرمایا۔ جو کہ مالک کا مملوک پر کرم ہی کرم ہے۔ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں سے محبت فرماتا ہے۔ اسی طرح والی اُمت، قاسم نعمت، شافع اُمت، ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے غلاموں سے محبت فرماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے محبت کروانے والوں کے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر فرماتے ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف میں کتاب الطہارۃ میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لائے اور فرمایا۔ اے ایمان والو! تم پر سلام ہو اور ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔

''وحددت انا قدر أيا اخوانا''

میں اپنے بھائیوں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

راوی فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کی:

''اولسنا اخوانك يارسول الله صلى الله عليه وسلم ؟

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی نہیں؟

ہمارے اس سوال پر نبی پارک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"انتم اصحابی و اخواننا الذین لم یأتوا بعد"

تم میرے اصحاب ہو میرے بھائی ابھی آئے نہیں

ہم نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کیسے پہچانیں گے۔ جو ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوئے؟ فرمایا

کیا تم نہیں دیکھتے پانچ کلان گھوڑے کا مالک دوسرے گھوڑے میں اسے پہچان لیتا ہے؟

عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاں وہ پہچان لیا ہے۔ فرمایا

فانھم یاتون فدامعجلین من الوضوء افافه لعلھم علی الحوض

وہ آئیں گے تو پانچوں وضو والے اعضاء چمک رہے ہوں گے میں ان کا حوض پر انتظار کروں گا۔ (مسلم، کتاب الطہارۃ)

دعوتِ فکر

جب کامل، ناقص سے محبت میں پہل کر رہا ہے تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ناقص معذرت کرے یا محبت میں تاخیر کرے یا اکرم وافضل کی پرواہ کیے بغیر کسی اور سے محبت کرے بلکہ ہونا تو یوں چاہیے کہ اس ارفع واعلیٰ سے محبت، شوق اور سعادت میں جلدی کی جائے کیونکہ یہ کس محبت کا بدلہ ہے جو برابر نہیں بلکہ نہایت بلند ہے۔ بالفرض اگر برابر ہوں دونوں محبت کرنے والے تب بھی محبت میں جلدی کی جائے کیونکہ ددوسرے کی محبت کے جواب میں تاخیر کرنا بلاوجہ تکلیف دینا ہے۔ جیسا کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

ومن البلیة ان تحب ولا یحبك من وحبة

یہ بہت بڑی مصیبت ہے کہ تو محبت کرے اور تیرا محبوب تجھ سے محبت نہ کرے

وبعدعنك بوجهه و تكلع انت فلاتفيه

اور وہ اپنا چہرہ تجھے نہ دکھائے اور تو اس سے غیب ہی نہ ہو۔

لہٰذا محبت کرنے والے کی جزا اس سے محبت کرنا ہی ہے اور اشتیاق رکھنے والے کی جزا اس سے اشتیاق رکھنا ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی اپنے پیارے اور محسن آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر دل و جان سے فدا ہونا چاہیے اور ان سے محبت کو تمام محبتوں پر ترجیح دینی چاہیے۔ اسی کی طرف اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت، آقائے نعمت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہم سے نکمے کمیں مہنگے ہیں کوڑی کے تین کون ہمیں پالتا تم پر کروڑوں درود

اگرچہ ہیں بے حد قصور تم ہو عفو و غفور بخش دو جرم و خطاء تم پر کروڑوں درود

دوسری جگہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف وکرم کا یوں نقشہ کھینچتے ہیں:

جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا ذکر اس کا اپنی عادت کیجیے

آپ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لطف وکرم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن شانوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا ہے۔ ان میں شفاعت بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء علیہم السلام کی نسبت شفاعت عظمیٰ کا درجہ عطاء فرمایا ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو متعدد شفاعتیں بھی عطاء کی گئی ہیں۔ مثلاً جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے اس کو دوزخ سے نکالتے۔ اہل صغائر اور اہل کبائر کے لیے ایسی شفاعت جو رَد نہ ہو میدان محشر میں مخلوق کی تکلیف کو رفع کرنے کے لیے اور دخول جنت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاعت فرمانا اس موضوع پر کثیر احادیث اور واقعات ہیں۔ یہاں پر چند ایک کو بطورِ برکت ذکر کیا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطاء نہیں ہوئیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(اعطیت الشفاعۃ (بخاری، کتاب تیمم)

"مجھے شفاعت کا درجہ دیا گیا ہے"

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"انا سیدالناس یوم القیامۃ"

میں روزِ قیامت تمام لوگوں کا سردار ہوں گے۔ آگے چل کر فرمایا

ضیاتونی فیقولون یامحمد انت رسول اللہ و خاتم الانبیاء وقد غفرلک ماتقدم من ذنبک ماماتاخر اشفع لنا الی ربک

(بخاری، کتاب احادیث الانبیاء)

لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے یا محمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول، خاتم النبین ہیں اور آپ کے سبب سے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف ہوئے۔ لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت میں سے ان لوگوں کی شفاعت بھی فرمائیں گے جو دوزخ میں داخل ہو چکے ہوں گے۔ ماسوائے ان لوگوں کے جن پر دوزخ دائمی (واجب) ہو چکی ہے۔ یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

(بخاری، کتاب التفسیر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت محض اہل صغائر کے لیے ہی نہیں بلکہ اہل کبائر کے لیے بھی ہے جیسا کہ امام احمد داؤد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کر کے آگے گزرے تو وہ رو دیئے رونے کی وجہ

پوچھی گئی تو فرمایا۔

ابکی لان غلامابعث بعدی یوفل الجنة من اُمته اکثر ممن یدخلها من امتی (بخاری، باب المعراج)

میں اس لیے رویا ہوں یہ نوجوان میرے بعد دنیا میں گئے لیکن ان کی اُمت میری اُمت سے زیادہ جنت میں جائے گی۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاں سب سے معزز ہوں۔ لہٰذا اکرم علی اللہ من اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے معزز ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انی الارجوان یکونوا اشطر اھل الجنة (بخاری، کتاب الرقاق)

میں اُمیدوار ہوں تم اہل جنت کا نصف ہو گے ایک روایت میں تو یوں ہے کہ تم اہل جنت کا دوتہائی ہو گے (مسند احمد 347/5)

ہر اُمتی جنت میں داخل ہوگا البتہ جس نے نافرمانی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے گناہ یہود و نصاریٰ پر ڈال دیئے جائیں گے۔ جیسا کہ امام مسلم نے ابوموسیٰ سے روایت نقل کی ہے کہ اگر کوئی کافر ہے تو وہ کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا اور اگر مسلمان ہے تو ابتدائی طور پر داخل ہونے والوں میں نہیں ہوگا۔ بعد میں داخل ہو جائے گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی اُمت کے بارے میں خوش فرمائے گا۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (والضحیٰ:5)

اور بے شک قریب ہے کہ تمارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جائے گا۔

دعوت فکر

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی رضا چاہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں اتنا عطاء کروں گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اس وقت تک راضی ہی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک اُمتی بھی جہنم میں ہوگا۔ ایک روایت میں تو یوں بھی آتا ہے کہ کل قیامت کے دن ہر اُمت کی دو صفیں ہوں گی۔ ایک صف نیکوں کی اور ایک گنہگاروں ک۔ ہر نبی نیکوں کی صف میں کھڑا ہوگا۔ یہ نیک میرے ہیں اور گنہگار تیرے ان کو چاہے بخش دے چاہے دوزخ میں بھیج۔ لیکن ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم گنہگاروں کی صف میں کھڑے ہوں گے عرض کریں گے۔ مولا نیک تیرے اور گنہگار میرے۔ گنہگاروں کو میری شفاعت کی وجہ سے جنت میں میرے ساتھ بھیج دے۔ اے مسلمان! ذرا سوچ کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارا اس قدر خیال فرمائیں، اس قدر محبت فرمائیں اور ہماری محبت کا مرکز مال و متاع ہو؟ بلکہ ہمیں بھی دِل و جان سے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہونا چاہیے۔ کیونکہ ہمیں جو کچھ بھی ملا ہے یہ فقط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کا نتیجہ ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو یہ عطائے عام اور فضل عظیم کہاں نصیب ہوتا؟ میرے آقائے نعمت، امام اہلسنّت، مجدد دین وملت، عاشق ماہ رسالت، پروانہ شمع رسالت الشاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ الرحمٰن کی نظر حشر کے اس منظر پر پڑی تو جھومتے ہوئے یوں فرمایا:

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے
دل نکل جانے کی جا ہے آہ وہ کن آنکھوں سے
ہم سے پیاسوں کے لیے دریا بہاتے جائیں گے

گل کھلے گا آج یہ ان کی نسیم فیض سے
خون روتے آئیں گے ہم مسکراتے جائیں گے
لو وہ آئے مسکراتے ہم اسیروں کی طرف
خرمنِ عصیاں پہ اب بجلی گراتے جائیں گے
آنکھ کھولو غمزدہ دیکھو وہ گریاں آئے ہیں
لوح دل سے نقش غم کو اب مٹاتے جائیں گے

دوسری جگہ پر حشر کا وہ نقشہ کھینچتے ہیں جب ہم بے بسوں پر خوف و ہراس چھایا ہوگا۔

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچالو آ کر شفیع محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے

اُمت کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل انور کا اضطراب

کاش! مسلمان وہ جان لیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کبیر ورحیم پر اپنے غلاموں کے شوق ومحبت میں گزرتی ہے۔ جو ان غلاموں کی ہدایت، نجات اور دنیا و آخرت کی پریشانیوں سے ازالہ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرص ہے اور دن رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس پر کیا گزرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی فکرمندی میں کس طرح بے چین رہتے ہیں ان کے دنیا اور آخرت میں لاحق ہونے والے خوف پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان و غمگین رہتے ہیں۔ ان کی کوتاہیوں، عدم اتباع اور ان کے اعراض وغفلت پر غم، حزن، افسوس اور جزع وفزع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دِل انور ٹوٹ ٹوٹ جاتا ہے۔ ان پر آنے والی مشقت کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں گزرتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کئی دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو خوش دیکھنا چاہتا ہے۔ کاش!

مسلمان مذکورہ کیفیت اور دیگر کیفیات سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ جو ان سے کئی گُنا بڑی ہیں تو ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، شوق وجد میں پگھل جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دُور ہونے پر روتے اپنے اعراض اور قلت اتباع پر آنسو بہاتے اور یہ سوچتے کہ ہم کل مومن کوثر یا پُل صراط یا محشر میں کس منہ سے ملاقات کریں گے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دردناک کیفیات سے آگاہ تھے۔ اس لیے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر وہ شے فدا کر دی جو ان کے پاس تھی اور جس کے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اہل تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب فرمایا اور اس کا انہیں اہل اور حق دار بنایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا (فتح:26)

اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے

قرآن پاک میں کئی جگہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی تاکہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم غم، پریشانی، حزن کی وجہ سے ہلاکت میں نہ پڑ جائیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

(کہف:6)

"تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان پیچھے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اعراض پر غم، پریشانی اور افسوس پر اپنے آپ کو پریشانی میں نہ ڈالیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

(فاطر:8) "تو تمہاری جان ان پر حسرتوں میں نہ جائے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ کرتے ہیں"

اللہ تعالیٰ نے کتنے پیارے انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی کو دور فرمایا

تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غم دُور ہو اور ان کے اعراض پر بطور حسرت و افسوس اپنے آپ کو ہلاک نہ کریں۔ کیا مقام ہے اس قلب اقدس کا جسے اُمت کے غم کے ازالہ کے لیے اللہ تعالیٰ تسلی دلا رہا ہے۔ یاد رہے مذکورہ آیات میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غم و ملال کار کے بارے میں ہے اہل ایمان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم و پریشانی کا کیا عالم ہوگیا؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا۔

(توبہ:128)

''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان یعنی اُمت پر ہر شاق معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں گزرتا ہے بلکہ ہر معاملہ اُمت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نہایت آسان کامل اور آرام دہ ہے''

اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت، امام اہلسنّت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم پر نظر پڑتی و پکار اُٹھے:

کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتاؤ اے مفلسو پھر کیوں تمہارا دِل اضطراب میں ہے
میرے گرچہ گناہ ہیں حد سے سوا مگر ان سے اُمید ہے تجھ سے رجا
تو رحیم ہے ان کا کرم ہے گواہ وہ کریم ہیں تیری عطاء کی قسم

دعوت فکر

اے مسلمان! ایسے کریم و شفیق آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا بدلہ دیا جا سکتا ہے؟ اور ایسے صاحب دِل کو کیا پیش کیا جا سکتا ہے؟ جنہوں نے دِن رات تجھے یاد رکھا اور تیرے لیے مضطرب رہے جب اضطراب بڑھتا ہے تو پہاڑوں میں نکل جاتے ہیں اور

ساری ساری رات قیام میں کھڑے گزر جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُمت کی بخشش کو موقوف ٹھہرایا۔ رات کے قیام پر جس طرح سورۂ مزمل میں اس کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ جب آیت مبارکہ نازل ہوئی ہے کہ اس وقت تک کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا جب تک جہنم میں سے گزر رہے۔ یہ سُنا تو اُمت یاد آئی، دِل مضطرب ہوا، مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے گئے، تین دِن مسلسل اپنا سر سجدے میں رکھ کر اللہ تعالیٰ سے اُمت کی بخشش کا سوال کرتے رہے۔ اے مسلمان کاش! تم اس حقیقت کو جان لیتے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے کتنا پیار فرماتے ہیں اور ضرور تم بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرح ان پر جان و دِل سے فدا ہوتا۔ دُور رہنے پر روتا اور قلت اتباع پر آنسو بہاتا۔ کیونکہ وہ تو ایسے کریم ہیں جن کا دُنیا میں کوئی سہارا نہیں، اسے بھی وہ سینے سے لگاتے ہیں:

لگاتے ہیں اس کو بھی میرے آقا سینے سے ہوتا نہیں جو منہ لگانے کے قابل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سراپا رحمت بنایا

دنیا کا یہ اُصول ہے کہ جب کوئی کسی پر احسان کرتا ہے تو محسن علیہ ساری زندگی اپنے محسن کا شکر گزار رہتا ہے اور اس کی تعریف کرتا رہتا ہے اور اس کے خلاف کسی زبان سے برائی سُننا بھی پسند نہیں کرتا۔ یہ تو دُنیاوی محسن کے احسان کا صلہ ہے تو محسن کائنات، محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا صلہ کیا ہونا چاہیے؟ جن کے صدقے میں ایمان ملا، اسلام ملا، قرآن ملا، رحمٰن ملا، جنت کی ابدی نعمتوں کا مژدہ ملا، جہنم کے عذاب سے چھٹکارے کی نوید ملی۔ الغرض دُنیا اور آخرت کی ہر بھلائی نصیب ہوئی جن کو اللہ تعالیٰ نے سراپا رحمت ہی بنا دیا، اُمت کے لیے سراپا رؤف و رحیم اور تمام جہانوں کے لیے رحمت بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء:107)

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے

(توبہ :128) ''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے''

تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مبارک اسماء میں سے دو اسماء رؤف اور رحیم عطاء فرمائے اور اُمت کے حق میں ان دونوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موصوف فرمایا۔ اُمت کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک پہلے ہو گیا۔ تاکہ اُمت کے لیے پہلے جا کر انتظام فرما سکیں۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان اللہ عزوجل اذا ارادرحمہ امۃ من عبادہ قبض نبیھا قبلھا فجعلہ لعاقرط و سلفابین یدیھا (مسلم، کتاب الفضائل)

جب اللہ تعالیٰ کسی اُمت سے رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے نبی علیہ السلام کو اس سے پہلے وصال عطاء فرماتا ہے تاکہ اسے ان کے لیے انتظام کرنے والا بنادے۔ دُنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت کے مشقت میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا تو میں یہ کرتا۔ آخرت میں جب انبیاء ورُسل کرام جیسی ہستیاں نفسا نفسی کے عالم میں ہوں گی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے معاملات کو حل کروا رہے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر اللھم اُمتی اُمتی ہوگا۔ اُمت کی فکر میں ہوں گے اور اپنی ذات کو رب عزوجل کے سپرد کر دیں گے۔ اُمت کی خاطر اللہ رب العالمین کی رحمت حاصل کرنے کے لیے سب سے آگے ہوں گے۔ اسی طرح حوضِ کوثر پر بھی

اُمت کے لیے دامن رحمت پھیلا کرانہیں سیراب فرمار ہے ہوں گے۔ جس طرح حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حشر کے دن آپ کہاں ملیں گے۔ جواب ملتا ہے اے انس جس نے مجھے حشر کے دن ڈھونڈنا ہے وہ آجائے میزان پر یاپُل صراط پر یا حوضِ کوثر پر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ وہاں کیا فرمائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں میزان پر اُمتیوں کے اعمال کا وزن کروا کے جنت میں بھیج رہا ہوں گا اور پُل صراط پر رب سلم اُمتی کہہ کہہ کے پار گزار رہا ہوں گا اور حوضِ کوثر پر پیاسے اُمتیوں کو سیراب کر رہا ہوں گا۔

دعوتِ فکر

جب ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر اس قدر رحمت و شفقت فرمائیں اور ہمارے لیے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالیں تو پھر اس محبوب کائنات سے محبت کیسی ہونی چاہیے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے شفقت ورحمت یہ بھی ہے کہ آپ نے وہ تمام بوجھ اور بیڑیاں کاٹ ڈالیں جو سابقہ اُمتوں کے پاؤں میں تھیں۔ اُمت کے لیے طیبات کو حلال اور خباثت کو حرام فرمایا۔ ہر خیر کی طرف اُمت کی رہنمائی فرمائی اور ہر شر سے اُمت کو بچنے کی تعلیم دی تو اس سے بے لوث رہبر اور خیر خواہ سے محبت کا انداز کیسا ہونا چاہیے؟ جب سابقہ قوموں کے کپڑے یا جسم پر پیشاب لگ جاتا تو اسے چاقو وغیرہ سے کاٹنا پڑتا جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ سے مروی ہے لیکن ہمارے لیے پانی سے دھولینا ہی کافی ہے جس ذات اقدس نے ایسی شریعت لاکر دی ہو اور سابقہ اُمتوں کے بوجھ ختم کر دیئے ہوں تو اس کی جزا سوائے محبت و احترام و وقار کے اور کیا ہوسکتی ہے؟

اُمت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حریص ہونا

جس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے غمخوار اور حریص ہیں اور کوئی نبی نہیں

اس پر خود اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمادیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ (توبہ :128)

"بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے"

مسلمانوں پر کمال مہربان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غمخواری میں سے اُمت پر رحمت و اُلفت کے ساتھ ساتھ اس کا جہنم سے نجات پانا ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور میری اُمت کی مثال اس شخص کی ہے جس نے آگ روشن کی اور اس میں کیڑے مکوڑے گرنے شروع ہو گئے۔

فانا اخذ بعجز كم وانتم تقحمون فيه

(مسلم، کتاب الفضائل)

میں تمہیں پیچھے سے پکڑ کر کھینچ رہا ہوں اور تم اس میں داخل ہونے کی کوشش کررہے ہو۔ قربان جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے پکڑ رہیں ہیں تاکہ آگ سے بچ جائیں اور ہم خود اس میں گر رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری نجات چاہتے ہیں اور ہم اپنے آپ کو ہلاکت کے منہ میں دھکیل رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے دونوں جہانوں کی سعادت چاہتے ہیں اور ہم شقاوت کی طرف پیش قدمی کررہے ہیں۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کامل واکمل ہیں اور ہم ناقص والنقص ہیں، وہ بلند و بالاتر ہیں اور ہم پست و خاکستر ہیں، وہ ارفع و اعلیٰ ہیں اور ہم ادنیٰ ہیں، وہ تو شریف و جمیل ہیں اور ہم قبیح و رذیل ہیں۔ اس کے باوجود سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر لُطف و کرم فرماتے ہوئے ہمیں ہر ہلاکت، شقاوت، نحوست سے بچارہے ہیں جس کو اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت یوں فرماتے ہیں

کر کے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ تم کہو دامن میں آ، تم پر کروڑوں درود

اپنے خطاواروں واپنے ہی دامن میں لو کون کرے یہ بھلا تم پر کروڑوں درود

ہم گنہگاروں کی غمخواری میں سے یہ بھی ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مقبول دعا کو اُمت کی شفاعت کے لیے مؤخر رکھا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہوتی ہے۔ ہر نبی نے وہ دعا کر لی ہے جبکہ

وانی اختبأت دعوتی شقاعة لامتی یوم القیامة

(مسلم، کتاب الفضائل)

میں نے روز قیامت اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے دعا کو محفوظ کر لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر حرص کی صورت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُمت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی فرمائے گا اور پریشان نہیں ہونے دے گا۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (والضحی:5)

اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے کہ تم راضی ہو جائے گے۔

اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وقت تک راضی ہوں گا ہی نہیں جب تک میری ساری اُمت جنت میں نہ چلی جائے۔ دوسری جگہ حضرت عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی تلاوت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے بارگاہ رب العزت میں دعا کرتے ہوئے کہا (ابراہیم:36)

"اے میرے رب! بے شک بتوں نے بہت لوگ بہکا دیئے تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے"

حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: (مائدہ:118)

''اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے''

اس کے بعد اللہ کے پیارے، غمخوار ہمارے، بے کسوں کے سہارے، آمنہ علیہا السلام کے دُلارے صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی گنہگار اُمت یاد آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمت بھرے ہاتھ اُٹھا دیئے اور روتے ہوئے اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے اللہ! میری اُمت، اے اللہ! میری اُمت۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین علیہ السلام کو حکم دیا اے جبرئیل! عرض کی کہ یا ربِ جلیل حکم؟ فرمایا جلدی جاؤ اور پوچھو حالانکہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اے میرے محبوب رونے کی کیا وجہ ہے؟ جبرئیل امین علیہ السلام آئے آکر رونے کا سبب پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کی غمخواری فرماتے ہوئے اُمت کا سوال کیا اتنے میں اللہ رب العالمین نے فرمایا اے جبرئیل علیہ السلام میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر خوشخبری سناؤ۔

انا سنرضیک فی امتك ولا نسوءك (مسلم، کتاب الایمان)

ہم تمہیں اُمت کے بارے میں خوش کریں گے۔ ہم پریشان نہیں ہونے دیں گے۔

دعوت فکر

مذکورہ حدیث مبارکہ کو بار بار پڑھیں اور دیکھیں ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کی فکر میں کس قدر بے قرار اور مضطرب رہتے تھے حالانکہ انہیں ہم سے کیا غرض بلکہ غرض ہمیں ہے کہ ہماری بخشش ہو جائے۔ ہمیں جہنم سے چھٹکارا مل جائے اور جنت کی ابدی نعمتیں مل جائیں۔ اے مسلمان ذرا غور وفکر کر۔ جس ذات اقدس کی اُمت پر شفقت رحمت اور رافت وغمخواری کا یہ عالم ہو اس سے محبت کیوں نہ کی جائے؟ ان پر جان و مال سے کیوں نہ فدا ہوں؟

تمام مسلمانوں کی جانوں کے مالک کون؟

جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں جن کی غلامی میں آنے کے لیے انبیاء علیہم السلام بھی دعائیں کرتے رہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم کا سردار بنایا، جن کو انبیاء کا امام بنایا، جن کو مقصودِ کائنات بنایا، جن کی رضا کو اپنی رضا فرمایا، جن کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا، جن کو تمام جہانوں کے لیے سراپا رحمت اور تمام اُمت کے لیے سراپا رؤف ورحیم بنانا، جن کو تمام خزانوں کا مالک بنایا وہی تمام مسلمانوں کی جانوں کے مالک ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

(احزاب:6)

"یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اسکی بیویاں ان کی مائیں ہیں"

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العالمین نے صراحت فرمادیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمت کے ساتھ تعلق ان کی جانوں سے بھی زیادہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا اولی بالمومنین من انفسھم (بخاری، کتاب الکفالہ)

میرا تعلق ان کی جانوں سے بھی زیادہ ہے۔

بخاری ومسلم کی ایک روایت میں یوں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مامن مؤمن الا وانا اولی بہ فی الدنیا والاخرۃ

ہر مومن کے ساتھ دُنیا وآخرت میں میرا تعلق ہر شے سے زیادہ ہے۔

دعوت فکر

جو ذاتِ اقدس تیری ذات سے بھی تیرے زیادہ قریب اور حقدار ہے اس کے ساتھ تیرا کیا تعلق ہونا چاہیے؟ اس محبت وتعلق کا کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے؟ جو ذات

نفس سے بھی زیادہ مقدار ہو وہ نفس پر مقدم ہوگی بلکہ نفس کو اس کی اطاعت ورضا میں فنا کردینا چاہیے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا معمول یہی تھا کہ وہ اپنے ہر قیمتی متاع کو اپنے نبی پاک، صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں قربان کرتے اور جان کا نذرانہ پیش کرنا ان کے لیے حقیر سا تحفہ تھا۔ حتیٰ کہ حالت جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے سامنے کھڑے ہوجاتے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچے بلکہ ہر کوئی اس تمناء کا اظہار کرتا کہ اس حال میں میرے جسم کو ریزہ ریزہ کردیا جائے مگر ایسا نہ ہو کہ میرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کانٹا چبھ جائے اور میں اپنے گھر آرام سے بیٹھا رہوں۔ کتب سیرت اور کتب مغازی کا مطالعہ کرنے والا شخص جان لے گا ایسی جماعت، کائنات میں ان کے سوا کوئی نہیں جن کی تربیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس نگاہوں نے فرمائی تھی۔ کاش! کہ آج کے مسلمانوں کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ وہی صحابہ کرام علیہم الرضوان والا جذبۂ ایمانی اور عشق رسول عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دے رکھا ہے

سابقہ تمام گفتگو سے ثابت ہوگیا کہ شرعاً وعقلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا لازم ہے۔ اگر اس کے ساتھ اللہ ورسول عزوجل صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی شامل کرلیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے تو پھر اس محبت کا مقام کس قدر عظیم ہوگا؟ اس سے صرف محبت ہی لازم نہیں بلکہ ہر مخلوق سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت لازم ہوگی۔ لہٰذا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی مخلوق سے محبت کی وہ برباد ہوگیا وہ ہلاک ہوگیا۔ کیونکہ ایمان کی شرع محبت ہے جو ایمان لایا اور محبت نہ کی وہ مومن نہیں اس کی تائید میں پیچھے آیات واحادیث گزر چکی ہیں اور یہ جملہ بھی اسی کی تائید میں ہے ''المرء علی دین فلیه'' ہر بندہ

اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے ایمان کا ذوق ومزہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے والا ہی چکھ سکتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کو اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہیاں دیں۔ مذکورہ اور اس کے علاوہ کثیر دلائل تقاضا کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی جائے اور ان تمام اسباب کو احاطہ بیان میں لانا ممکن ہی نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صفت، ہر کمال اور ہر مقام محبت کا تقاضا کرتا ہے۔ جب ایسا ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقامِ رفیع، کمالِ عظیم اور صفتِ جمیل کو اللہ رب العالمین کے علاوہ کوئی دوسرا حقیقی معنوں میں نہیں جان سکتا۔

سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے باغِ خلیل کا گُل زیبا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختم سخن اس پر کر دیا خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اے اللہ عزوجل! ہمیں اپنی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس درجہ پر محبت عطاء فرما جس سے تو اور تیرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں۔ آمین۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ۔ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا نُوْرَ اللّٰهِ

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا انوکھا انداز

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، توقیر، احترام، اطاعت، حکم کی بجا آوری، خیر خواہی، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں سے محبت اور جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے اِن حضرات قدسیہ کی نفرت اگر چہ وہ دشمن لوگوں کی نظروں میں بڑا معرکہ ہی کیوں نہ ہو، اگر چہ وہ عرب کا سردار ہی کیوں نہ ہو، اگر چہ وہ وقت کا بادشاہ ہی کیوں نہ، اگر چہ وہ سگا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، اگر چہ وہ باپ ہی کیوں نہ ہو، اگر وہ جانِ رحمت کا دشمن ہے تو اس کی سرکوبی کے لیے ان حضرات قدسیہ کی تلواریں بے نیام ہو جاتیں اور ان کا خون پی کر ہی اپنی پیاس بجھاتیں۔ ہاں ہاں یہ وہی لوگ تھے جو اپنے اوپر جانِ عالم، محبوب دو عالم، شاہ نبی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ کی تعظیم اور اس کا دفاع کرنا اپنے اوپر واجب سمجھتے تھے اور آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا یہ پورا پورا مظہر تھے اور محبت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل کرنا اِن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ اس میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ اس میں ہر صحابی ایک دوسرے سے ممتاز نظر آتا ہے۔ یہاں پر تمام حضرات قدسیہ کے احوال کو ذکر کرنا ناممکن ہے لیکن یہاں پر بطور تمثیل اللہ تعالیٰ کے حبیب بیمار دِلوں کے طبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر واحترام اور قربانی میں ان حضرات قدسیہ کے بعض مظاہر کا ذکر کررہی ہوتا کہ ہمارے اندر بھی اس لاثانی ہستی سے ایسی ہی والہانہ عقیدت ومحبت پیدا ہو۔

محبت کا حق ادا کردیا

حضرت عروۃ بن زبیر حضرت مسعود بن مخرمہ اور حضرت مروان سے بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ کے محبوب دانائے غیوب، منزہ العیوب صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو عروہ بن مسعود نے زبان درازی کرتے ہوئے اور اپنے اوپر قیام کرتے ہوئے کہا

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں دیکھ رہا ہوں لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ جائیں گے اور بھاگ جائیں گے یہ منحوس آواز عاشقِ صادق، یارِ غار، یارِ مزار، حقیقوں کے رازدار، عاشقوں کے سالار، محبوبِ احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے کانوں میں پڑی تو رہا نہ گیا اور فوراً جواب دیا۔

اصصص بظر اللات انحن نفر عنه و ندعه؟

''جا کر اپنے بُت لات کی شرمگاہ چُوم کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگنے والے ہیں''

ادب واحترام کا حق ادا کردیا

پھر اس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کی تو عروہ بن مسعود عرب

کی عادت کے مطابق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک پر اپنا ناپاک ہاتھ مبارک رکھتا۔ عروہ کی یہ حرکت صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ہرگز پسند نہ آئی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ قریب ہی مجسمہ پیکر ووفا بن کر کھڑے تھے اور تلوار ہاتھ میں سونپی ہوئی تھی اور انہوں نے خوض بھی پہنا ہوا تھا جب عروہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس عاشقِ ماہِ رسالت کو یہ بات ہرگز پسند نہ آئی کہ ایک پلید ہاتھ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو لگے آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ پر اپنی تلوار کا دستہ مارا اور کہا

اخريدك عن لعية رسول الله صلى الله عليه وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک سے اپنے ہاتھ کو پیچھے رکھ

عروہ نے پوچھا یہ کون ہے؟

جواب میں فرمایا میں مغیرہ بن شعبہ ہوں کہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ عروہ نے کہا اے دھوکہ باز میں تجھ سے بات نہیں کر رہا۔ قربان جائیں ان کے عشق نبی پر کہ جہاں پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی صفات ہوتی وہاں پر قریب سے قریب رشتہ دار بھی نظر نہ آیا دیکھیں۔ عروہ بن مسعود جو کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا سگا چچا ہے لیکن اس مجسمہ پیکر ووفا کو اتنی بات بھی پسند نہ آئی کہ وہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو ہاتھ لگائے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی دیوانگی

اس کے بعد عروہ بن مسعود نے اپنی آنکھوں سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے معاملات کو دیکھا اور یہ بات کہنے پر مجبور ہو گیا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اندازِ محبت کو بیان کرنے لگا ''خدا کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناک مبارک چھنکتے تو ان کے ہاتھوں پر ہوتا یہ کوئی لے کر اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا

واذا امرھم ابتدروا امرہ جو

جب کوئی حکم دیتے تو بجالانے میں بہت جلدی کرتے

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضوفرماتے تو وضو کا بچا ہوا پانی حاصل کرنے کے لیے قریب ہوتا کہ آپ میں لڑ پڑیں جب وہ کلام کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آواز کو پست رکھتے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تعظیم کی وجہ سے آنکھیں اُٹھا کر نہ دیکھتے۔

صحابہ کی محبت کو غیروں نے بھی مان لیا

عروہ بن مسعود نے واپس اپنی قوم میں جا کر بتایا کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں مثلاً قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں بھی گیا ہوں لیکن

واللہ ان لایت ملیك قط یعظمه اصحابه مایعظم اصحاب محمد احمداً

اللہ کی قسم میں نے کبھی کسی ایسے بادشاہ کو نہیں دیکھا جس کے اصحاب اس کی تعظیم اس قدر کریں جس قدر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ان کی تعظیم کرتے ہیں

پھر وہ بیان کرنے لگا کہ میں نے دیکھا ہے کہ وہ جب وضو کرتے ہیں تو ان کے ساتھی وہ پانی کا قطرہ زمین پر نہیں گرنے دیتے، جب وہ ناک مبارک چھنکتے ہیں تو انہیں وہ اپنے ہاتھوں پر لے لیتے ہیں اور اس کو اپنے چہروں اور بدنوں پر ملتے ہیں۔ جب انہیں حکم دیا جاتا ہے تو وہ اس کی تکمیل میں بہت جلدی کرتے ہیں اور جب وہ کلام کرتے ہیں تو ان کی آواز نہایت پست ہوتی ہے اور وہ تعظیم کی وجہ سے ان کے چہرہ مبارک کو بھی نہیں دیکھتے۔

(بخاری، کتاب الشروط) اس واقعہ پر اگر غور کیا جائے تو تعظیم صحابہ کے کئی مظاہر ہیں

عروہ کے دعویٰ کا رد حضرت ابوبکر نے کس انداز سے کیا اور واضح کیا کہ اسلام کی قربت رشتہ داری سے زیادہ ہے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے عروہ کے ہاتھ پر ضرب لگائی حالانکہ وہ ان کا سگا چچا تھا اور پھر گفتگو کے دوران داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھانا عربوں کا طریقہ بھی تھا لیکن حضرت مغیرہ کو پھر بھی گوارا نہ ہوا کہ کوئی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنا ہاتھ بڑھائے۔

اس کے بعد عروہ نے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم کے مظاہر دیکھے، ان کا تبرک حاصل کر کے اپنے جسموں پر ملنا اور ان کی توقیر واحترام کرنا یہ سب کا سب ایسی محبت و تعظیم ہے جس کی مثال پیش ہی نہیں کی جا سکتی۔ مثلاً ناک مبارک سے تبرک لینا، وضو کے پانی کے حصول کے لیے قتال، خلعت اقدس میں آواز کا پست رکھنا وغیرہ۔ اسی طرح اس کے علاوہ بھی محبت و تعظیم کے ایسے ایسے اُمور ہیں جن میں سے چند ایک کو بیان کیا جاتا ہے۔

وضو کا بچا ہوا پانی جسموں پر ملنا

چنانچہ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ رنگ کے خیمہ میں دیکھا۔

رأیت بلا لا اخذ وضؤ رسول اللہ ولأیت الناس یبتدرون ذالك الوضؤ ضمن اصاب منه شیأ تمسع به ومن لم لصب منه شیاء اخذ من بلل ید صاحب

(بخاری، کتاب الصلوٰۃ)

میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی پکڑے ہوئے دیکھا لوگ اس سے پانی حاصل کر رہے تھے جسے کچھ ملتا وہ اسے جسم پر مل لیتا

ہے جسے نہ ملتا وہ دوسرے کے ہاتھ سے اس کی تری حاصل کرتا۔ اس اس حدیث مبارکہ کو اس کے علاوہ بھی سندوں سے روایت کیا گیا ہے۔

حضرت عمر بن العاص کا عمل مبارک

حضرت عمرو بن العاص سے ہی روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا اور نہ ہی میرے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بڑا تھا۔ مزید فرماتے ہیں۔

ما کنت املأ ان املأعینی منه اجلا لاله و سئلت ان اصفه ما اطقت لا فی لم اکن املأعینی منه

(مسلم، کتاب الایمان)

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجلال و اکرام کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر بھر نہیں دیکھا اگر کوئی مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا کے بارے میں پوچھے تو میں نہیں بتا سکتا کیونکہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر بھر کے دیکھا ہی نہیں۔ یہ حال اور کیفیت صرف حضرت عمر بن العاص ہی کی نہیں بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان فقط ادب کے پیش نظر والضحیٰ کے چہرے والے، یٰسین کے سہرے کو دیکھنے سے نظریں جھکا لیتے تھے ورنہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھنا ہی اصل عبادت ہے۔

جس طرح کوئی عاشق صادق، عاشقوں کے سالار، رشک قمر، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے میں کہتا ہے

ادائے دید حق سراپا نیاز تھی تیری کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

کائنات میں سب سے زیادہ محبوب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (الترمذی کتاب الادب)

لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہ تھا۔ بس یہی نہیں بلکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے قرض کی ادائیگی والا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

واللہ ان مجلس نبی سلمۃ لینظرون الیہ ھو احب الیھم من عیونھم ما یقربونہ مضافۃ ان یؤذوہ (دارمی)

اللہ کی قسم بنو سلمہ کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تک رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات انہیں ان کی آنکھوں سے بھی محبوب تھی لیکن وہ اس خوف کی وجہ سے قریب نہ آئے کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہو۔ دارمی اور احمد نے اسے رجال صحیح سے روایت کیا اور حافظ ابن حجر نے بھی اسے حسن شمار کیا ہے۔ سبحان اللہ کس قدر ان حضرات قدسیہ میں طرز ادب ہوا کرتا تھا اور ایک ہم ہیں؟

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے
مانگیں گے مانگے جائیں گے اور منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

بال مبارک دیوانوں کے ہاتھوں پر

اس ضمن حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

لقد رأیت رسول اللہ والحلاق یعلقہ واطاف بہ اصحابہ فما یریدون ان تقع شعرۃ الافی ید رجل

(مسلم، کتاب الفضائل)

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ حجام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حجامت کر رہا ہے صحابہ علیہم الرضوان

حلقہ بنا کر اِرد گرد بیٹھے ہیں کوئی بال زمین پر نہیں گرنے دے رہے بلکہ اپنے ہاتھوں میں لے رہے ہیں۔

قربان جائیں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مظاہر محبت میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات صفاتِ عالی پر فدا ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کو اپنے اوپر لینا اور خدمت اقدس کی سعادت حاصل کرنے کے لیے ہر بڑی سے بڑی قربانی دینے سے دریغ نہ کرنا ان کے لیے آسان تھا نہ صرف آسان تھا بلکہ اس کو اپنی زندگی کا مقصد حیات سمجھتے تھے۔

جان کا نذرانہ دینا

انہی مظاہر محبت میں سے احد کے دن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے زبان حال سے یوں گویا ہوئے اور عرض کی

یا نبی اللہ بابی انت وامی لا تشرف لا یعیبك سهم من سهام القویم نصرمی دون نحرك (البخاری، کتاب المغازی)

اے اللہ عزوجل کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ جھانکیں دشمن کا تیر نہ لگ جائے۔ میرا سینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کے سامنے حاضر ہے۔ اللہ اکبر! اُحد کے میدان میں بھی کیا عجیب منظر تھا ایسا منظر چشم فلک نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد دیوانوں کی طرح جمع ہو کر اپنی جانیں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کر رہے تھے۔ دشمن کی جانب سے آنے والے ہر تیر کو اپنے جسموں پر لے رہے تھے۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے بھی اُحد کے دن اس قدر دفاع کیا

حتی صاد ظهره كالقنفذ من السهام

یہاں تک کہ ان کی پشت مبارک تیر لگنے کی وجہ سے چھلنی ہوگئی

ان کی طرح بہت سے انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم نے دفاع کرتے ہوئے جان دے دی۔

آ قا صلی اللہ علیہ وسلم سے سبقت نہیں کرتے تھے

محبت و تعظیم کا ایک مظاہرہ یہ بھی تھا اور یہ ایک رنگ یہ بھی تھا کہ صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کھانا کھانے میں ابتداء نہ کرتے تھے چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

عدم ابتدائهم بالا كل قبله صلى الله عليه وسلم (ب)

کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کھانا کھانے میں ابتدائی نہیں کرتے تھے

ساری زندگی نسبت کا خیال

محبت و تعظیم کا یہ عالم تھا کہ جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک لگ جاتا اُس کا بھی احترام کرتے تھے۔

حضرت عثمان فرماتے ہیں

ماتصنيت ولا تمنيت ولامت ذكرى بيميى فذبايعت بها رسول الله صلى الله عليه وسلم (ابن ماجہ، کتاب الطہارت)

نہ میں نے گانا گایا اور نہ میں نے زنا کیا اور نہ میں نے اس دائیں ہاتھ سے ذکر کو مس کیا جب سے میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیت کی ہے۔

ان حضرات قدسیہ کا ندازِ محبت کا ایک مظاہرہ یہ بھی تھا کہ اپنے والدین اور اپنی

جان کو نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرتے تھے مثلاً یوں کہتے

جعلنی اللہ فداك او فداك ابی و امی بابی انت و امی

مجھے اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا فرمائے یا ہمارے والدین آپ پر فدا ہوں۔

سب سے پہلے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

حضور پُر نور شافع یوم نشور محبوب رب غفور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا ایک رنگ یہ بھی تھا کہ جب کسی سفر سے یا کسی ملک سے یا کسی غزوہ سے یا کسی بھی شہر سے واپس اپنے شہر مدینہ طیبہ کی طرف لوٹتے تو سب سے پہلے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدس میں حاضری دیتے۔ اپنی تشنہ آنکھوں کو سب سے پہلے دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیراب کرتے۔ پھر اپنے گھروں کو لوٹتے۔ چنانچہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں

اذا قدموا من سفر يدوه به فنظر واليه وسلموا عليه قبل ان يذهبوا الى بيوتهم (المستدرک 3:111)

صحابہ کرام علیہم الرضوان جب کسی سفر سے واپس ہوتے تو اپنے گھر جانے سے پہلے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہوتے اور زیارت کرتے سلام عرض کرتے پھر اپنے گھروں کو جاتے۔

چہرہ اقدس کی تکریم

آقائے دو جہاں، رحمت عالمیاں والی بے کساں کی ذاتِ عالی صفات سے محبت کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ جب کسی صحابی نے اپنے کسی قول کو پختہ کرنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی سُنت کو ادا کرتے ہوئے محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی قسم

اُٹھاتے اور یہ قسم تکریماً اور تعظیماً ہوتی کیونکہ قسم اس چیز کی اُٹھائی جاتی ہے جو جان کے نزدیک سب سے زیادہ معظم ومکرم ہو۔ چنانچہ حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے۔

والذی کرم وجہ محمد (مسلم، کتاب الجہاد)

قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو بزرگی بخشی۔

ادب کی وجہ سے رات بھر نہ سونا

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وتعظیم کا ایک رنگ یہ بھی تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند ہونا بھی گستاخی سمجھتے اور محبت وتعظیم کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیچے ہوکر بیٹھتے چنانچہ جب ہجرت کے موقع پر رحمتِ دو جہاں، جانِ ایمان صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو نوازا اور آپ کی سواری ان کے دروازے کے سامنے آ کر رُک گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے تشریف لائے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مہمان خصوصی بنے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر دومنزلہ تھا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نیچے والی منزل میں ٹھہرنا پسند فرمایا اور اوپر والی منزل میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور اُن کی بیوی کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ جب رات آئی تو لوگ اپنی اپنی خواب گاہوں پر پہنچے اور خوشی کی نیند سو گئے۔ ادھر عاشق صادق نے جب یہ دیکھا کہ میں اوپر ہوں اور میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نیچے والی منزل میں ہیں۔ قربان جاؤں اس عاشق صادق کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ ساری رات دونوں میاں بیوی نے ٹانگیں نہیں پھیلائیں اور نہ ہی چھت کے اوپر چلے۔ بلکہ ایک کونے میں لگ کر بیٹھ گئے اور صبح کا انتظار کرنے لگے کہ کب صبح ہو۔ اسی طرح ساری رات جاگتے ہوئے گزادی۔

جب صبح ہوئی تو بڑی عاجزی وانکساری سے التجا کی

لاعلو سقيفة انت تعتها متى نحول (مسلم، کتاب الاشربہ)

جس چھت کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں میں وہاں اوپر نہیں رہ سکتا تو پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اوپر جلوہ فرما ہو گئے۔

جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے دیر سے جانے پر ڈانٹ

اللہ اکبر! ان ماؤں کیا خوب جذبہ ہوا کرتا تھا کہ ان کی اولاد کی تربیت و پرورش بھی نظرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلے ہو اور انہیں کے سایہ عاطفت و اُلفت میں ہو۔ اگر چہ زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چند دِن نہ جاتا تو اس کو ڈانٹ ڈپٹ کی جاتی اور اس سے ناراض ہوتیں۔ جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ نے ان کو ڈانٹا۔

لا نه لم يد رسول الله عدة ايام (مسلم، کتاب الجہاد)

کیونکہ انہوں نے چند دن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف نہیں پایا تھا ان حضرات قدسیہ کے ان مظاہر کے علاوہ محبت کے انداز جن کی طرف اختصار کے ساتھ اشارہ ہی کروں گا کیونکہ اگر تفصیل میں جایا جائے تو اسی موضوع پر ایک ضخیم کتاب تیار ہوتی ہے۔

جھنڈے کی تکریم

چنانچہ جب حضرت ابوبکر نے خلافت سنبھالی مدینہ طیبہ اور گرد و نواح کے حالات کافی بدل چکے تھے۔ لوگ دین سے پھرنا شروع ہو گئے تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات طیبہ میں حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر تیار کیا تھا۔ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ظاہری ہوا تو کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ جیشِ اُسامہ کو روک لیا جائے جب تک یہاں کے حالات ٹھیک نہیں ہوتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں اس جھنڈے کو ہرگز نہیں کھولوں گا جس کو نبی پاک صلی

اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہے۔

بستر کی تعظیم

جس چیز کو بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو جاتی اس کی بھی تعظیم کرتے۔ یہاں تک کہ کسی مشرک کو چھونے نہ دیتے۔ جیسا کہ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے کے لیے آپ کا باپ ابوسفیان فتح مکہ سے پہلے آیا اس وقت تک یہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ جب ابوسفیان آیا تو گھر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک بچھا ہوا تھا۔ ابوسفیان س پر بیٹھنے لگا تو حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک اور بستر مبارک اکٹھا کر دیا تا کہ وہ اس بستر مبارک پر نہ بیٹھ جائے جو میرے سر کے تاج، صاحب معراج صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

تلوار کی تعظیم

ابوسفیان کی بیوی ہندہ جو کہ اسلام لانے سے قبل اسلام کی سخت دشمن تھی اور اس نے ہی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ مبارک کچا چبایا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی نعش بارک کا مثلہ کیا تھا۔ ایک دِن یہ اسلام کی سخت دشمن حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی زد میں آ گئی اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار مبارک تھی۔ اس تلوار سے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے ہندہ کو قتل نہ کیا کیونکہ یہ عورت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تلوار سے اسے قتل کرنا مناسب نہیں۔ اسی نسبت کی پاسداری کرتے ہوئے ہندہ کو قتل نہ کیا بلکہ چھوڑ دیا۔

ساری زندگی بال نہ منڈوائے

یہ بھی ایک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کا ہی مظاہرہ تھا کہ جن صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سروں پر ''یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ'' والا دستِ مبارک (یعنی وہ دستِ مبارک جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محبوب یہ تیرا ہاتھ نہیں بلکہ یہ میرا

ہاتھ ہے) رکھا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ان بالوں کو ساری زندگی نہیں منڈوایا۔
جن کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوا تھا۔ تاکہ برکت ہمارے جسموں کے ساتھ
قائم رہے اور ہم دُنیا و آخرت میں ہر مصیبت سے محفوظ رہ سکیں۔

نہ صرف یہی بلکہ جن بالوں کو دستِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لگے وہ عمر بھی اپنی
اصلی حالت یعنی سیاہی میں ہی رہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک
صحابی کے سنِ صغر میں شفقت بھرا ہاتھ اس کے سر پر پھیرا جس جگہ پر دستِ مبارک لگا
تھا اتنے بال ساری زندگی سیاہ رہے۔ جبکہ باقی بال سفید ہو گئے۔ جب کبھی ان سے
اس کی وجہ دریافت کی جاتی تو آگے سے جواب دیتے کہ یہ میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کے دستِ مبارک کا معجزہ ہے۔

تعظیم کی وجہ سے سر نہ اُٹھایا اور پرندوں کا سروں پر بیٹھ جانا

ان حضرات قدسیہ کی محبت کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ
وسلم ان کے درمیان تشریف فرماتے ہوئے تو

لم یدفعوا الیہ روئوسھم اعظاماً لہ (مستدرک)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سر نہ
اُٹھاتے بلکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے ان
کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر حرکت کریں گے وہ اُڑ جائیں گے۔ چنانچہ
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم
الرضوان جب سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، سلطان باقرینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ
مقدسہ مطہرہ میں حاضر ہوتے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے اوپر سر نہیں
اُٹھاتے تھے بلکہ یوں محسوس ہوتا گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔

(ملخص از بخاری، کتاب الجہاد، نسائی، ابن ماجہ)

آواز بُلند نہ کرنا

یہ آفتاب نبوت کے مقتدیٰ ستارے جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہوتے تو آواز بالکل پست رکھتے۔ خصوصاً جب قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو تنبیہہ فرمائی کہ اے ایمان والو! میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز کو بُلند نہ کرو اور نہ ہی اس طرح بات کرو جس طرح تم آپس میں کرتے ہو۔ اگر ایسا کیا تو تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ تمہیں اس بات کا شعور بھی نہ ہوگا تو صدیق اکبر اس قدر آہستہ بولتے کہ بڑی مشکل سے سمجھ آتی۔ اگر کسی صحابی کی آواز بلا اختیار بھی بلند ہو جاتی تو باقی اس کے ساتھ اُسے ملامت کرتے۔ جیسا کہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ سے ابن حبان نے نقل کیا ہے اور مام ترمذی بھی اس حدیث کو ترمذی میں لائے ہیں۔

مرتے وقت خوشی کا اظہار

صحابہ کرام علیہم الرضوان وصال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد موت کو اپنے لیے تحفہ جانتے تھے اور خوشی کا اظہار فرماتے تھے۔ چنانچہ جب عاشقِ زار، محبوبِ احمد، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ کی بیوی نے فرطِ غم سے پکارا ''واحذناہ'' ہائے دُکھ کی بات یہ سُن کر عاشق صادق حضرت بلال نے فرمایا ''واطرباہ وا'' واہ خوشی کی بات کہ میں اپنے پیارے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں سے ملاقات کرنے والا ہوں۔ (بخاری شریف) بس یہی نہیں بلکہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں نقل فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ کا ہی یہ عمل ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں

''غدا القی الاحبۃ وحمد او حذبہ'' (الشفاء 68:2)

کل ہم اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں سے

ملنے والے ہیں اسی طرف اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت پروانہ شمع رسالت، مجددِ دین و ملت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان اشارہ کرتے ہوئے اپنی خواہش کا اظہار فرماتے ہیں۔

عرض احوال کی پیاسوں میں کہاں تاب مگر آنکھیں اے ابرِ کرم تکتی ہیں رستا تیرا
جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے کہ یہاں مرنے پر ٹھہرنا ہے نظارا تیرا

اور ایک عاشق جھومتا ہوا کہتا ہے

ان آنکھوں کا ورنہ کوئی مصرف ہی نہیں ہے سرکار ﷺ تمہارا رُخِ زیب نظر آئے

جان جاتی ہے تو جائے

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر انتہائی درجہ کی محبت تھی کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ ہم دشمن کے ہاتھوں ریزہ ریزہ ہو جائیں مگر ایسا وقت نہ دیکھنا پڑے کہ ہم آرام سے اپنے گھر اپنی بیوی بچوں میں ہوں اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پاؤں میں کانٹا چُبھ جائے۔ یہ اس وقت حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا جب کفار آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ چھوڑ دے۔ کفار مکہ کی ہٹ دھرمی سُن کر آپ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا جواب دیا آپ رضی اللہ عنہ کا جواب سُن کر ابوسفیان بولا۔

(الشفاء 570:2)

اللہ کی قسم میں نے کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے اصحاب محبت کرتے ہیں۔

محبت کا انداز تصور سے بالاتر

قربان جائیں ان حضرات قدسیہ کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے وفاء کا حق ادا کر دیا وہ اس طرح کہ اگر ان کا کوئی عزیز رشتہ دار مثلاً والد، بھائی، خاوند یا

بیوی اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے تو انہیں بھی واصل جہنم کرنے سے دریغ نہ کیا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کر کے دکھایا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی کہ مجھے اجازت دی جائے تاکہ میں اپنے باپ عبداللہ بن ابی بن سلول کو قتل کر کے واصل جہنم کروں۔ اسی طرح ابوبکر اپنے بیٹے کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ بات چل پڑی۔ بیٹا کہنے لگا میدانِ بدر میں آپ کئی بار میری تلوار کی زد میں آئے تھے مگر میں نے چھوڑ دیا کہ آپ میرے باپ ہیں۔ آپ نے دِلوں کو دبا دینے والا جواب دیا۔ فرمایا اگر تو میری تلوار کی زد میں ایک مرتبہ بھی آجاتا تو میں تیری گردن تن سے جدا کر دیا۔ کیونکہ اس وقت تو نہیں بلکہ مجھے میرا اسلام عزیز تھا۔

بول مبارک بھی پی لیا

اللہ اکبر! ان حضرات قدسیہ کے دِلوں میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر محبت تھی اس کا اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کو اپنا بول مبارک کسی برتن میں عطاء فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس کو باہر گرادو اور وہاں گرانا جہاں پر کسی کی نظر نہ پڑے۔ چنانچہ اس عاشقہ صادقہ رضی اللہ عنہا نے وہ بول مبارک لیا اور تنہائی میں جا کر وہ بول مبارک پی لیا۔ پی کر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہوئیں۔ پوچھا گیا کہ کہاں گرایا۔ نہایت ادب میں عرض کی

"شربت بولك صلی اللہ علیہ وسلم"

یارسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کا بول مبارک پی لیا ہے

یہ سُن کر نبی پاک صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تو نے یہ کیا کیا ہے؟ حرام کو پی لیا ہے بلکہ اس عاشقہ صادقہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہ کے اس محبت بھرے انداز کو سراہتے ہوئے دو جہاں کی خیر و برکت کا مژدہ سنایا اور

ارشادفرمایا۔

فقال صلی اللہ علیہ وسلم لن یبلغ النار بطنک (دارقطنی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے پیٹ کو ہرگز آگ نہیں چھوئے گی

ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ آپ نے ارشادفرمایا کہ اب تجھے کبھی بھی پیٹ کی بیماری لاحق نہیں ہوگی

خون مبارک پی لیا

انسان کا خون اور پیشاب نجاست غلیظ ہے۔ اگر جسم پر یا کپڑے پر لگا ہوتو انسان اللہ کی بارگاہ میں بھی حاضر نہیں ہوسکتا۔ جبکہ آقائے دوجہان، رحمت عالیماں، والیِ بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات مبارک طاہر وطیب تھے نہ صرف طاہر و طیب تھے بلکہ جسے مِل گئے ان کی نسلیں بھی مطہر ومعزز ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ امام ابوجعفر ترمذی نے کہا (کتب کثیرہ)

دم النبی صلی اللہ علیہ وسلم لان ابا الطیبۃ شربہ و فصل مثل ذالک ابن الذبیر و ھو غلام حین اعطاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم دم صعامۃ لید فنہ فشربہ قال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من خالد دمہ دمی لم تمسہ الناس

اس کوامام شافعی رضی اللہ عنہ نے بھی ذکر کیا ہے اور فرمایا یہ بات احادیث صیحہ سے ثابت ہے۔ غور فرمائیں! حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی بچے ہیں لیکن آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کس طرح کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے کہ اگر بول مبارک ملتا ہے تو اسے بھی نہیں چھوڑتے بلکہ پی جاتے ہیں اور اگر خون شریف ملتا تو بھی پی جاتے تھے۔

سبحان اللہ! قاسم دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا خوب نوازا۔ ایک صحابی

نے خون مبارک پی لیا تو اسے ابوالطیبہ بنا دیا۔ جس کی نسل در نسل خوشبو چلتی رہی اور ساتھ ہی جنت کا مژدہ اور جہنم سے آزادی کی خوشخبری بھی عنایت فرمادی۔

عاشقوں کے سالار نے مصلیٰ امامت چھوڑ دیا

سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، فیض گنجینہ، صاحب معطر پسینہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں تشریف لے جاتے یا بستر علالت پر ہوتے تو حضرت ابوبکر صحابہ کو نماز پڑھاتے۔ جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف قریب تھا اور آپ بستر علالت پر تھے تو تین دِن مسلسل ہوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف میں نماز پڑھنے کے لیے تشریف نہیں لا رہے تھے اور حضرت ابوبکر نمازیں پڑھا رہے تھے۔ ایک دن آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دِل مبارک میں خیال آیا کہ میں دیکھوں میرے غلام کس حالت میں ہیں۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرہ انور کی کھڑکی کھولی اور اپنے غلاموں کو دیکھا کہ وہ نماز کی حالت میں ہیں۔ قربان جاؤں صحابہ کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ نماز کی حالت میں رُخِ قبلہ سے پھیر کر قبلہ کے قبلہ کی جانب پھیر لیا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر رہے تھے۔ کیونکہ تین دِن سے زیارت نہیں ہوتی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ سجدون کی قضاء تو ادا ہو جائے گی لیکن نظروں کی قضاء ادا نہیں ہوگی بلکہ اصل تو نماز ہی یہی ہے۔

جس طرح کوئی شاعر اپنے رنگ میں نقشہ کھینچتا ہے

رکھا درِ مصطفیٰ پہ جو میں نے سر کہ غیب سے نِدا یہ آئی او بے خبر!

تیرے وہ سجدے بھی ادا ہوئے جو قضاء ہوئے تھے نماز میں

اگر قلندرِ لاہوری کی نظر اٹھی تو انہوں نے یوں بیان کیا

اائے دیدِ حق سراپا نیاز تھی تیری کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قلم اُٹھا تو آپ نے فرمایا

ایسا گما دے ان کی ملا میں خدا ہمیں ڈھونڈا کریں پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو
اے شوق دل یہ سجدہ اگر ان کو روا نہیں اچھا وہ سجدہ کیجیے کہ سر کو خبر نہ ہو

یہ حال تو تھا مقتدیوں کا کہ ان چہرے قبلہ سے ہٹ کر کعبہ کے کعبہ کی جانب پھر گئے۔ ادھر امام کی یہ کیفیت کہ مصلیٰ امامت چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے کہ شاید آقا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں جب اپنے دیوانوں کو دیکھا تو طبیعت مبارکہ خوش ہوئی اور حکم فرمایا کہ اے صدیق آگے بڑھ کر نماز مکمل کرو۔ اب حضرت صدیق اکبر نے وہاں سے ہی ابتداء کی نہ کی دوبارہ سے شروع کیا۔ کیونکہ نماز کے دوران اگر نبی پارک صلی اللہ علیہ وسلم بلائیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فوراً حاضر ہو جاؤ۔ کیونکہ نماز بھی میرے لیے اور محبوب بھی میرا ہے۔ بلکہ فقہاء کرام فرماتے ہیں اگر کسی کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم آواز دیں اور وہ نماز پڑھ رہے ہو تو وہ چھوڑ کر خدمت اقدس میں حاضر ہو جائے۔ اگر نبی پارک صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کے لیے بھیج دیں تو وہ کام کر کے دوبارہ اس جگہ سے شروع کرے گا جہاں سے وہ چھوڑ کر گیا تھا۔ کیونکہ وہ نماز ہی میں ہے۔ محبوبِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کے اس طرح کے بے شمار واقعات ملتے ہیں جن کو ہم نے طوالت کے خوف سے ذکر نہیں کیا۔

کعبہ کا طواف چھوڑ دیا

جب حضرت عثمان نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کر مکہ میں گئے تو ان سے کفارِ مکہ نے کہا اگر آپ طواف کرنا چاہتے ہیں تو کر لیں ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت نہیں دیں گے۔ جب کفار نے آپ کو طواف کی اجازت دے دی تو آپ نے یہ کہہ کر طواف کعبہ کرنے سے انکار دیا

ما كنت لا فصل حتىٰ يطوف به صلى الله عليه وسلم

(مسند احمد 324:4)

جب تک اس کا طواف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں فرمائیں گے میں نہیں کرسکتا

وقت وصال صحابہ علیہم الرضوان کی کیفیت

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ظاہری ہوا تو صحابہ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ ان میں سے کوئی تو بے ہوش تھا، کوئی بیٹھا ہی رہ گیا اور کسی کا ذہنی توازن چل بسا۔ بلکہ کوئی خود ہی چل بسا۔ کسی نے یہ کہا اگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا رُخِ زیبا نظر نہیں آتا تو کس کام کی ہیں یہ آنکھیں۔ کیونکہ آنکھوں کی ساری بہار ہی ان میں ہے اور اپنی بینائی کھو بیٹھا یہ شدید محبت کی علامت تھی۔ آخر کار حضرت ابوبکر نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر دوسرے صحابہ کو خطبہ دیا اور سمجھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعنت میں اِن کا یہ حال تھا خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوتے یا غائب ظاہری حیات میں تھے یا وصال ہو جانے کے بعد

محبت ہو تو کیسی ہو؟

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان وعظمت پر قربان جائیں۔ جنہوں نے حضور پُر نور، شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر بات کی وضاحت کروالی۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ دربارِ رسالت مآب میں یارِ مزار حقیقتوں کے راز دار حضرت عمر فاروق حاضر ہوئے سلام عرض کرنے کے بعد سراپا ادب بن کر بیٹھ گئے۔ رحمت دو عالم، حبیبِ مکرم، شاہ نبی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی وما ینطق عن الھوی والی زبان اطہر جنبش میں آئی اور رحمت کے پھول جھڑنے لگے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اے میرے لاڈلے صحابی عمر فاروق بتلاؤ! تمہیں مجھ سے کتنی محبت ہے؟ غلام نے بڑی سوچ و بچار کے بعد عرض کیا لانت یارسول اللہ احب الی من کُل شئ الا نفسی یارسول اللہ آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ یہ سننے کے

بعد میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ مبارک جنبش کرتے ہیں پھر رحمت کے پھول جھڑتے ہیں اور ارشاد فرمایا ہرگز نہیں مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (تم ایمان میں کامل نہیں ہو سکتے) یارسول اللہ الان احب الی من نفسی یارسول اللہ اب تو آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز و محبوب ہیں۔ یہ سن کر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کی سند دیتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں اے عمر! اب تیرا ایمان مکمل ہوا ہے (البخاری، کتاب الایمان)

وضاحت

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ محبت کی علامت یہ ہے کہ کبھی انسان کو اختیار دیا جائے کہ تیرے سامنے دو چیزیں ہیں ایک تیرا ذاتی فائدہ، ایک زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان میں سے جن کو تو چاہے حاصل کرے اگر وہ کہتا ہے کہ مجھے ذاتی فائدہ سے کوئی غرض نہیں اور نہ ہی اس کے عدم حصول پر مجھے کوئی افسوس ہے مجھے تو بس محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہی چاہیے۔ کیونکہ اس کے عدمِ حصول پر مجھے دُکھ بھی ہے اور قلق بھی تو اس صورت کو محبت کیا جائے گا ورنہ نہیں۔

(فتح الباری 59:1)

امام قرطبی فرماتے ہیں ہر وہ شخص جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تو اس کا دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت لامحالہ سے خالی نہ ہوگا۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ اس کے درجات میں تفاوت ہو سکتا ہے کچھ تو ایسے ہوں گے جنہوں نے اس سے حصہ وافر پا لیا کچھ نے بہت کم حصہ پایا۔ مثلاً جو شخص خواہشات میں متفرق ہوا اور اکثر اوقات غفلت کا شکار رہتا ہے جیسا کہ اکثر اہل ایمان کا حال یہ ہے کہ جب حضور کا تذکرہ ہوتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شوق ان میں اس قدر پیدا ہوتا کہ

ابھی اولاد اور مال پر اسے ترجیح دیتے ہیں۔ بلکہ اہم اُمور میں جان بھی دے دیتے ہیں۔ نیز نفس کے اندر ایسا وجدان پاتے ہیں جسے رَد نہیں کیا جا سکتا۔ مگر یہ حالت غلفت میں پڑھنے کی وجہ سے زائل ہو جاتی ہے۔ سبحان اللہ! قربان جائیں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان پر کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرما دیا کہ کتنا ہی بلند مرتبہ و مقام والا کیوں نہ ہو، کتنا ہی عبادت گزار کیوں نہ ہو، کتنا ہی زہد و تقویٰ والا کیوں نہ ہو، کتنا ہی اللہ اللہ کرنے والا کیوں نہ ہو فرمایا کوئی بھی اس وقت تک مومن ہی نہیں ہو سکتا جب تک جان و مال، اولاد، والدین وغیرہ سے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ کرے۔ حالانکہ انسان کو سب سے زیادہ محبوب اپنی جان ہوتی ہے۔ جس کی خاطر وہ دنیا کا ہر رشتہ چھوڑ سکتا ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جان سے بھی بڑھ کر مجھ سے محبت کا نام ہی ایمان ہے۔ یاد رکھیں اس اُمت میں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سے زیادہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زندگیاں محبت کے رنگ میں اس قدر مستغرق تھیں کہ اس کی خاطر ان کے ہاں دنیوی زندگی سے موت کو ترجیح ہوتی تھی۔ وہ موت جس میں رسول اللہ کی رضا ہو۔ اس لیے تو جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ ابرو پر اپنی، مال اور اولاد قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ جہاں کہیں جان کی ضرورت پڑتی تو ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر جان نچھاور کرتے تھے جہاں کہیں مال کی ضرورت پیش آتی تو ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہتے۔ یہ محبت ہی کا رنگ تھا کہ اگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے ہیں تو اسے ہاتھوں میں اُٹھا کر چہرے پر مل لیتے ہیں۔ تھوک مبارک زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ مزید محبت کی انتہا دیکھیں اگر بول مبارک مل جاتا ہے تو وہ بھی نہ چھوڑتے اسے بھی پی جاتے اور اگر خون مبارک مل گیا ہے تو اسے بھی اپنے پیٹ کا عطر بناتے۔ اسلام نے ہمیں ضابطہ دیا ہے کہ جو شخص کسی

سے محبت کرتا ہے اسے کل قیامت میں اسی کی رفاقت حاصل ہوگی۔ کیا خوش قسمتی ہے کہ اگر ہم اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریں پھر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کرم فرمائیں ہمیں کل قیامت میں اپنے قدموں میں جگہ عنایت فرمادیں جیسا کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کو عطاء فرمائی۔

جنت میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی خواہش یہی ہوتی تھی کہ ہر وقت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہیں۔ چنانچہ اس بارے میں ایک صحابہ کے ایمان افروز سوال کو ملاحظہ فرمائیں۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث مبارک حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سرکار مدینہ، قرار قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کروایا تو دریائے رحمت جوش میں آیا۔ مجھے ارشاد فرمایا سل ربیعہ؟ اے ربیعہ رضی اللہ عنہ! مانگ کیا مانگتا ہے ہے۔ سبحان اللہ حضرت ربیعہ کے سوال پر قربان جائیں۔

اسئلك مرافقتك فی الجنة

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بس جنت میں اپنی رفاقت عطاء فرمادیجیے۔ بس وہاں بھی میں قدموں میں ہی پڑا رہوں۔ گویا عرض کر رہے ہیں۔

تجھ سے تجھی کو مانگ لوں تو سب کچھ مل جائے
سو سوالوں سے ہے یہی ایک سوال اچھا

دریائے رحمت جوش میں تھا اور صحابی کی قسمت کا ستارہ عروج پر تھا۔ قاسم دوجہاں جنت کے باغات کے تقسیم فرما رہے تھے۔ ارشاد فرمایا **اور غیر ذالك؟**

اے میرے لاڈلے کچھ اور بھی مانگنا ہے تو مانگ لے

صحابی رسول حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی صرف یہی یعنی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت الفردوس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس، آپ کے قدموں میں سکونت اور آپ کی رفاقت مانگ لینے کے بعد کون سی دُنیا و عقبیٰ کی چیز ہے اور کون سی نعمت ہے جسے مانگا جائے۔ کیونکہ

تجھ سے تجھی کو نانگ کرو مانگ لی ساری کائنات
مجھ سا کوئی گدا نہیں تجھ سا کوئی سخی نہیں

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی نظر اٹھتی ہے تو آپ فرماتے ہیں

میرے کریم سے اگر قطرہ کسی نے مانگا دریا بہا دیئے ہیں در بے بہا دیئے ہیں

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہٗ جنت میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت طلب کر چکے تو مزید کی حاجت سے انکار کر دیا۔ اس پر سرکار ابد قرار، دونوں جہاں کے مالک و مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

فاعنی علی نفسك بكثرة السجود

اپنے نفس پر زیادہ نوافل کے ذریعے میری مدد کر

یعنی ہم نے تمہیں جنت تو عطاء فرما دی اور ساتھ جنت میں اپنی رفاقت بھی عطاء فرما دی تو اب بطورِ شکر نوافل کی کثرت کرتے رہو۔ پیاری اسلامی بہنوں! دیکھا آپ نے کہ محبت بھرے انداز میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت طلب کر لی۔ آج ہم بھی اگر یہ نعمت و کرامت کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو کر سکتے ہیں۔ اس میں ایک تو کثرت سے درود پاک پڑھنا ہے جب کثرت سے ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے تو دل میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہوگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہوگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق، دُنیا میں جو کسی کے ساتھ محبت کرتا ہے کل قیامت میں وہ اسی کے ساتھ ہوگا۔ کل قیامت میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت مل سکتی ہے۔

سرمایہ آخرت

جس کے پاس کثرت عبادت کے ساتھ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس نے گویا کہ دنیا و آخرت کا سرمایہ جمع کرلیا جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے اس حدیث پاک کو امام بخاری نے باب علامات حب فی اللہ میں ذکر کیا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں آقا کے جلوؤں سے فیض یاب ہورہے تھے کہ ایک آدمی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے آقا قیامت کب آئے گی؟

سرورِ دوجہاں، شاہِ کون ومکان، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''وما اعددت لھا'' تونے قیامت کے لیے کیا تیاری کررکھی ہے۔ اس اعرابی نے عرض کیا'' میں نے روزِ قیامت کے لیے اتنی زیادہ نمازیں، روزے اور صدقات تو تیار نہیں کیے البتہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ضرور رکھتا ہوں'' دریائے رحمت جوش میں آیا جنت کا مژدہ سنایا، صحابی کا کام بن آیا اور اُمت کے لیے رستہ حق بتایا اور ارشاد فرمایا انت مع من اجبت تو اپنے محبوب کے ساتھ ہی ہوگا۔ اس آخرت میں رفاقت کے مژدے پر صحابہ کرام کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ وہ تو صرف چاہتے ہی یہی تھے اور چونکہ وہ سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے ان کی محبت وعقیدت کا مرکز ومحور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے وہ خوش کیوں نہ ہوتے۔ اس سے بڑھ کر ان کے لیے خوشی کا کون سا مقام ہوسکتا تھا کہ ان کے دل کی آرزو کے مطابق سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ضابطہ بیان فرمایا۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' آج تک ہم اتنے خوش نہیں ہوئے جتنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سُن کر خوش ہوئے کہ محبت کرنے والے کو محبوب کی رفاقت نصیب ہوگی'' یہ

نوید سُن کر جھوم اُٹھے اور زبان حال سے یوں گویا ہوئے۔

انا احب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابا بکر و عمر و اعجو

ان اکون بجی ایاھم و ان لم اعمل بمثل اعمالھم

اگر چہ میں ان پاکیزہ ہستیوں جیسے عمل نہیں کر سکا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر فاروق کے ساتھ محبت ضرور رکھتا ہوں۔ اُمید رکھتا ہوں اسی بناء پر مجھے ان حضرات قدسیہ کی رفاقت ضرور نصیب ہوگی۔

۞۞۞۞۞

جمادات، نباتات وانسانوں کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰه وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا نُوْرَ اللّٰهِ

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چند واقعات

اس باب کو دو مزید حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1- جمادات کے آقائے دو جہاں، رحمت عالمیاں، والی بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت

2- انسان کی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے پھول، پدرِ بتول رضی اللہ عنہا، خدا کے مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدہ

جمادات کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت کے واقعات

اس حصے میں حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم سے جمادات کی محبت، ان کی محبت کے مظاہرے بصورت خوشی و سرور، سجود ورقت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و عشق عیاں نظر آئے گا اور انسان کو دعوت فکر دے گا۔ اے انسان تو اشرف المخلوقات ہو کر

اس نعمت سے کیوں محروم ہے؟

جبل اُحد کی محبت

یہ بات تو مسلّم شدہ ہے کہ انسان کسی حسین منظر کی وجہ سے کسی جماد سے محبت کرتا ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے انسان کے نفس کو راحت، سکون واطمینان ملتا ہے اور حسبِ موقع انسانی حواس اس سے تاثیر حاصل کرتے ہیں۔ اس کے برعکس جماد انسان سے محبت کرے یہ عجیب بات ہے اور بظاہر مروف بھی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب، دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جمادات میں بھی ڈال کر ان کو رُلانے اور آنسو بہانے، خوشی وسرور ظاہر فرمایا ہے اور انسان کو بتایا ہے کہ دیکھ غافل انسان میرے محبوب سے تو بے جان و بے حس اشیاء بھی محبت واطاعت رکھتے ہیں اور ان کی رضا و سنگت چاہتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک جبلِ اُحد بھی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رکھ دی ہے جیسا کہ جبل اُحد کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب سلیم میں تھی اور اس کا اظہار خود آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر سے منقول ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہٗ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصعیت میں خیبر کی جانب سفر میں تھا جب میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹے۔ میں بھی ساتھ ہی تھا۔ جب جبل اُحد ہمیں دکھائی دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی والی زبان گویا ہوئی۔

ھذا جبل یحبنا و نحبه (بخاری، کتاب الجهاد)

یہ پہاڑ ہم سے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں

دوسری حدیث مبارکہ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہٗ سے منقول ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے محبوب، دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کے لیے

روانہ ہوئے جب واپسی ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تیز چلنا چاہتا ہوں تم میں سے جو میرے ساتھ چلنا چاہے وہ تیز چلے ورنہ تم آہستہ چلو۔ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سرکار ابد قرار، بے کسوں کے مددگار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا۔ جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو اللہ کے محبوب، دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یہ شہر طابتہ ہے اور یہ اُحد پہاڑ ہے اور یہ پہاڑ ہم سے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (بخاری، کتاب الزکوٰۃ)

ایک وہم کا ازالہ

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دونوں حدیثوں میں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کی محبت کو پہلے کیوں ذکر فرمایا؟

جواب: آپ جانتے ہیں کہ انسان طبعی طور پر خوبصورت مقامات مثلاً سرسبز و شاداب پہاڑوں اور پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوئے باغات کو پسند کرتا ہے، ان میں بیٹھنا اور انہیں بار بار دیکھنا پسند کرتا ہے۔ اس لیے کہ اسے خوشی و راحت محسوس ہوتی ہے اور آرام وطمانیت ملتی ہے جیسا کہ انسان ہر خوبصورت شے کو پسند کرتا ہے لیکن کسی سخت پتھر کا انسان سے محبت کرنا نہ عبادت ہے اور نہ ہی معمول۔ بلکہ نادر وغیر معروف ہے پس یہی وجہ ہے کہ تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کی محبت کا ذکر پہلے کیا اور اپنی محبت کا ذکر بعد میں کیا۔

غور وفکر

جب اللہ تعالیٰ نے جب اُحد میں حضور سراپا نور، محبوبِ رب غفور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا پودا لگایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سے محبت فرمائی تو معلوم ہوا جو بھی اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اللہ کے محبوب بھی اس سے محبت

فرماتے ہیں۔ دوسرا اس حدیث پاک سے رفعتِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا درس ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمادات میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق و محبت پیدا فرمایا۔ حالانکہ وہ غیر ذوی العقول اور غیر مکلّف ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان جمادات میں اپنے محبوب نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا فرمادی۔ جو بظاہر نہ عقل اور نہ شعور اور نہ ادراک رکھتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت اور بلندی شان و عظمت پر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے؟ جب جمادات جو بظاہر عدمِ عقل وادراک کی وجہ سے مکلّف نہیں وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں تو خود غور کریں اس انسان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر محبت کرنی چاہیے جو عاقل و مکلّف اور صاحبِ ادراک اور مامور بھی ہے؟ اس کا فیصلہ خود کریں۔

کھجور کا فراق میں رونا

مسجد نبوی شریف میں منبر تیار ہونے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جب کچھ قیام طویل ہوجاتا یا تھکاوٹ محسوس ہوتی تو محبوبِ ربِ اکبر صلی اللہ علیہ وسلم اس تنے پر اپنا دستِ اقدس رکھ لیتے۔ اب نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا۔ جمعہ میں دُور بیٹھے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کرپاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بھی زیادہ ہوگئی تھی تو شمعِ رسالت کے پروانوں، محبوبِ خدا کے دیوانوں سے یہ برداشت نہ ہوسکا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اتنا طویل قیام فرمایا کریں تو عاشقانِ ماہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا حضور جمعہ کے دن دُور بیٹھنے والے آپ کے دیدار سے محروم رہ جاتے ہیں دوسرا ہمارا عشق یہ گوارا نہیں کرتا کہ آپ مشقت میں پڑیں۔ لہٰذا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمائیں تو ہم آپ کے لیے ایک

لکڑی کا منبر تیار کروائیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عرض کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے پسند فرمایا۔ جب منبر تیار کرلیا گیا اور اسے منبر والی جگہ پر رکھ دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ شریف کے خطبہ کے لیے اپنے حجرۂ انور سے باہر تشریف لائے اور منبر کی جانب بڑھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اس تنے کے پاس سے ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس نہ رُکے اور منبر پر جلوہ افروز ہو گئے تو مسجد میں ایک عجیب وغریب منظر تھا جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا گیا تھا وہ کیا تھا؟

یہ تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس تنے کے پاس سے گزرتے تو اس تنے نے چیخ و پکار شروع کردی۔ اس قدر دردناک آواز میں رویا کہ پوری مسجد آواز سے گونج اُٹھی اور تنا پھٹ گیا۔ اس کا اثر صحابہ پر یہ ہوا کہ صحابہ نے بھی اس تنے کو روتا دیکھ کر خوب رونا شروع کردیا۔ کیا یہ ایک بے جان اور خشک لکڑی چیخی اور روئی؟ ہاں ہاں یہ بے جان وحسن لکڑی ہجرِ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم میں روئی اور چیخی۔ پھر میرے رحمت والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف سے نیچے تشریف لائے اور اس کھجور کے خشک تنے کو جو سسکیاں لے لے کر رو رہا تھا گلے سے لگایا اور اسے دلاسا دیا یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد رحمتِ عالمیاں، والیٔ بے کساں، سرور دو جہاں نے رحمت بھری اور اُمید بھری گفتگو اس تنے سے فرمائی اور اسے اختیار دیا اے کھجور کے تنے اگر تو چاہے تو میں تجھے جنتی درخت بنادوں اور تیری جڑیں جنت کی نہروں اور چشموں سے فیض یاب ہوں اور اہل جنت تیرا پھل کھائیں اور اگر تو چاہتا ہے تو تجھے دنیا کا پھلدار درخت بنادوں کہ دنیا میں اہل ایمان تیرے پھل سے استفادہ کریں۔ اس عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور غمِ رسول میں رونے والے تنے نے عرض کیا کہ میں جنتی ہونا پسند کرتا ہوں۔ اس پر سرورِ انبیاء، قاسمِ جنت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں ایسا کرتا ہوں۔ اس دلاسے اور خوشخبری پر وہ تنا

خاموش ہو گیا جب وہ تنا خاموش ہو گیا پھر رسول خدا جناب احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى والی زبان جنبش میں آئی اور رحمت کے پھول جھڑتے ہیں۔

مجھے قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اسے گلے نہ لگاتا تو یہ اللہ کے رسول اللہ کے شوق محبت میں قیامت تک روتا رہتا۔

سوال: اس کھجور کے تنے نے دُنیا میں خوشحالی اور باغ کی رونق بننے کو کیوں نہ پسند کیا؟

جواب: اس بے جان اور خشک تنے سے جب رسول خدا، حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم چار پانچ ہاتھ دُور ہوتے ہیں تو یہ تنا اتنی سے دُوری بھی برداشت نہ کرسکا بلکہ سسکیاں لے لے کر رونے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں نہایت غمزدہ ہو گیا۔ اس وقت تک خاموش نہ ہوا جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصل کی صورت میں اسے گلے نہ لگایا اور اختیار نہ عطاء فرمادیا۔ حالانکہ اس کے پاس عقل کہاں۔ لیکن پھر بھی اس کے فیصلے اور عشقِ رسول پر قربان جائیں کہ اس نے کیسا اچھا فیصلہ کیا۔ جنت میں ابدی نعمتوں کو ترجیح دی۔ دوسرا دنیا میں معمولی سی دوری برداشت نہ کرسکا پھر سینکڑوں میٹر باغ مین دُوری کو کیسے برداشت کرسکتا تھا۔

تنبیہ

اس تنے کے رونے اور شوقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر حجت قائم فرمادی کہ وہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہرگز سستی نہ برتیں اس لیے مسلمان اس جماد اور بے جان تنے سے اپنے نبی محترم، حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق ومحبت رکھنے کے زیادہ حقدار ہیں۔

سبق آموز اقوال

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی نظر جب اس حدیث کی طرف اٹھتی ہے تو آپ فرماتے

ہیں۔ (صحیح ابن حبان)

اے مسلمانو! ایک لکڑی اللہ عزوجل کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے شوق میں روئی ہے تو تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق ومحبت کے زیادہ حقدار ہو۔

اس کی جانب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ اُلفت اٹھتی ہے۔ آپ یوں گویا ہوئے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے حبیبِ مکرم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء فرمایا ہے وہ کسی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں عطاء فرمایا۔ اس پر حضرت عمرو بن سودا نے عرض کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے مُردے زندہ کرنے کی طاقت عطاء فرمائی تھی اس کے جواب میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا (آدابِ شافعی)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تنا رویا اور اس کی آواز سُنی گئی تو یہ اس سے کہیں بلند معجزہ ہے وہ اس طرح کہ جب مردہ کو زندہ کیا جاتا ہے گویا اسے اس کی پہلی حالت میں لٹا دیا ہے لیکن اگر اس تنے کو سابقہ حالت میں لٹایا جاتا تو وہ ایک پودے کی صورت اختیار کرتا جو کہ نہ بولتا ہے اور نہ کلام کرتا ہے نہ روتا ہے اور نہ ہی صاحبِ عقل کی طرح احساس رکھتا ہے اور نہ ہی دیکھتا ہے۔ اس تنے کو سابقہ حالت میں لوٹا دینا کمال نہیں بلکہ کمال تو یہ ہے کہ اس بے حس کو احساس مند بنا دیا۔ اس بے عقل کو عقل مند بنا دیا۔ اس بے شعور کو شعور والا بنا دیا۔ اس گونگے کو صاحبِ لسان بنا دیا۔ ہاں ہاں کمال تو یہ ہے کہ بغیر آنکھوں کے دیکھنے والا بنا دیا۔ تبھی تو وہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوڑا سا دور ہونے کو جان رہا ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ فرما ہوتے ہیں اس کی نظر پڑتی ہے تو فراقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سسکیاں لے لے کر رونے لگتا ہے اس وقت تک خاموش ہی نہیں ہوتا جب تک اسے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سینے سے

نہیں لگا لیتے تنے کا رونا تواتر سے ثابت ہے۔ بخاری و مسلم میں متعدد صحابہ سے منقول ہے۔

پتھروں کا عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں وجد کرنا

محبت سے اگر محبوب کی ملاقات ہو جائے تو وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا وہ خوب فرحت و سرور کا اظہار کرتا ہے لیکن اس میں وہ یہ خیال رکھتا ہے کہیں اس کے محبوب کو اس کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچے۔ اس طرح کا واقع احادیث کی کتب میں جبلِ اُحد کے متعلق بھی ملتا ہے اور جبل حراء اور جبلِ تنبید کے متعلق بھی جب شہنشاہِ مدینہ، راحت قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثاروں اپنے پروانوں اپنے عشاق اپنے صحابہ کے جھرمت میں جلوہ افروز ہوتے تو یہ وجد میں آجاتے۔ اللہ پیارے محبوب، دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سکونت کا حکم فرماتے تو یہ فی الفور ساکن ہو جاتے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ نبی پاک، صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم اور یارِ غار، یارِ مزار حصرت ابوبکر صدیق اور امام العادلین، خلیفۃ المسلمین، قہر اللہ علی المنافقین، غضب اللہ علی الکافرین حضرت عمر فاروق اور کانِ صیاء عطاء مصطفیٰ طالب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنی ذوالنورین احد پہاڑ پر چڑھے وہ پہاڑ کانپ اُٹھا گویا کہ وجد کرنے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایڑی ماری اور فرمایا (بخاری)

''اے احد! ٹھہر جا تجھ پہ نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں تو پہاڑ فوراً رُک گیا''

اس کے علاوہ بھی احادیث کثیرہ اس پر دال ہیں۔ جو ان شاء اللہ عزوجل اطاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت ذکر ہوں گی۔

درس حدیث

اس حدیث مبارکہ سے مندرجہ ذیل اُمور واضح ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم اور صحابہ کرام کی جلوہ افروزی پر گونگے بہرے، سخت بے جان پہاڑوں کا عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں وجد کرنا ثابت ہوتا ہے۔ یاد رکھیں یہ حرکت بطور زلزلہ نہ تھی بلکہ یہ محبت کا اظہار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اس نے سکون اختیار کرلیا۔ اسی کے بارے میں قاضی ابوبکر بن ابصر بی عارضۃ الافوذی میں لکھتے ہیں۔

پتھر اور پہاڑوں نے بطور فخر وجد کیا انہیں شرف ملا اور اتنی بڑی ہستیاں تشریف فرما ہوئیں۔

دوسری بات یہ واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاورق اور حضرت عثمان غنی کی شہادت کی خبر پہلے ہی دے دی۔ گویا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہر آنے والی بات کا علم رکھتے ہیں۔ اس حدیث پاک سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب کیا خوب واضح ہوتا ہے۔

سوال: یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ پہاڑ جھومنا جب شوق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان حضرات قدسیہ کے اشراف وابرار کی وجہ سے تھا تو پھر اس کو سکونت کا حکم کیوں عنایت فرمایا؟

جواب: ہر محبّ کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے محبوب کو اس کی جانب سے کوئی تکلیف نہ پہنچے یہاں پر یہی سبب تھا کہ کہیں میرے وجد کی وجہ سے میرے محبوب، دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہو اس بات پر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تنبیہہ فرمائی کہ خوشی کا اظہار ضرور کرو مگر محبّ کسی طرح ادب بجالاؤ لہٰذا پہاڑ اسی وقت ساکن ہو گیا۔ (مرقاۃ المفاتیح)

پتھروں کا دشمن کے ہاتھ میں گواہی دینا

ایک دن ابوجہل اپنی مٹھی میں پتھر کی کچھ کنکریاں لے کر بارگاہ رسالت مآب

صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور مٹھی بند کر کے کہنے لگا تم آسمان کی خبریں دیتے ہو۔ اگر واقعی رسول ہو تو بتاؤ میری مٹھی میں کیا ہے۔ اس گستاخ کا سوال سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں بتاؤں تیری مٹھی میں کیا یا تیری مٹھی والی چیز بتائے کہ میں کون ہوں؟ ابوجہل بڑا خوش ہوا کہنے لگا یہ دوسری بات تو بڑی عجیب ہے کہ میری مٹھی والی چیز بولے یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ حضور پُرنور، شافعِ یومِ نشور صلی اللہ علیہ وسلم کی مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی والی زبان مبارک جنبش میں آتی ہے اور ارشاد فرماتے ہیں سن تیری مٹھی میں کیا ہے اور یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ فرمایا تیرے ہاتھ میں چھ کنکر ہیں اتنا فرمانا تھا کہ ابوجہل نے سنا کہ اس مٹھی میں بند کنکریاں بلند آواز سے کلمہ پڑھنے لگیں۔ جب اس ازلی بدبخت نے یہ ماجرا دیکھا تو کنکریوں کو پھینک کر کہنے لگا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ تم سے بڑا جادوگر میں نے آج تک نہیں دیکھا۔

(مثنوی شریف)

بس یہی نہیں بلکہ پتھر تو اس قدر محبت کرتے تھے جب بھی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے پاس سے گزر ہوتا وہ فرطِ محبت میں جھوم کر سلام عرض کرتے چنانچہ ابونعیم احمد بن عبداللہ رحمہا اللہ دلائل النبوۃ میں بیہقی شریف کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں جس وادی اور علاقے سے گزرتے ہر پتھر اور درخت عرض کرتا

السلام علیك یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فیصلہ

یہاں پر یہ بات توجہ طلب ہے کہ الفاظ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم عہدِ جاہلیت میں مصروف نہ تھے جب انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کا علم ہوا تو ان الفاظ سے اسلام عرض کیا تو اب فاسق جنات اور انسانوں کا کیا حال ہوگا؟ جو سلام پڑھنا تو دور کی بات سلام پڑھنے سے بھی روکتے ہیں۔ اس کا فیصلہ خود کریں۔

درخت کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جھومنا

محبّ اپنے محبوب کی بہتری ہی چاہتا ہے اس لیے اس کی خیر میں تعاون و مدد کرنا اپنا فریضہ تصور کرتا ہے اور اپنے محبوب کے بارے میں اپنی معلومات دوسروں کو فراہم کرتا ہے۔ جماد اور درخت چونکہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے آگاہ تھے جب بھی رسالت پر گواہی کی ضرورت پیش آتی تو بغیر تامل کے اس پر شہادت دیتے اور اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کرتے تاکہ امانت کا ابلاغ اور رسالت کی تصدیق اور شہادت کی ادائیگی ہو جائے۔ ایسا ہی واقعہ ایک ببول کے درخت کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ ہم تاجدارِ مدینہ، قرار قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں تھے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے سرکار کے زیر سایہ ہم جا رہے تھے کہ سامنے سے ایک بدو آیا۔ جس کی قسمت کا ستارہ عروج پر تھا۔ میرے حبیبِ مکرم، شاہِ نبی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدو سے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ کہاں جا رہے ہو؟ اس خوش نصیب بدو نے عرض کی میں گھر جا رہا ہوں۔ پھر سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کیا تیرے پاس خیر ہے؟ اس خوش بخت بدو نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی خیر سے کیا مراد ہے؟ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ وہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں یہ کلمات اس کے دل میں اُتر گئے۔ عرض کرنے لگا اس پر کوئی دلیل! دریائے رحمت جوش میں تھا اس بدو کو اس میں نہلا رہے تھے اس کے دل سے کفر کو مٹا رہے تھے اس کے سینے میں ایمان کی شمع جلا رہے تھے اس کو اپنی محبت میں مہکا رہے تھے۔ فرمایا یہ ببول کا درخت۔ پھر رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کو بُلایا جو وادی کے کنارے پر تھا۔

''تو وہ زمین پھاڑتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا''

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ گواہی دینے کا حکم فرمایا۔ اس درخت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دی پھر اسے جانے کا حکم فرمایا تو وہ واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔

ادھر بدو کا دِل ایمان سے جگمگانے لگا۔ وہ بدو اپنے دیہادت کو کہتے ہوئے چل پڑا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی قوم کو جا کر اس خیر کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر مان گئی تو انہیں لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤں گا اگر نہ مانی تو پھر میں آپ کی غلامی میں آ ہی چکا ہوں۔

(طبرانی، ابن حبان دارمی، بیہقی)

فائدہ

اس روایت میں دو اُمور کی نشاندہی ہوتی ہے

1- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر درخت کا حاضر ہو جانا اور جھومتے ہوئے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا اور پھر خوشی و مسرت سے واپس لوٹا جانا

2- درخت نے اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر بول کر گواہی دی۔ یہاں تک کہ اعرابی نے کانوں سے سُنا۔

درختوں کا سجدہ کرنا

درختوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سربسجود ہونا۔ اس کے متعلق نہایت کثرت سے واقعات ملتے ہیں۔ چنانچہ ابوموسیٰ اشعری سے منقول ہے حضرت ابوطالب علیہ السلام قریش مکہ کے شیوخ کے ساتھ شام کی طرف نکلے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے۔ جب راہب کے پاس پہنچے تو ان کو ملنے کے لیے خود آ گیا۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ حجرہ سے نہیں نکلتا تھا۔ بلکہ توجہ ہی نہ دیتا تھا اور نہ ہی کسی کو ملتا تھا۔ بڑی حیرانگی کے ساتھ سب قافلے والوں میں سے ہر ایک کو دیکھتا ہوا

امامِ الانبیاء، سید الانبیاء، افضل الانبیاء، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک پکڑ کر کہنے لگا "یہ تمام کائنات کے سردار یہ رب اللعالمین کے رسول اور انہیں اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے"

قریش کے سرداروں نے کہا تجھے اس کا کیسے علم ہوا۔ وہ راہب کہنے لگا تم آگے بڑھ رہے تھے اور سامنے گھاٹی پر چڑھ رہے تھے تو میں نے دیکھا

(ترمذی، بیہقی، حاکم)

کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جو سجدہ نہ کر رہا ہو اور یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سجد کرتے ہیں۔

سوال: یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو سجدہ جائز نہیں جبکہ مذکورہ حدیث میں درختوں کا سجدہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک اونٹ سرکش ہو گیا اور لوگوں کو کاٹنے لگا۔ اس کی شکایت آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے لے آؤ۔ جب وہ سامنے آیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ یہ دیکھ کر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا۔ فرمایا اگر اللہ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ ہوتا تو بیوی اپنے خاوند کو سجدہ کرتی۔ لہٰذا انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے۔ (نسائی، مسند احمد)

پیاری اسلامی بہنو! یہاں پر ایک چیز کی وضاحت کرتی چلوں وہ یہ کہ جن احادیث میں سجدہ کا ذکر ہے اس سے سجدہ تعظیمی مراد ہے نہ کہ سجدہ عباداتی۔ سرکارِ ابدقرار، رسولوں کے سالار، جناب احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک سے قبل

تمام شریعتوں میں جائز تھا لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کا کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جبکہ جمادات اس سے خارج ہیں جیسا کہ وقت آخر تک سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو شجر و حجر اور حیوانات بھی سجدہ کرتے تھے۔ لہٰذا مذکورہ احادیث میں جمادات ہی کے سجدے کا بیان ہوا ہے جو کہ جائز ہے۔ اسی موضوع پر کثرت سے احادیث موجود ہیں۔ جیسا کہ امام ترمذی نے ابو ہریرہ سے بھی ایک حدیث نقل ہے اسی طرح حضرت بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت، مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی نظر عقیدت اٹھتی ہے تو آپ فرماتے ہیں

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا ، دل تھا ساجد نجدیا پھر تجھ کو کیا

اعلیٰ حضرت کے فرزند مولانا نوری صاحب کی نظر اُلفت اٹھتی ہے تو آپ یوں گویا ہوتے ہیں۔

سنگ دو جہاں پر کرتا ہوں جبیں سائی   سجدہ نہ سمجھ نجدی سر دیتا ہوں نذرانہ

مدینہ طیبہ کا عشقِ رسول

محبت کے مظاہر میں سے محبوب کی آمد پر خوش و مسرور کے نغمے پڑھنا، اظہار مسرت کرنا، خوشیاں منانا بھی جس کا ظہور کبھی روشنی کی صورت میں ہوتا ہے تو کبھی نور کی صورت میں تو کبھی بھی کسی اور طریقہ پر جس طرح آمد محبوب پر خوشی ہوتی ہے۔ اسی طرح فراق پر غم اور حزن طاری ہو جاتا ہے غم کے بادل سایہ فگن ہوتے ہیں اور پریشانیوں کی موسلا دھار بارشیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح کا کچھ معاملہ مدینہ طیبہ کے ساتھ بھی پیش آیا وہ مدینہ پاک جس میں جب تک سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مبارک نہ رکھا تھا یثرب کے نام پر موسوم تھا، دُکھوں کا گھر تھا، بیماریوں کا مرکز تھا، فتنوں کا شہر تھا۔ لیکن قربان جائیں جب محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک

لگا تو یثرب سے مدینہ بن گیا۔ پہلے بیماریوں کا گھر پھر شفاء کا گھر بن گیا۔ اس کی مٹی بھی خدا نے شفاء کر دی۔ ہجرت کے موضوع پر جب اللہ کے رسول، خدا کے مقبول، بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کے پھول، بدرِ پاک بتول سلام اللہ علیہا نے اپنا قدم مبارک مدینہ طیبہ کی سرزمین کے سینے پر رکھا وہ شہرِ مدینہ اپنی خوش قسمتی پر رشک کرنے لگا۔ کیوں نہ کرتا جبکہ زمین بھی عرض سے مناظرے میں فقط اس ہستی کی نسبت سے ارفع و اعلیٰ ٹھہری۔ جنابِ آمنہ سلام اللہ علیہا کا چاند ارضِ بطحا کے اُفق پر طلوع ہوا تو زمین نے وجد میں آ کر اور خوشی و مسرت میں ڈوب کر اپنا سر اونچا کر لیا اور آسمان کو مخاطب کر کے کہا کہ اے آسمان اب میں تجھ سے ہر صورت افضل و اعلیٰ ہوں کیونکہ مجھ پر سرورِ دو جہاں، والیٔ بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے ہیں۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے جب پوری زمین رشکِ قمر بنی ہوئی ہے تو پھر وہ خاص زمین کا ٹکڑا جس کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدم انور سے نوازا وہ کیوں نہ جھومتا۔ آیئے اب اس مدینہ طیبہ کی تعریف عاشقِ ماہِ رسالت امیر اہلسنّت، پروانۂ شمع رسالت، حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی مدظلہ عالیٰ کی زبان مبارک سے سنیئے کہ ایک عاشقِ صادق مدینہ طیبہ کی شان وعظمت کو کس انداز میں بیان کرتا ہے۔ پڑھتے جایئے اور جھومتے جایئے۔

ہے شہد سے بھی میٹھا سرکار کا مدینہ کیا خوب مہکا مہکا سرکار کا مدینہ

جس کو پسند آیا سرکار کا مدینہ مل کر لگائیں نعرہ سرکار کا مدینہ

ہر شہر سے ہے اچھا سرکار کا مدینہ جنت سے بھی سہانا سرکار کا مدینہ

مدینہ طیبہ کو یہ شان کہاں سے ملی؟ کس وجہ سے ملی؟ کیونکر ملی؟ اور کس نسبت سے ملی؟ تو وہ فقط سرکار علیہ السلام کی نسبت سے ملی۔ آقائے دو جہاں، رحمتِ عالمیاں، والیٔ بے کساں، جناب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے ملی، ان کی محبت میں خوشیاں

منانے سے ملی، عشقِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنے سینے کو روشن کرنے سے ملی، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ اس بات پر شاید ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس دن آقائے دو جہاں مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے تو

اضاء من المدینہ کل شیء۔

مدینہ طیبہ کی ہر چیز روشن ہوگئی۔

گویا کہ مدینہ طیبہ نے اپنے محبوب کی محبت کا اظہار اس انداز سے کیا کہ پورا مدینہ طیبہ ہی روشنی سے چمک اُٹھا، اسی طرح ہر محبّ اپنے محبوب کے ہجر وفراق کی وجہ سے غم زدہ ہو جاتا ہے، اس غم کا اظہار مختلف طریقوں سے ہوتا ہے، جب آقائے دو جہاں محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوتا ہے تو مدینہ طیبہ اس غم کا اظہار کچھ اس انداز سے کرتا ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں: جس دن سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال مبارک ہوا تو

اظلم من المدینہ کل شیء۔

مدینہ طیبہ کی ہر چیز تاریک ہوگئی۔

جب ہم تدفین سے فارغ ہوئے تو ہمارے دل نہایت ہی پریشان و مضطرب تھے۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن حبان، حاکم)

پتہ چلا کہ شہر مدینہ بھی آپ علیہ السلام کی محبت کی وجہ سے آپ علیہ السلام کی تشریف آوری پر روشن ہو گیا اور فراقِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے غمزدہ ہو کر غمگین ہو گیا۔ پیاری اسلامی بہنو! یہ شجر و حجر کے چند ایک واقعات آپ نے ملاحظہ فرمائے، یاد رکھیں! محبت کا موضوع تو اس قدر طویل ہے کہ اس کی انتہاء بشر کی طاقت میں نہیں، لہٰذا اب حیوانات میں سے چند ایک کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے

واقعات عرض کرتا ہوں:

بکری کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

محبّ جس طرح چاہتا ہے کہ میرا محبوب صاحبِ تقویٰ اور صاحب ورع رہے اور زہد کی منازل طے کرتا رہے اور اللہ رب العزت کا قرب خاص حاصل کر سکے، ہر طرح کی نجاست سے محفوظ رہ سکے، اس لیے وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ محبوب کوئی ایسی شے استعمال نہ کرے جس سے اسے تکلیف ہو، اس کی منزل میں رکاوٹ بنے، اسے خدا سے دور کرے بلکہ وہ اپنی ذات سے بڑھ کر محبوب کا خیال رکھتا ہے، اسی طرح کا معاملہ ایک بکری کا ہے جسے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کر کے رسول اللہ علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں پیش کیا گیا تو اس ذبح شدہ بکری نے رسول اللہ علیہ السلام کی محبت میں اس چیز کو بھی گوارا نہ کیا کہ میری وجہ سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف ہو، بکری نے کمالِ محبت کا اظہار کرتے ہوئے سرکار علیہ السلام کے زہد وتقویٰ پر حرف نہ آنے دیا اور ذبح شدہ ہونے کے باوجود اپنی زبان سے گویا ہوئی، ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم ایک جنازہ ادا کرنے کیلئے محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نکلے، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کھودنے والے کو ہدایت فرما رہے تھے۔ کبھی ارشاد فرماتے: سرہانے کی جانب سے کشادہ کرو اور کبھی ارشاد فرماتے: پاؤں کی جانب سے کشادہ کرو (واہ سبحان اللہ! اے صاحبِ قبر! تیری عظمتوں پر قربان جائیں کہ محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تیری قبر کھدوا رہے ہیں اور رحمت سے تیری قبر کو کشادہ فرما رہے ہیں) وہ انصاری صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم تجہیز وتکفین کے بعد واپس لوٹے تو ایک خاتون نے کھانا تیار کیا اور ہمیں کھانے کی دعوت دی، رحمت دو جہاں والیٔ بے کساں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنگت میں اس عورت کے گھر پہنچے اور کھانا پیش کیا گیا، آقا علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے شروع فرمایا، پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے شروع فرمایا، جب اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی پہلا لقمہ ہی لیا تھا کہ بکری کی محبت جاگ اُٹھی، حُبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پکار اُٹھی کہ مجھے بغیر مالک کی اجازت کے ذبح کیا گیا ہے، غیب دان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

میں نے جانا ہے کہ اس بکری کو اس کے مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتون کو بلایا اور ارشاد فرمایا: کیا اس بکری کو اس کے مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کیا گیا ہے؟ اس عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ علیہ السلام! میں نے ایک آدمی کو بکری خریدنے کیلئے بھیجا تھا مگر بکری نہ ملی، پھر میں نے پڑوسی کے ہاں پیغام بھیجا کہ اپنی بکری ہمیں بیچ دو، مگر وہ موجود نہ تھا پھر میں نے اس کی بیوی کو پیغام بھیجا تو اس کی بیوی نے بکری بھیج دی، میں نے وہی بکری ذبح کروا کے پکالی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دی، آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا: اب اس بکری کو لے جاؤ اور یہ بکری قیدیوں کو کھلا دو۔ اسے امام ابوداؤد، امام احمد، بیہقی اور دار قطنی رحمہم اللہ نے اسنادِ صحیحہ کے ساتھ نقل کیا ہے، قربان جائیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مالِ حرام سے محفوظ رکھا اور ذبح شدہ بکری کو قوتِ گویائی عطا فرمادی جو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں گواہی دینے لگی، یہ اللہ رب العالمین کی خصوصی عنایت ہے، یہاں پر اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت پروانہ شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر محبت اُٹھتی ہے تو یوں گویا ہوئے کہ

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خدا ہی چھپا تم پر کروڑوں درود
خلق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم تم سے ملا جو ملا تم پر کروڑوں درود

بس یہی نہیں بلکہ محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ محبّ ہر اس شے سے ڈرتا ہے جس سے اس کے محبوب کو خطرہ ہے، چہ جائیکہ اسے تکلیف پہنچے اور جب معاملہ محبوب کی

ہلاکت تک پہنچ جائے تو محبّ کا عشق و محبت یہ ہرگز گوارا نہیں کرے گا کہ اب وہ خاموش رہے بلکہ محبوب کو اس ہلاکت سے اور اس تکلیف سے بچانے کیلئے محبّ ہر ممکن کوشش کرے گا' جب غزوۂ خیبر اختتام کو پہنچا تو ایک یہودی عورت نے صحابہ سے پوچھا: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کون سا گوشت پسند فرماتے ہیں؟ بتایا: بکری کا گوشت' پھر اس عورت نے سوال کیا: بکری کے کون سے حصے کا گوشت زیادہ پسند فرماتے ہیں؟ بتایا گیا: دستی کا گوشت' اس عورت نے بکری ذبح کی' اس کا گوشت پکایا' اس بکری کی دستی کو زہر آلود کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا' جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کھانے کیلئے تشریف لائے' ابھی پہلا لقمہ ہی اُٹھایا تھا کہ فوراً ارشاد فرمایا: اس دستی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ پوری بکری زہر آلود ہے' آپ علیہ السلام نے اس بکری کی محبت بھری آواز سن کر اپنے صحابہ کو وہ کھانا تناول فرمانے سے منع فرمادیا' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو بلایا' اس سے دریافت کیا' اس نے اعتراف کرلیا کہ واقعہ ہی میں نے ایسا کیا ہے۔ (بخاری و مسلم) دیکھا آپ نے اس بکری کی محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ فوراً وہ بارگاہِ رسالت میں عرض کرنے لگی: مجھ کو زہر سے آلودہ کیا گیا ہے' واقعی ہی ہر محبّ اپنے محبوب کی ہر طرح سے حفاظت کرتا ہے' اپنے محبوب کا ہر تکلیف سے دفاع کرتا ہے' اے انسان! تجھے بھی اس میں دعوتِ فکر ہے کہ ایک جانور اس قدر محبوبِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا پاس رکھے کہ ذرا بھی تکلیف آنا برداشت نہ کر سکے' ایک تو وصیت یہ ہے کہ تجھے عشقِ مجازی سے ہی فرصت نہیں' اللہ کرے ہمیں بھی عشقِ مصطفیٰ علیہ السلام کی ایک کرن مل جائے:

جاہ و جلال دو نہ ہی مال و منال دو سوزِ بلال بس میری جھولی میں ڈال دو
دنیا کے سارے غم مرے دل سے نکال دو غم اپنا یا نبی مجھے بہر بلال دو

شیر کا عشقِ رسول

ہر محبّ اپنے محبوب کا احترام چاہتا ہے اور ایسا عمل کرتا ہے جس سے اس کا محبوب خوش ہو جائے، کیونکہ محبوب کی خوشی میں ہی محبّ کی خوشی ہوتی ہے، اگر محبوب چین سے ہے تو محبّ بھی خوش ہو گا اور اگر محبوب پریشان ہے تو محبّ بھی غمزدہ ضرور ہو گا، اس لیے کہ محبت ایک ایسا نشہ ہے جو دوسرے نشوں سے بے نیاز کر دیتا ہے جس میں محبّ ہر وقت اپنے محبوب ہی کے سپنے دیکھتا ہے، انسان جب عاقل اور مکلّف ہے تو وہ اپنے محبوب سے ایسا کرتا ہے یاد رکھیں اس کا صدور حیوانات سے بھی ممکن ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جمادات، حیوانات اور نباتات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آگاہ فرما رکھا ہے، اس لیے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام وقار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور آرام کا خیال کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا ہے، اس عمل میں حیوانات انسان کے ساتھ شریک ہیں، اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ان کے متبعین کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واطاعت، اعزاز واحترام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راحت کا خیال رکھنا مقصدِ حیات بنا دیا، اسی طرح کے واقعات حیوانات سے بھی کثرت سے ملتے ہیں بلکہ بعض مقامات پر یہ انسان سے بھی بڑھ جاتے ہیں، یہ صرف آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ ظاہری تک محدود نہیں بلکہ یہ تو قیامت تک جاری وساری رہے گا، خادمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں سمندری سفر پر تھا، سمندر میں طوفان آیا، کشتی ٹوٹ گئی، میری زندگی بھی سخت خطرے میں تھی، اچانک ایک سبب لگا، ٹوٹی ہوئی کشتی کا ایک تختہ میرے ہاتھ لگ گیا، میں اس پر بیٹھ گیا، اس تختے نے جنگل کا رخ کیا، آخر کار وہ تختہ پانی کی موجوں اور ہوا کے جھونکوں سے جنگل کے کنارے آ لگا، وہ جنگل بھی کیا خوب بھیانک تھا، جونہی میں اس جنگل میں داخل ہوا، میں نے دیکھا کہ وہ پورا جنگل

ہی شیروں کا تھا، میرے دیکھتے ہی دیکھتے ایک شیر میری جانب بڑھتا چلا آ رہا ہے اور اس نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میرے بچنے کی کوئی اُمید نہ رہی تو میں نے کہا: اے ابوالحارث!

أنا مولٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم ۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم وغلام ہوں۔

اور ایک حادثے کی وجہ سے یہاں پہنچا ہوں، اس شیر نے اپنا سر جھکا لیا اور میرے پاس آ کر مجھے سوار کر لیا اور جنگل سے نکل کر راستہ پر لے آیا، یوں آہستہ آہستہ آواز میں بدلنے لگا، گویا کہ مجھے الوداع کہہ رہا ہے۔ اسے حاکم نے شرط پر صحیح قرار دیا ہے، ذہبی نے اس حکم کو ثابت رکھا طبرانی نے، کبیر میں بزار، عبدالرزاق نے مصنف میں، ابونعیم نے حلیہ اور دلائل میں بیہقی اور ابویعلیٰ میں بھی منقول ہے، علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے اس کی نسبت خصائص میں ابن سعد اور مندہ کی طرف کی ہے، ابن سیّدنا الناس اس پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والليث اذدى في سفينة مفردا بالروم في ضيقاء قفسر بلقع
ما زال يكلوه الى ان دله عنه الارمان على سواء المشرع

یہ شیر ہے شیر اور حملہ ہونا واضح کر رہا ہے، اس لیے کہ وہ بھوکا تھا لیکن جب اس نے سنا کہ وہ خادمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو اب اس نے آقا علیہ السلام کی محبت میں اپنا سر جھکا دیا اور ادب کرنے لگا، پھر بس اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ انہیں اُٹھایا اور اُٹھا کر اس لشکر سے ملایا جو کافی دور نکل چکا تھا، یہ ایک درندے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا منظر ہے، حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے صرف نام ہی لیا تھا کہ فوراً شیر نے محبتِ رسول علیہ السلام میں آقا علیہ السلام کا اظہار کرتے ہوئے سر جھکا دیا، گویا کہ بتا رہا ہے: اے سفینہ رضی اللہ عنہ! جس آقا علیہ السلام کے تم غلام ہو میں بھی

اس در کا خادم ہوں۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کوتاہی برتنے والوں اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والو! ذرا سوچو! تمہارا کیا حال ہوگا؟ تم اس محسن و مشفق آقا علیہ السلام کے سامنے کیا منہ لے کے حاضر ہوں گے، انہیں لوگوں کو اس امر کی جانب مدعو کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت پروانہ شمع رسالت مجدد دین وملت واقفِ اسرار وحقیقت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان کے در پہ جیسے ہو مٹ جایئے ناتوانوں کچھ تو ہمت کیجیے
جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا ایسے پیارے سے محبت کیجیے
ظالمو! محبوب کا کیا حق تھا یہی؟ عشق کے بدلے عداوت کیجیے

رحمتوں کی برسات

مدینہ پاک کی پُر کیف فضائیں عشقِ نبی علیہ السلام سے مامور، اللہ کے محبوب دانائے غیوب منزہ عن العیوب علیہ السلام کے جسم اطہر کے بوسے لے رہی تھی، رحمتِ خداوندی کی چھما چھم بارشیں ہو رہی تھیں، میرے آقائے نامدار مدنی تاجدار، بے کسوں کے مددگار شافعِ روزِ شمار جناب احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ فرما ہیں "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى"۔ والی زبانِ اطہر جنبش فرما رہی ہے، رحمت کے پھول جھڑ رہے ہیں، خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان مجسمۂ عشق ومحبت بن کر ہمہ تن گوش ہو کر سن رہے ہوں، کیا خوب نظارے ہوں گے، سامنے والضحیٰ والے محبوب کی زیارت ہو رہی ہے، جن کے جلوؤں سے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھا رہے ہیں اور "اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى" والا کلام پاک سن کر اپنے علم کی تشنگی بجھا رہے ہیں، اللہ اکبر! اس دربار پر انوار کا کیا کہنا، جس میں در و دیوار بھی مجسمۂ ادب بن کے کھڑے ہیں، جس منبر پر تشریف فرما ہیں اس کی خوش قسمتی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے، وہ منبر بھی اپنی قسمت پر رشک کرتا جھوم رہا ہے، وہ کیوں نہ جھومتا! اپنی قسمت پر کیوں نہ رقص کرتا!

جس کے اوپر رحمۃ للعالمین، محبوب رب العالمین، راحت العاشقین صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوں، ہاں ہاں اسی منبر کا حال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لخت جگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کی زبانی سنئے! آپ فرماتے ہیں: جب آقائے دو جہاں رحمتِ عالمیاں والیِ بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوتے اور خطبہ ارشاد فرماتے تو (مسلم، صفۃ المنافقین) میری نظر اُٹھتی تو میں دیکھا کہ منبر اس قدر حرکت کر رہا ہے، مجھے خطرہ محسوس ہوتا کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گر نہ جائیں، میں عرض کر رہی تھی کیسا وہ سہانا منظر ہوگا جب ہر طرف فضائیں بھی معطر ہی معطر تھیں اور جمعہ کا دن تھا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مدینہ طیبہ کی سرزمین مبارک کے بوسے لینے کیلئے مدت سے بارشیں ترس رہی تھیں، پانی کی کمی کی وجہ سے فصلیں نہ ہوئیں، ایک اعرابی نے دیکھا آج دریائے رحمت موج میں ہے، آج جو مانگیں گے مل جائے گا، کیونکہ ان کو اللہ کریم نے اپنی خدائی کا مالک بنا کر بھیجا ہے اور اوپر سے ''وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ '' کی شانِ بے نیازی بھی عطاء فرمادی ہے، اس اعرابی کو معلوم ہے کہ یہ وہ در ہے جس در سے کوئی مانگنے والا خالی نہیں جاتا گویا کہ فرما رہے ہیں:

مانگیں گے، مانگے جائیں گے، منہ مانگی پائیں گے
کہ سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

اسی منظر کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جھومتے ہوئے پھر یوں بیان کرتے ہیں:

منگتا کا ہاتھ اُٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

اعرابی کھڑا ہوا ہے، عرض کرتا ہے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مال ہلاک ہوگیا، لوگ بھوکے مر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے بارش کی دعا کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مبارک دعا کیلئے اُٹھا دیئے حالانکہ اس وقت آسمان بالکل صاف

تھا، سورج چمک رہا تھا، دور تک کوئی بادل کا ٹکڑا آسمان پر نہ تھا تو پھر کیا ہوا؟ تو پہاڑوں کی طرح بادل آ گئے اور برسے، ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف نہیں لائے تھے کہ میں نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی تر ہو گئی۔

بس یہاں تک ہی نہیں بلکہ بارش جاری رہی حتیٰ کہ دوسرا جمعہ آ گیا، پھر وہی اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مکانات تباہ ہو گئے، اموال ڈوب گئے، ہمارے لیے دعا فرمایئے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبارک ہاتھ اُٹھا دیئے، اب بھی وہی دستِ دعا دراز ہو رہے ہیں جن کے اُٹھتے ہی بادل اُمنڈ کر آئے تھے اور چھما چھم رحمتوں کی برسات ہونے لگی تھی اور رکنے کا نام تک نہ لیتی تھی، رک بھی کیسے سکتی تھی؟ جس کو حکمِ مصطفیٰ کا تھا رکنے کیلئے بھی وہی دستِ دعا چاہیے تھا تو اب وہی دستِ دعا بلند ہوتے ہیں، بارگاہِ رب العالمین میں عرض گزار ہوتے ہیں:

اللّٰھم حوالینا ولا علینا۔

اے اللہ عزوجل! ہمارے اردگرد بارش ہو مگر ہم سے اُٹھا لے!

سبحان اللہ! ہاتھ اُٹھنے کی دیر تھی فوراً بادل چھٹ گئے، بارش تھم گئی، آسمان صاف ہو گیا، سورج چمکنے لگا، دھوپ نکل آئی، وہ بھی صرف مدینہ پاک کی سرزمین پر، اس لیے کہ دعا میں صرف مدینہ پاک کو خاص کیا تھا اور ایک دائرے کی طرح مدینہ پاک بادلوں سے صاف ہو گیا یہاں تک کہ وادیٔ قناہ (نالہ) ایک مہینہ تک بہتی رہی جو شخص بھی کسی علاقے سے آتا، وہ بارش کی ہی اطلاع دیتا۔ (بخاری)

غور فرمائیں! محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں بادل بھی فوراً آپ کا حکم مان رہے ہیں، اگر حکم برسنے کا ہوتا ہے تو خوب برستے ہیں اور اگر حکم رکنے کا ہوتا ہے تو فوراً مدینہ پاک کی حد خالی کر دیتے ہیں، اے انسان! اس میں تجھے دعوتِ فکر ہے

تجھے اللہ تعالیٰ نے مکلّف اور صاحبِ عقل بنایا ہے، تجھے ان جمادات سے بڑھ کر اپنے نبی علیہ السلام سے محبت کرنی چاہیے۔

مؤمن ہوں مؤمنوں پر رؤف الرحیم ہوں
سائل ہوں سائلوں کو خوشی لانھر کی ہے

ناقہ کا عشقِ رسول

جب میرے آقا علیہ السلام کا وصال ظاہری ہوا، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہجر وفراق کا غم نہ صرف انسانوں پر تھا بلکہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ ہجر نبی علیہ السلام میں غمگین تھا۔ ناقہ صبا (یہ وہ اونٹنی تھی جو آقائے علیہ السلام کو خیبر کی فتح میں ہدیہ ملی تھی) بھی انہیں میں تھیں، جنہیں وصالِ نبی علیہ السلام کی وجہ سے دنیا میں زندہ رہنا محال نظر آتا تھا، ہجر نبی علیہ السلام میں موت کی تمنا کرتے تھے، گویا کہ زبانِ حال سے یہ کہہ رہے ہیں:

انہیں نہ دیکھا تو کس کام کی ہیں یہ آنکھیں
کہ دیکھنے کی ہے ساری بہار آنکھوں میں

چنانچہ ہجر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تڑپتی ہوئی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس وہی ناقہ مبارکہ آئی جس پر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سواری فرمایا کرتے تھے، جب اس ناقہ مبارک کی نظر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پر پڑی تو زبانِ حال سے گویا ہوئی:

فقالت السلام علیك یا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم هل لك حاجز الی ابیك فانی ذاهبة الیه ۔

اے بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! تم پر سلامتی ہو! کیا آپ کا کوئی کام ہے اپنے والد صاحب کی طرف کیونکہ میں آج ان کی جانب جانے والی

ہوں۔

اس اونٹنی نے ہجر نبی علیہ السلام کا زخم پھر سے تازہ کر دیا، جب اس اونٹنی کی زبان سے اپنے بابا حضور کا نام سنا تو دل بھر آیا، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اس ناقہ کا سر اپنی گود میں لے کر اس سے پیار کرنا شروع کر دیا، ایک دوسری روایت میں ہے کہ سیّدہ نے اس ناقہ سے پیار کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے ابا جان کی یادگار! تو مجھے چھوڑ کر اکیلی جا رہی ہے، ہاں! جب تو میرے مشفق و مہربان والد محترم کی بارگاہ میں پہنچے تو میرا اسلام کہنا اور عرض کرنا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا شوقِ دیدار مجھ پر غالب آ چکا ہے، آپ دعا فرمائیں کہ میں آپ تک جلد از جلد پہنچ جاؤں، جب سیّدہ کا یہ پیغام لے لیا، اس کے بعد اس اونٹنی نے سفرِ آخرت شروع کر دیا، دیکھتے ہی دیکھتے اللہ کو پیاری ہو گئی۔ (نزہۃ المجالس)

یعفور کی محبت

جب خیبر فتح ہوا تو ایک دراز گوش ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری نسل میں ستر حمار ایسے ہوئے ہیں جن پر نبیوں نے سواری فرمائی، اب میں ہی صرف اپنی نسل باقی ہوں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنی سواری کیلئے پسند فرمالیں، میرے آقا علیہ السلام میں ایک یہودی کے پاس تھا وہ جب بھی مجھ پر سوار ہوتا میں اسے قصداً گرا دیتا تھا، جب میں گرا دیتا تو وہ مجھے مارا کرتا تھا، فرمایا: گراتا کیوں تھا؟ عرض کیا: حضور! اس لیے کہ میں یہ چاہتا تھا کہ مجھ پر بھی کوئی نبی سواری فرمائے، جب اس دراز گوش کی آرزو سنی تو بے کسوں کے سہارے، آمنہ کے دلارے، خدا کے پیارے صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دراز گوش کو اپنی سواری کیلئے پسند فرمالیا اور اس کا نام یعفور رکھا، سواری کے علاوہ یعفور سے پیغام رسانی کا کام بھی لیا جاتا۔

جب کسی صحابی کو دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بلوانا مقصود ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو حکم دیتے کہ جا اور جا کے فلاں صحابی کو بلا لاؤ، یعفور تیری عظمتوں پر قربان جائیں! کیسا عظیم کام تجھ سے لیا جا رہا ہے، یعفور کیسے بلاتا تھا؟ جب حکمِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ملتا حکم پاتے ہی اس صحابی کے دروازے پر پہنچ جاتا جن کو بلانے کا حکم فرمایا ہوتا اور اپنا سر دروازے پر مار کر دروازہ کھٹکھٹاتا، جب گھر والا باہر آتا، یعفور اشارے سے حکمِ مصطفےٰ علیہ السلام سناتا، اس اشارے کو صحابی فوراً سمجھ جاتا کہ اب مجھے دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں طلب کیا گیا، اس کے بعد فوراً آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا، جب آقا علیہ السلام کا وصال ظاہری ہوا، اس کی خبر دراز گوش تک پہنچی، فوراً آقا علیہ السلام کے درِ اقدس پر حاضری دی، لیکن اپنے آقا و مولیٰ علیہ السلام کو وہاں نہ پایا، یعفور کے عشقِ نبی علیہ السلام پر قربان جائیں، وہ عشقِ نبی اور فراقِ نبی علیہ السلام میں اس قدر بے چین تھا کہ سرکار علیہ السلام کی جدائی برداشت نہ کر سکا اور خود کو ایک کنویں میں گرا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔ (مدارج النبوت)

یعفور کا عشقِ نبی علیہ السلام میں جان دے دینا اس بات کی طرف اشارہ تھا ؎

اُنہوں نہ دیکھا تو کس کام کی ہیں یہ آنکھیں
کہ دیکھنے کی ساری بہار آنکھوں میں انہیں سے ہے

انسان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے واقعات

پیاری اسلامی بہنو! یہ تو جانوروں، لکڑیوں اور پتھروں کی حالت تھی، ان کو جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے راحت ملی تھی اور فرق سے پریشان ہو جایا کرتے تھے تو پھر شمع رسالت کے پروانوں، آقا علیہ السلام کے دیوانوں کے عشقِ مصطفیٰ علیہ السلام کی کیا کیفیت ہوگی! نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کے ہاں جو مقام حاصل ہے اور جن اعزازات سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا ہے، اس انعام واکرام پر آپ صلی

اللہ علیہ وسلم مطلع تھے، جمادات، نباتات اور حیوانات کو حکم ارشاد فرمانے سے پہلے ہی آپ کو معلوم ہوتا تھا کہ یہ میری ضرور فرمانبرداری کریں گے بلکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حکم ارشاد فرماتے تو ان کی بجا آوری اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اپنی ذات سے بڑھ کر یقین ہوتا تھا، اس لیے وہ ہر معاملہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب رجوع کرتے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرومنزلت جانتے تھے اور اس پر ان کا پختہ ایمان تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ارادے کو مکمل فرمانے والا ہے، اسی وجہ سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی محبت واطاعت پورے زمانے میں ضرب الامثال ہے، یاد رکھیں! یہ تمام اُمورِ عالم ملک کے ہیں جو شرعاً اور عقلاً جائز ہیں اور ایسا نصوصِ صریحہ سے ان کا ثبوت ہے، جو قطعیت کی مقید ہیں یعنی نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے، اس وجہ سے یہ کوئی بھید از قیاس باتیں نہیں، دوسرا یہاں پر ایک اہم سوال ذہن میں اُبھرتا ہے۔

سوال

کیا انسان محبت وطاعت میں جمادات، نباتات اور حیوانات سے بڑھ سکتا ہے؟ کیا آج ہم بھی اپنے اسلاف، صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرح اپنے نبی کریم رؤف الرحیم علیہ السلام سے محبت واطاعت کا وہ درجہ پا سکتے ہیں جس کے ذریعے ہم اللہ عزوجل کی رضا وخوشنودی حاصل کرسکیں؟

جواب

ہاں! کیوں نہیں بڑھ سکتا بلکہ انسان وہ مقام حاصل کرسکتا ہے کہ فرشتے بھی اس کی عزت وتکریم کرتے ہیں اور اس پر سلام بھیجتے ہیں، اس کے قدموں کے نیچے اپنے پَر بچھاتے ہیں، اس لیے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ ٹھہرایا ہے اور اسے اشرف المخلوقات کا شرف بخشا ہے، بس شرط اتنی سی ہے کہ انسان اگر اپنا مقام جانے، اپنا

منصب جانے اور غلامیٔ رسول میں مٹ جائے اور اپنے دل سے عشقِ مجازی کو نکال کر اسے عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور عشقِ الٰہی میں لگا دے تو پھر دیکھنا اللہ تعالیٰ تجھے کیسے نوازتا ہے، اسی کو اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت پروانۂ شمع رسالت عاشق ماہ رسالت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان رضی اللہ عنہ یوں بیان فرماتے ہیں:

پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو جبریل پَر بچھائیں تو پَر کو خبر نہ ہو
ایسا لگا دے ان کی ولا میں خدا ہمیں ڈھونڈا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

جب کوئی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گم ہو کر عرض کرتا ہے تو اس منظر کو یوں بیان فرماتے ہیں:

فریاد اُمتی جو کرے حالِ زار میں ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو
اے شوق دل یہ سجدہ گراں کو روا نہیں اچھا وہ سجدہ کیجیے کہ سر کو خبر نہ ہو

اب اس سوال کے دوسرے حصے کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: (التوبہ: ۱۰۰)

(ترجمہ) اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان پیرو اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کیلئے تیار کر رکھے ہیں باغات، جن کے نیچے نہریں بہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

پتہ چلا جو بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نہج پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بھی ضرور نوازتا ہے، اس کیلئے بھی وہی انعام ہے، اس کیلئے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا اعلان فرمادیا ہے۔

توجہ طلب بات

یہ چند ایک واقعات کی روشنی میں آپ جان چکے ہوں گے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی سرداری آپ کی حاکمیت، آپ کی نبوت، آپ کی رسالت صرف انسانوں کیلئے ہی نہیں بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رسالت کی گواہی دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قیرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: (النساء:۶۵)

(ترجمہ) اے محبوب! تمہارے رب کی قسم! وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک تمہیں آپس کے جھگڑوں میں حاکم نہ بنالیں۔

تفسیر نعیمی میں مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمٰن، حاکم اور حکم میں فرق بیان کرتے ہیں، حاکم وہ ہے جو بادشاہ کی طرف سے مقرر ہو اور حکم وہ ہے جسے فریقین فیصلہ کیلئے مقرر کریں، دوسرا فرق: حاکم وہ ہے جسے ولایتِ عامہ حاصل ہو اور حکم وہ ہے جسے ولایتِ خاصہ حاصل ہو۔

تیسرا فرق: حاکم وہ ہے جو اپنا فیصلہ بزور منوائے، نہ ماننے پر سزا دے جبکہ حکم میں یہ بات نہیں، لہٰذا اس کیلئے علم واختیارات کا ہونا ضروری ہے، اس لیے کہ بے علم اور بے اختیار حاکم نہیں ہوسکتا، اس آیت مبارکہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاکمیت روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی، دوسری بات اللہ تعالیٰ نے قسم اُٹھائی ہے، فرمایا: اے محبوب! تیرے رب کی قسم! یہ بھی اس امر کی جانب اشارہ ہے، اے میرے محبوب! دانائے غیوب منزہ عن العیوب صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کا ہوگا وہی میرا ہے، جو آپ کو حاکم مانے گا وہی مسلمان ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاکمیت تسلیم نہیں کرتا اور بکواس کرتا ہے (نعوذ باللہ من ذٰلک) جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک نہیں، اللہ تعالیٰ ان بے ادبوں گستاخوں سے محفوظ ہی رکھے۔ (آمین!) وہ مسلمان نہیں ہوسکتا بلکہ وہ بدبخت، بے ایمان اور منافق ہے، ہاں ہاں! ہمارے نبی علیہ السلام تو وہ ہیں جنہیں مالک الملک نے ساری کائنات میں تاجوری عطاء فرمائی ہے، پوری کائنات کا حاکم بنایا ہے۔

اک میں کیا میرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

قربان جاؤں تاجدارِ دوجہاں، والیِ بے کساں، رحمتِ عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم، محبوبِ خدا کی شان وعظمت پر جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پوری کائنات کی حاکمیت عطاء فرمائی ہے، جن کی شاہی صرف انسانوں پر ہی نہیں، صرف جنوں پر ہی نہیں، صرف جانوروں پر ہی نہیں، صرف فرشتوں پر ہی نہیں، صرف نبیوں پر ہی نہیں، صرف رسولوں پر ہی نہیں، صرف فرش والوں پر ہی نہیں، صرف عرش والوں پر ہی نہیں، صرف مشرق والوں پر ہی نہیں، صرف مغرب والوں پر ہی نہیں، صرف شمال والوں پر ہی نہیں، صرف سورج پر ہی نہیں، بلکہ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بادشاہی تو خدا عزوجل کی خدائی میں جلوہ گر نظر آ رہی ہے:

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری
تو ہی ہے ملک خدا ملک خدا کا مالک راج تیرا ہے زمانے میں حکومت تیری ہے

اس بے مثل و بے مثال آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرنے کے اس کے اُمتی زیادہ حق رکھتے ہیں کیونکہ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب منزہ عن العیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم گنہگاروں کو ہر مقام پر یاد رکھا، دنیا میں آئے تو بھی نہ بھولے، وہی ناجو نہ انعام میں بھولے نہ اکرام میں بھولے جو نہ دن میں بھولے نہ شب میں بھولے، جو نہ معراج میں بھولے نہ جلوہ یار میں بھولے، جو نہ حیات میں بھولے اور نہ وقتِ وصال میں بھولے، بلکہ ہر آن یاد رکھا، اس کی جانب جب امیر اہلِ سنت عظیم المرتبت پروانۂ شمع رسالت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضویہ ضیائی دامت برکاتہم العالیہ کی نظر عقیدت اُٹھتی ہے تو اُمیدِ رحمتِ مصطفیٰ اور شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹھہرتی ہے اور یوں گویا ہوتے ہیں:

معراج کی شب تو یاد رکھا پھر حشر میں کیسے بھولیں گے
عطار اسی اُمید پر ہم دن اپنے گزارے جاتے ہیں

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت، عاشق ماہ رسالت، محسنِ اہلِ سنت رضی اللہ عنہ کی نظر عقیدت اُٹھتی ہے تو آپ یوں فرماتے ہیں:

تمہارے ہو کر کس کے پاس جائیں صدقہ شہزادوں کا رحمت کیجیے
آپ سلطانِ جہاں، ہم بے نوا، یاد ہم کو وقتِ نعمت کیجیے

سب کچھ سرکار علیہ السلام کے قدموں میں

غزوۂ تبوک کا موقع تھا، دین اسلام کو مال کی ضرورت تھی، نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دلائی، تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی اپنی حیثیت کے مطابق مال لائے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اتفاق سے میرے پاس اس دن مالِ کثیر تھا، میں نے سوچا کہ آج میں راہِ خدا میں اتنا خرچ کروں گا کہ

الیوما لسبق ابا بکر ان سبقة یوما ۔

آج میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بڑھ سکا تو ضرور بڑھ جاؤں گا۔

سبحان اللہ! ان حضراتِ قدسیہ کا جذبہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا ہوتا تھا، مال میں نہیں بلکہ نیکیوں میں، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گھر تشریف لے گئے اور تمام مال کا نصف گھر میں رکھا اور نصف بارگاہِ رسالت میں حاضر کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے عمر! کیا لے کر آئے ہو اور گھر والوں کیلئے کیا چھوڑا ہے؟ عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آدھا میں لے آیا ہوں اور آدھا گھر والوں کیلئے چھوڑ آیا ہوں، ادھر سے یارِ غار حقیقتوں کے رازدار عاشقوں کے سالار زیارِ مزار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی سارا مال لے کر خدمتِ اقدس میں

حاضر ہو گئے۔

فقال یا ابا بکر ما ابقیت لاھلك ۔

اے پیارے صدیق! آپ گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ عرض کی: آقا علیہ السلام!

فقال ابقیت لھم اللہ ورسول ۔ (مشکوٰۃ ص۵)

عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے گھر والوں کیلئے اللہ اور اس کا رسول کافی ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا سارا سامان سرکار علیہ السلام کی خدمت سراپا عظمت میں پیش کر دیا، یہاں تک کہ اپنے تن کے کپڑے بھی اتار کر جسم پر دو چادریں لپیٹی ہوئی تھیں جن کو کانٹوں سے پیوند لگا رکھے تھے، اتنے میں حضرت جبریل امین، سرکار علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ان کا بھی یہی لباس تھا، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: اے جبریل امین! آج یہ لباس! عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج صرف میرا ہی یہ لباس نہیں بلکہ تمام فرشتوں کا یہی لباس ہے کیونکہ آپ کے عاشقِ صادق کی یہ ادا اللہ رب العزت کو اتنی پسند آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ملائکہ کو فرما دیا ہے کہ سنت صدیق ادا کرو، اس لیے میرا بھی یہی لباس ہے۔ (ریاض النضرہ)

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم مرضِ وفات میں اپنا سر اقدس باندھے مسجد نبوی شریف میں تشریف لا کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا:

کسی شخص نے ابوقحافہ کے بیٹے سے بڑھ کر اپنی جان و مال اور محبت سے مجھے امن نہیں دیا، اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، مگر اسلامی دوستی اہم ہے، مسجد سے

ہر کھڑکی بند کر دو مگر ابو بکر والی قائم رکھو۔ (بخاری، ابو حاتم، امام احمد)

حافظ ابو قاسم دمشقی رحمۃ اللہ نے اس حدیث میں اضافہ کرتے ہوئے یوں بیان فرمایا ہے: حافظ ابو القاسم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب رحمت دو عالم نورِ مجسم حبیبِ مکرم شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تو منبر پر جلوہ افروز ہوئے کہ تمام صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حمد وثناء کے بعد فرمایا: ایک بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ چاہے تو ہمیشہ دنیا میں رہے اور اس کی بہاریں لوٹتا رہے اور چاہے تو اللہ کے ہاں تیار شدہ جنت کی طرف آ جائے، تو اس بندے نے جنت کو اختیار کر لیا۔

یہ کلام جب عاشقوں کے سالار، حقیقتوں کے راز دار، یارِ غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سنا تو زار و قطار رونا شروع کر دیا اور روتے روتے بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں: یا رسول اللہ! ہمارے ماں باپ قربان! ہمیں یتیم کر کے نہ جانا، ہمیں چھوڑ کر نہ جانا ہم آپ کے بغیر کس طرح زندہ رہیں گے، ایک کونے میں لگ کر روتے جا رہے ہیں، صحابہ پوچھتے ہیں: اے صدیق! تجھے کیا ہوا ہے؟ آپ فرماتے ہیں؟ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ جس بندے کو اختیار ملا ہے وہ خود نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس اعلان کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی محبت اور مال سے ابو بکر نے ہی مجھے زیادہ امن دیا ہے اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا، مگر اسلامی بھائی چارہ سب سے بہتر ہے، پھر فرمایا: ابو بکر کے علاوہ سب کی کھڑکیاں بند کر دی جائیں، راوی فرماتے ہیں کہ یہ سن کر ہم سمجھ گئے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنانا چاہتے ہیں۔ (الریاض النضرہ) مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دلربا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی ہر

پیاری سے پیاری چیز بھی قربان کر دی، جس پر اللہ کریم نے یوں بھی انعام فرمایا، چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے: (الحدید:۱۰)

ان کی عظمت تمہاری جیسی نہیں جنہوں نے تم میں سے فتح مکہ سے قبل مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔

اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی

مکہ مکرمہ میں فضالہ بن عمیر صوح اللشی عرصہ سے سید الانبیاء علیہ الرحمۃ والثناء کے خلاف بغض وعناد کی آگ میں جل رہا تھا، لیکن اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہاتھ اُٹھانے کا موقع نہ ملتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، قریش سے مل کر جنگیں بھی لڑیں، لیکن فضالہ کی یہ حسرت پوری نہ ہوئی وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہا، اسی دوران فضالہ کو مکہ کی ایک عورت سے عشق ہو گیا، نامہ و پیغام سے بات آگے بڑھ گئی اور جنسی خواہشات کو پورا کرنے میں بھی رابطہ قائم ہو گیا لیکن اس کے باوجود نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں ذرہ بھر کمی نہ آئی، یہاں تک کہ مکہ بھی فتح ہو گیا، فضالہ کے دل میں کدورت اور نفرت کا شعلہ اور بھڑک اُٹھا اور موقع کی تاک میں رہنے لگا، اسے جب معلوم ہوا کہ سرکار علیہ السلام طواف کر رہے ہیں تو کعبہ شریف کی طرف روانہ ہو گیا، راستہ میں اس کی معشوقہ ملی اور؟؟؟ کی دعوت دی مگر جواب میں صرف اتنا کہہ کر اس کو بھی پسِ پشت کیا:

میں ایک بہت بڑے کام پر جا رہا ہوں، واپسی پر ملاقات ہو گی۔

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم طواف فرما رہے تھے، فضالہ بھی طواف کرنے لگا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فضالہ ہے؟

اس نے جواب میں کہا: جی ہاں! میں فضالہ ہوں، غیب دان نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: تو ابھی دل میں کیا سوچ رہا تھا' فضالہ نے جواب دیا: کچھ نہیں، میں تو بس اللہ کے ذکر میں مشغول تھا' اس کی بات سن کر پیارے آقا علیہ السلام مسکرا دیئے اور فرمایا: اللہ سے استغفار کرو' فرمایا: اے فضالہ! تو گھر سے تو یہ ارادہ لے کر چلا تھا' فضالہ ساری حقیقت سن کر ابھی خاموش ہی کھڑا تھا کہ رحمۃ للعالمین کا مبارک ہاتھ اُٹھا اور فضالہ کے سینے پر رکھ دیا' جونہی ''یَدُ اللّٰہ'' والا ہاتھ مبارک فضالہ کے سینے پر پہنچا' فضالہ کی قسمت کا ستارہ چمک اُٹھا اور فضالہ کا سینہ نورِ ایمان سے جگمگا اُٹھا' کفر کی تاریکی ایمان کے نور میں بدل گئی اور عشقِ مجازی کا رخ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بدل گیا' وہ فضالہ جو تھوڑی دیر پہلے رحمۃ للعالمین کی جان لینے آیا تھا' اب جانِ رحمت' جانِ عالم کے قدموں پر گر کے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے کہتا ہے: حضور! مجھے کلمہ پڑھا کر اپنے عشاق کی صف میں شامل کر لیجئے اور میری خطاء معاف فرما دیجئے' نبی پاک صاحبِ لولاک سیاحِ افلاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ پڑھا کر اپنے صحابہ کی صف میں شامل فرمالیا' فضالہ رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے: خدا کی قسم! جونہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے سے اپنا دستِ مبارک ہٹایا' میرے دل کی حالت بدل گئی' بغض و کینہ نکل گیا' عورت کی محبت نکل گئی اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و کرم کی محبت سے سرشاد ہو گیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دنیا و مافیہا سے محبوب ہو گئے حالانکہ اس سے پہلے ساری کائنات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مجھے ہر چیز سے زیادہ ناپسند تھے۔ اس کے بعد فضالہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر کی طرف لوٹ کر آ رہے تھے کہ راستے میں وہی محبوبہ مل گئی جو آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر مسکرانے لگی اور دل میں خیال کرنے لگی: شاید اب میری خواہش کو پورا کریں گے' اس نے آپ کو دعوت دی لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور یہ شعر پڑھا جس کا مفہوم و مطلب یہ ہے:

اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی   جیسے میری سرکار ہیں ایسا نہیں کوئی

محبت میں تلوار بے نیام

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صفوان بن امیہ اور عمیر بن وہب دونوں کافروں نے جنگ بدر میں ہونے والے نقصان کا تذکرہ کیا، عمیر کہنے لگا: خدا کی قسم! تم نے سچ کہا، قسم بخدا! ان کے یعنی ابوجہل وغیرہ کے بعد جینا بے کار ہے، اگر میرے اوپر قرضہ نہ ہوتا اور بیوی بچوں کے ضائع ہونے کا خدشہ دامن گیر نہ ہوتا تو میں خود جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر کے آتا، میرے پاس تو انہیں قتل کرنے کی وجہ وجواز بھی ہے کیونکہ میرا بیٹا ان کے ہاتھوں قید ہے، صفوان نے موقع جانا اور کہا: تیسرا قرضہ میرے ذمہ تیرے بال بچے میرے بچوں کے ساتھ رہیں گے، مجھے انہیں پالنے میں کوئی دقت نہیں، عمیر نے کہا: اے صفوان! میری یہ گفتگو کسی اور سے نہ کرنا، صفوان کہنے لگا: میں اس کا تذکرہ کسی اور سے نہیں کروں گا اس کے بعد صفوان نے عمیر کو اپنی تلوار تیز کر کے زہر آلود کر دی، عمیر سے لے کر مدینہ جا پہنچا، اس وقت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ مسجد نبوی شریف کے دروازے پر بیٹھے روزِ بدر کا تذکرہ کر رہے تھے، اچانک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نظر عمیر بن وہب پر پڑی، جو مسجد نبوی شریف کے دروازے کے سامنے اپنا اونٹ بٹھا رہا تھا اور گلے میں زہر آلود تلوار لٹکا رکھی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کتا اسلام کا دشمن عمیر بن وہب ہے، لگتا ہے کہ یہ ایک بہت بڑا فتنہ لے کر آیا ہے، اس نے روزِ بدر ہمارے اور کفار کے درمیان آگ بھڑکائی تھی، یہ کہہ کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور خبر دی کہ دشمنِ خدا عمیر بن وہب شمشیر بدست آیا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے اور عمیر کو اس کے گلے میں لٹکی ہوئی رسّی سے پھندا ڈال کر اسے گھسیٹتے ہوئے سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں لا کر پھینک دیا اور اپنی تلوار بے نیام کر کے اس کے سر پر کھڑے ہو گئے اور قہرِ خداوندی کی بجلی بن کر

چمکنے لگے اور اذنِ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منتظر ہیں کہ کب اذان ہو اور اس دشمنِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو جہنم رسید کروں، لیکن سرکار علیہ الصلوٰۃ نے عفو وکرم سے کام لیتے ہوئے فرمایا: اے عمر! اسے چھوڑ دو اور میرے قریب لے کر آؤ، عمیر قریب آ کر بولا: ''انعموا صباحًا'' نعمتوں میں صبح کرتے رہو۔

ہمارے آقا علیہ السلام نے فرمایا: ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر سلام سکھایا ہے، جس میں دائمی سلامتی ہے اور جو جنت والوں کا سلام ہے، اس نے معذرت کی کہ مجھے علم نہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمیر! کیسے آئے ہو، عمیر بولا: اس قیدی کیلئے آیا ہوں جو تمہارے پاس ہے، اس کے ساتھ اچھے برتاؤ کا متمنی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے گلے میں تلوار کس لیے لٹکا رکھی ہے؟ کہنے لگا: اللہ اس تلوار کا برا کرے! اس نے ہمیں کیا فائدہ دیا آخر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچ بتلاؤ کس ارادے سے آئے ہو، کہنے لگا: صرف اسی لیے آیا ہوں۔ بار بار پوچھنے پر جب اس نے آنے کا مقصد نہ بتلایا تو غیب دان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے عمیر! تو نے اور صفوان ابن امیہ نے حجر میں بلا کے کنوئیں میں ڈالے جانے والے قریشی سرداروں کی بابت غور وفکر کیا تھا، تم نے کہا: اگر مجھ پر قرضہ اور فکر عیال نہ ہو تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر کے چھوڑوں، اس پر صفوان نے تمہارا قرضہ اور عیال کا خرچہ فوراً اپنے ذمہ لے لیا اور میرے قتل کا تم سے عہد لیا، خدا کی قسم! اے عمیر! تمہارے اور میرے قتل کے درمیان اللہ تعالیٰ خود حائل ہے۔

عمیر نے جب اپنی یہ روداد کہانی سنی تو کہنے لگا: صدقت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! واقعہ ایسا ہے، نگاہِ نبوت کا تیر نکلا اس کے کفر کے قفل کو توڑتا ہوا اس کے دل پر پیوست ہوا، جس سے اس کا دل نورِ ایمانی سے جگمگا اٹھا، وہی عمیر جو تھوڑی دیر پہلے جان لینے کے ناپاک ارادے سے آیا تھا، اب جانِ عالم جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے

قدموں پر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے لگا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ کی آسمانی خبروں کو جھٹلایا کرتے تھے، میرے آقا! یہ وہ بات ہے جو صرف میرے اور صفوان کے درمیان تھی، اس کی خبر آپ کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے، اللہ کی حمد ہے، اس پر جس نے ہدایت عطاء فرمائی، اس کے بعد کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کلمہ پڑھایا، اس کے دل سے کفر کا اندھیرا اچھٹ گیا، اب دل نورِ ایمانی سے چمکنے لگا اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سلگنے لگا، عمیر کی عداوت محبت میں بدل گئی اور زبانِ حال سے کہنے لگا اور اس کیفیت کا اظہار یوں کرنے لگا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نورِ خدا بجھا دینے کے درپے رہتا تھا، اہلِ اسلام کو ستانے میں شدت کرتا تھا، اب میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت دیں تو میں مکہ والوں کو جا کر دعوتِ اسلام دوں، شاید اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطاء فرمائے، ورنہ انہیں ویسی ہی سزادوں گا جیسے مسلمانوں کو دیا کرتا تھا، تاکہ اس غلطی کا کفارہ ادا ہو جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی، عمیر اجازت لے کر مکہ کی جانب روانہ ہو گیا، ادھر صفوان کو عمیر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی خبر پہنچی تو کہنے لگا: مجھے قسم ہے کہ میں عمیر سے کلام نہیں کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مکہ میں پہنچے، آپ رضی اللہ عنہ نے اسی جذبے کے ساتھ دین اسلام کی تبلیغ شروع کر دی اور مخالفین اسلام سے گن گن کر بدلے لینے لگے، آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر لوگوں کی کثیر تعداد نے اسلام قبول کیا۔ (ابن اسحاق، الریاض النضرۃ)

اس حدیث مبارکہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوتا ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ ہے ہر دشمنِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے قہر خداوندی کی بجلی بن کر چمکتے تھے، جس طرح جب عبداللہ بن ابی منافق نے شانِ رسالت میں گستاخی کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے سرکار علیہ السلام کی خدمت میں حاضر

ہو کر اجازت طلب کی کہ میں اس منافق کے سر قلم کر دوں، لیکن سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت نہ دی، اسی طرح جب منافق اور یہودی کے درمیان جھگڑا ہوا تو اس کا فیصلہ سرکار علیہ السلام نے کیا، لیکن منافق راضی نہ ہوا تو اس منافق کی گردن کا فیصلہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تلوار نے کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی آیت نازل فرمائی اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے مشہور ہو گئے۔

(شعبی واحدی، الریاض النضرۃ)

ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کی بے قراری

لشکر اسلام کو غزوۂ تبوک کیلئے روانہ ہوئے کئی دن گزر چکے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی اور خیثمہ رضی اللہ عنہ کسی مجبوری کی وجہ سے لشکر کے ساتھ روانہ نہ ہو سکے تھے، وہ ہر روز کوچ کرنے کا ارادہ کرتے لیکن روانہ ہونے سے ہر روز رہ جاتے، ایک دن جب گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ گرمی کی شدت کو کم کرنے کیلئے ان کی دونوں بیویاں اپنے اپنے مکانوں کو پانی چھڑک کر ٹھنڈا کر رکھا تھا اور عمدہ کھانے تیار کر رکھے تھے اور پینے کیلئے ٹھنڈا پانی بھی رکھا ہوا تھا، دونوں آپ رضی اللہ عنہ کی منتظر تھیں، آپ رضی اللہ عنہ نے دروازے پر کھڑے ہو کر اپنی بیویوں کے اس اہتمام کو دیکھا تو یکایک دل سے ایک ہوک نکلی اور آپ بے اختیار پکار اُٹھے اور بے قرار ہو کر کہنے لگے: آہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس وقت تیز دھوپ اور گرم ہوا میں ہوں اور ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ اپنی بیویوں کے پاس بیٹھ کر کھانا کھائے؟ خدا کی قسم! میں مکان میں ہرگز داخل نہیں ہوں گا جب تک اپنے آقا علیہ السلام سے نہ مل جاؤں، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے ہی واپس چلے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کی بیویاں حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہ گئیں، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا اونٹ کھولا اور ضروری سامان لیا اور اونٹ پر سوار ہو کر رختِ سفر باندھا۔ بھوکے پیاسے شدید گرمی

میں سفر کرتے ہوئے اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علم لہراتے ہوئے لشکر اسلام کے قریب پہنچے تو انہیں دیکھ کر ایک مجاہد کہنے لگا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی سوار دور سے چلا آ رہا ہے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: وہ ضرور ابوخیثمہ ہوگا۔ (بیہقی)

سبحان اللہ! ادھر غلام ابھی روانہ ہوا ہے اُدھر ان کے آنے سے آقا باخبر ہیں اور دوسرے غلاموں کو بتا رہے ہیں' آخر کیوں نہ ہو! ایک شاعر نے اس کو یوں عشق کے رنگ میں فرمایا ہے:

ہجر نبی میں آہ کہاں بے اثر کی تڑپتے جو ہم یہاں تو آقا کو خبر گئی

اُم شریک دوسی رضی اللہ عنہا کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ابن سعد بطریق واقدی لکھتے ہیں کہ اُم شریک دوسی کے شوہر ابوالعکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور قبیلہ دوس کے کچھ لوگ ان کے ہمراہ تھے' ابوالعکر کے رشتہ دار اُم شریک رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر کہنے لگے: شاید تم نے بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اختیار کر لیا ہے' وہ بیان کرتی ہیں: اللہ کی قسم! میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوں' رشتہ داروں نے مجبور کیا کہ تو دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دے' حضرت اُم شریک رضی اللہ عنہا کی زبان پر یہی جاری تھا کہ یہ جان تو جا سکتی ہے لیکن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا ایمان نہیں جا سکتا' یہ سن کر وہ اور زیادہ اذیتیں دینے لگے اور مجھے اونٹ کے خستہ حال اور تکلیف دہ کجاوے پر باندھ کر لے گئے' وہ مجھے شہد کے ساتھ روٹی دیتے تھے مگر پانی کا ایک قطرہ تک نہ فراہم کرتے تھے یہاں تک کہ دوپہر ہو جاتی اور سورج کی گرمی عروج پر ہوتی' جب کہیں پڑاؤ کرتے تو اہل قافلہ اتر کر اپنے خیمے نصب کر لیتے اور مجھے دھوپ میں ڈال دیتے' یہاں تک کہ میری عقل اور قوتِ شنوائی و بینائی جاتی رہی' لیکن ایمان نہ جانے دیا' کیونکہ سرکار علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے نام میں ہی اس قدر چاشنی ہے کہ جب قلب ولسان اس کا ورد کرتے ہیں تو ساری مصیبتیں بھول جاتی ہیں، ظالموں نے تین دن تک اسی حالت میں مجھ پر ظلم وشدت جاری رکھا، تیسرے دن پھر یہی کلمات دہرانے شروع کردیئے کہ دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دے، اُم شریک رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس وقت مجھ پر کرب والم سے ایسی کیفیت تھی کہ مجھے ان کی کوئی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی تھی، وہاں اتنا پتہ چلتا تھا کہ ایک کے بعد دوسری بات کہہ رہے ہیں، گویا میری عقل بالکل جاتی رہی تھی لیکن اس وقت بھی میں نے انگلی کے اشارے سے توحید ورسالت کی گواہی دی، فرماتی ہیں: قریب تھا کہ میری روح میرے بدن کو چھوڑ جائے، اچانک میں نے ٹھنڈے پانی کا ڈول اپنے سینے پر محسوس کیا، میں نے اسے تھام لیا اور ایک گھونٹ پیا، وہ ڈول الگ ہوگیا اور میری نظروں کے سامنے بلند ہوکر آسمان وزمین کے درمیان معلق ہوگیا، پھر دوسرا ڈول اترا تو میں نے اس سے بھی ایک ہی گھونٹ پیا تھا کہ وہ بھی مجھ سے جدا ہوکر معلق ہوگیا، پھر تیسرا ڈول آیا تو میں نے اس سے سیر ہوکر پیا اور باقی اپنے سر اور بدن پر انڈیل لیا، قافلے والے باہر نکلے اور پوچھا: اے اُم شریک! تیرے پاس یہ پانی کہاں سے آیا ہے؟ میں نے کہا: یہ میرے اللہ نے عطاء کیا ہے، وہ تیزی سے اپنے خیموں میں پڑی ہوئی چھاگلوں اور مشکیزوں کی طرف لپکے تو انہیں بدستور سربند دیکھا، یہ حیران کن منظر دیکھ کر بولے: اے اُم شریک! ہم گواہی دیتے ہیں کہ تمہارا رب ہی ہمارا پروردگار ہے اور جو کچھ تمہیں اس مقام پر ملا ہے وہ پروردگار ہی کا عطاء کردہ ہے، یہ جو ہم نے تمہارے ساتھ سلوک کیا ہے اس کی ہم معافی چاہتے ہیں اور آئندہ ہمیشہ کیلئے ہم کفر سے توبہ کرتے ہیں، آپ گواہ ہوجائیں ہم نے اسلام قبول کرلیا ہے، اس کے بعد ہم سب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی، وہ سب میری اس فضیلت کا اعتراف کرتے تھے، جو اللہ تعالیٰ نے میرے

سبب عطاء فرمائی۔ (واقدی، ابن سعد)

میں غموں کی دھوپ میں تیرا نام لے کر نکلا
مل گیا تیری رحمتوں کا سایہ یہ کرم نہیں تو کیا ہے

سرکار علیہ السلام کا اُمت پر سایہ

اے انسان! تو دنیا و آخرت کی ہر عزت کو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت میں ہی پا سکتا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے تمام دروازے بند فرما دیئے اور اعلان فرما دیا کہ کسی کو قبول نہیں کیا جائے گا، مگر اس کو جو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و محبت کے راستے سے آئے گا، اسے ہی قبول کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے تمام ادیان کو باطل فرما دیا مگر اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو باقی رکھا اور وہ اسلام ہے اے بنی نوع انسان! تجھ پر بھی تیرے محسن علیہ السلام کی محبت واجب ہے، اس لیے کہ انہوں نے تجھے گمراہی، تاریکی اور ضلالت کے سمندر میں سے اس وقت نکالا جب طاقت ور کمزور کو کھا رہا تھا، جہالت کا دور دورہ تھا، ہر طرف مکمل اندھیرا تھا، شریعت غائب تھی، نیکی نہ رہی تھی اور نہ بُرائی بُرائی، لوگ افتراق و انتشار کا شکار تھے، کوئی نظام نہ تھا، نہ کوئی قانون تھا، کوئی ضابطہ نہ تھا، چوری وڈاکہ قوت و طاقت کا دور دورہ تھا، جس کو خود والیٔ کائنات باعثِ ایجاد کائنات محبوبِ ربِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یوں بیان فرماتے ہیں۔ (بخاری۔ کتاب المغازی)

کیا تم گمراہ نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت فرمائی، تم متفرق تھے میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اُلفت عطا فرمائی، تم محتاج تھے میری وجہ سے تمہیں اللہ تعالیٰ نے غنی کیا۔ اے عقل کے پجاریو! اب بتاؤ کہ محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و طاعت کے بغیر کیا نجات ممکن ہے، ہاں ہاں! وہی نبی علیہ السلام جو تیری ذات سے بھی تیرے قریب تر ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے۔

(الاحزاب:٦) یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے بھی زیادہ مالک ہے اور اس نبی علیہ السلام کی بیویاں ان کی مائیں ہیں، بس یہی نہیں مزید احادیث پاک کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انا اولی بالمؤمنین من انفسهم ۔(بخاری۔کتاب الکفالہ)

میرا تعلق ان کی جانوں سے بھی زیادہ ہے۔

مزید حدیث پاک میں آتا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما من مؤمن الا و ان اولیٰ به فی الدنیا و الاخرة ۔(بخاری ومسلم)

ہر مؤمن کے ساتھ دنیا وآخرت میں تعلق ہر شے سے زیادہ ہے۔

اب اگر ہم غور کریں کہ ان کے ساتھ ہمارا تعلق کیسا ہونا چاہیے؟ اس محبت و تعلق کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے؟ جو ذات اور نفس سے بھی زیادہ حقدار ہو یقیناً جواب کی صورت میں یہی صدا بلند ہوتی ہے کہ ہمیں اپنے نفس و جان و مال و اولاد کو ان کی اطاعت ومحبت میں قربان کر دینا چاہیے، صحابہ کرام کا یہی معمول رہا ہے کہ وہ اپنے قیمتی سے قیمتی متاع کو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و طاعت میں قربان کر دیا کرتے تھے، جان کا نذرانہ پیش کرنا ان کیلئے حقیر سا تحفہ تھا، حتیٰ کہ حالت جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے سامنے کھڑے ہو جاتے، دشمنوں کے تیروں کیلئے ڈھال بن جاتے، کفار کی جانب سے ہر آنے والے تیر کو اپنے سینے میں لے کر روکتے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچے بلکہ ان کے عشقِ نبی علیہ السلام کا یہ عالم تھا کہ ہر کوئی اس تمنا کا اظہار کرتا: کاش! اس حالت میں میرے جسم کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے مگر ایسا نہ ہو کہ میرے نبی علیہ السلام کے پاؤں مبارک میں کانٹا

چھپ جائے اور میں اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا رہوں، صاحبِ عقل وصاحبِ شعور کتب سیر وتاریخ کا مطالعہ کرنے سے بخوبی جان سکتا ہے کہ ایسی جماعت ان کے سوا کوئی ہو بھی کیسے سکتی ہے؟ جن کی تربیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس نگاہوں نے فرمائی ہو، اب ان حضراتِ قدسیہ کے چند اور ایمان افروز عشقِ نبی علیہ السلام سے لبریز واقعات زیب قرطاس کرتی ہوں، تا کہ ان واقعات کو پڑھ کر ہمارے سینوں میں بھی عشقِ نبی علیہ السلام کی شمعیں روشن ہوں۔

عاشقوں کے سالار

امام العاشقین خلیفۃ المسلمین محبّ رحمۃ العالمین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان جائیں، جن کی ہر ہر ادا سے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک نظر آتی ہے، اس عاشقِ ماہ رسالت پروانۂ شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی ہی سرکار علیہ السلام کی محبت سے سرشار ہے، اے صدیق اکبر! تیری عظمتوں پر قربان جائیں!

صدیق کون؟

وہی جو رونقِ بازارِ مصطفیٰ ہیں، جو حاملِ انوارِ مصطفیٰ ہیں، جو حاصلِ افکارِ مصطفیٰ ہیں، جو مظہرِ کردارِ مصطفیٰ ہیں، جو واقفِ اسرارِ مصطفیٰ ہیں، جو زینت دربارِ مصطفیٰ ہیں، جو نگہتِ گلزارِ مصطفیٰ ہیں، جو کشتہ دیدارِ مصطفیٰ بھی ہیں، جو ساکن مزارِ مصطفیٰ ہیں، جو یارِ مصطفیٰ ہیں، جو نائب مصطفیٰ بھی ہیں، جو رازِ مصطفیٰ ہیں جو طالبِ مصطفیٰ ہیں، جو عکسِ مصطفیٰ بھی ہیں جو دیارِ مصطفیٰ ہیں، جو محافظِ مصطفیٰ بھی ہیں، جو تسلیمِ مصطفیٰ بھی ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔

قربان جاؤں اے امام العاشقین کا لقب پانے والے، مصطفیٰ علیہ السلام کے قدموں پر جانے والے، نامِ مصطفیٰ پر بک جانے والے، حکمِ نبی علیہ السلام پہ مال وزر سب لٹا دینے والے، آپ کی عظمتوں کو سلام!

سلام اُس پر جس کے کندھوں پر مصطفیٰ نے سواری کی

سلام اُس پر جس نے نماز میں زلفوں سے بہاری کی

اس عاشق ماہ رسالت پروانۂ شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت بیان کرنا بشر کی طاقت میں نہیں اور نہ ہی بشر سے ممکن ہے، ہو بھی کیسے سکتی ہے جس کے بارے میں میرے آقا نامدار دو جہاں کے مالک ومختار، رسولوں کے سالار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ''وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی '' والی زبان اطہر جنبش کرتی ہیں تو ارشاد ہوتا ہے: میں نے ہر ایک کے احسان کا بدلہ دنیا میں دے دیا ہے مگر اے صدیق! تیرے احسانات مجھ پر اتنے ہیں ان کا صلہ کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ دے گا، اس یارِ غار، یارِ مزار، عاشقوں کے سالار رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی ہی عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سبق دیتی ہے، یہاں پر طوالت کے خوف کے پیشِ نظر اس عاشقِ صادق کی زندگی کے چند واقعات سپردِ قلم کرتی ہوں، ہاں! اگر آپ مزید شوق رکھتے ہیں تو فقیر کی کتاب ''امام العاشقین'' کا مطالعہ فرمائیں، جس کے سینے میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر موجزن ہو کہ ہر وقت دل کی تمنا وآرزو بس یہی ہو کہ سرکار علیہ السلام کے جلوے میری آنکھوں کے سامنے رہیں اور میں دیکھتا رہوں جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ کس نے سوال کیا: اے صدیق رضی اللہ عنہ! آپ کی پسند کیا ہے؟ جواب میں ارشاد فرمایا:

النظر الی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(نزہۃ المجالس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے انور کو دیکھتے رہنا۔

زخموں سے چور پھر بھی پروانہیں

تبلیغ اسلام کا ابتدائی دور تھا، ہر طرف کفر کا دور دورہ تھا، پورا مکہ کافروں سے بھرا ہوا ہے، ہر حق کی اٹھنے والی آواز کو دبایا جاتا تھا، بتوں کو اپنا معبود بنائے بیٹھے تھے، اس

کفرستان سے اُٹھنے والی وحدہٗ لاشریک کی آواز کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قبول کر لیا تھا، محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ایک دن بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض گزار ہوتے ہیں: میرے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فداک امی وابی مجھے اجازت عنایت فرمائیں کہ میں ان کفار کو علانیہ آپ کی رسالت کی اطلاع دوں اور ان کو آپ کے دامن سے وابستہ اور فیضیاب ہونے کی دعوت دوں، غیب دان نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ! صبر سے کام لو، اس لیے کہ ابھی ہم تعداد میں بہت کم ہیں، آپ رضی اللہ عنہ پر سرکار علیہ السلام کی محبت کا غلبہ حال طاری تھا اور وہ یہ چاہتے تھے کہ اس نعمتِ عظمیٰ سے ہر کوئی فیضیاب ہو سکے، اس لیے وہ بار بار اصرار کر رہے تھے جب یارِ مزار، غریبوں کے غم خوار رضی اللہ عنہ کا اصرار دیکھا تو اجازت عنایت فرمادی، جب مجاہد اسلام کو اجازت مل گئی تو بلا خوف وخطر لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دی۔

فکان اوّل خطیب دعا الی اللّٰہ والی رسولہٖ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خطیب ہیں جنہوں نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بلایا، جب اس خطیب اوّل نے اسلام کی دعوت ان کفار کو دی تو مشرکین مکہ آپ پر ٹوٹ پڑے، آپ کو سخت پیٹا اور روندا، عتبہ بن ربیعہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرۂ انور پر بے تحاشا تھپڑ مارے، اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ اس نعلین نے اپنا دوہرے چمڑے والا جوتا اُتارا، اس جوتے سے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر اتنی ضربیں لگائیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہونٹ اور ناک ایک ہو گئے، اس کی خبر جب بنو تمیم (یہ آپ رضی اللہ عنہ کا قبیلہ تھا) تک پہنچی تو آپ کے قبیلے والے روتے ہوئے آئے اور انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو کفار کے نرغے سے نکالا اور اُٹھایا اور لے جا کر ان کے گھر لٹایا،

لوگوں کا گمان تھا کہ اب وہ جانبر نہ ہوسکیں گے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ پر زخموں کی وجہ سے بے ہوشی طاری تھی، پورا دن بے ہوشی کی حالت میں گزر گیا، جب شام ہوئی اور آپ کو ہوش آیا، اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم اور آپ کے قبیلے والے پاس ہی کھڑے تھے، قربان جاؤں اس سلطان العاشقین کی شان وعظمت پر کہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو تو ایسا ہو، جان پر بنی ہوئی ہے، جسم زخموں سے چور چور ہے، حالت نازک ہے پھر بھی جب زبان کھلتی ہے تو محبوب علیہ السلام کے قصیدے پڑھتی ہے، ہوش آتے ہی محبوب کی فکر دامن گیر ہوتی ہے اور کلمات زبان پر کھیلتے ہیں کہ میرے آقا و مولا، ملجا و ماویٰ دو جہاں کے داتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے اور کہاں ہیں؟ ان کے قبیلے والوں اور باپ نے جب یہ آواز سنی تو غصے سے آگ بگولا ہونے لگے اور ملامت کرنے لگے جس کی وجہ سے تمہیں یہ ذلت ورسوائی اُٹھانی پڑی اور یہ مار پیٹ تمہیں برداشت کرنا پڑی، ہوش میں آتے ہی پھر ان کا حال پوچھ رہے ہو، ان عقل کے اندھوں کو کیا خبر تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر سختیاں جھیلنے میں جو لذت ملتی ہے وہ دنیا داروں کو پھولوں کی سیج پر بھی حاصل نہیں ہوسکتی، ان کے قبیلے والے مایوس ہوکر چلے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو یہ وصیت کر گئے کہ جب تک یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت سے باز نہیں آتے ان سے بائیکاٹ کر دو اور انہیں کھانے پینے سے کچھ نہ دو، آخر کار ماں تھی نہ رہا گیا، ممتا تڑپی اور کھانا لا کر آگے رکھ دیا اور سر کی بلائیں لیتے ہوئے کہا: میرے بیٹے! آپ سارے دن کے بھوکے ہیں، لہٰذا تھوڑا سا کھانا کھا لو، اے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیوانو، ماہِ رسالت کے پروانو، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تڑپا دینے والا جواب پڑھیے اور عشقِ نبی علیہ السلام میں جھومیے، ماں! خدا کی قسم! میں کھانا نہیں کھاؤں گا، کھانا تو دور کی بات ہے میں چکھوں گا بھی نہیں اور نہ ہی پانی کا گھونٹ پیوں گا جب تک والضحیٰ کا چہرہ انور،

یٰسین کا چہرہ، طٰہٰ کا تاج، الم نشرح کا سینہ، والیل والی زلف عنبریں اور مازاغ البصر والی آنکھیں نہ دیکھ لوں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت اُم جمیل رضی اللہ عنہا تشریف لے آئیں اور بتایا کہ حضور پرنور شافع یومِ نشور محبوب ربِ غفور صلی اللہ علیہ وسلم بالکل خیریت سے ہیں اور دارِ ارقم میں تشریف فرما ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زخموں سے چور تھے، چلنے کے قابل نہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ اور حضرت اُم جمیل نے سہارا دیا اور رات کو سرکار علیہ السلام کی بارگاہ تک لے آئیں، جب میرے آقا علیہ السلام کو صحیح وسالم پایا تو آنکھوں کو آنسو بہاتے ہوئے زبانِ حال سے گویا ہوئے:

بڑھ کر آپ نے رخِ روشن کو جو دیکھا تو کہا
یا نبی! آپ سلامت ہیں تو سب ہیچ ہیں یہ رنج والم

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لطف وکرم بھی دیکھئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے، صدیق اکبر کو تھاما اور جھک کر انہیں بوسا دیا، جب آقائے دو جہاں، والیٔ بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یار کو زخموں سے نڈھال دیکھا، چشمانِ کرم سے آنسو چھلک پڑے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ قربان ہو جائیں آپ کی شانِ بے نیازی پر، حضور مجھے صرف منہ کی تکلیف ہے جس دن سلطان العاشقین پر ظلم کی انتہاء ہوئی اور آقا علیہ السلام اور آپ کے صحابی غمزدہ تھے، اسی دن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے بدلہ میں خوشی بھی عنایت فرمائی کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اسلام لائے، دوسرا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے خوشی کہ آپ کی والدہ بھی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئیں۔ (ریاض النضرہ)

بھنے ہوئے کلیجہ کی بُو

اس عاشق ماہ رسالت پروانہ شمع رسالت محسنِ اُمت تاجدار صداقت، امیر

خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان جائیں جنہوں نے اپنا تن، من عشق میں جلا دیا، جیسا کہ امام ابوالعباس محبّ الدین الطبری، الریاض النضرہ میں نقل فرماتے ہیں: جب سلطان العاشقین کا وصال ظاہری ہوا تو امام العادلین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوئی خاص بات بتائیں، آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ ساری رات اللہ عزوجل کی عبادت میں گزار دیتے تھے اور جب سانس لیتے تو ان کے منہ سے اس طرح کی بُو آتی جس طرح کسی کی محبت اور فراق میں کلیجہ بھن گیا ہے اور جل کر راکھ ہو گیا ہے، یہ ایک رات کا عمل نہیں تھا بلکہ ہر رات ایسا ہی ہوتا۔

لحد میں عشق رخِ شہہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے
تیرے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

جب یہ سنا تو امام العادین خلیفۃ المسلمین قہر اللہ علی المنافقین غضب اللہ علی الکافرین، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔

زبانِ حال سے فرماتے ہیں: عمر بن خطاب! وہ بھنا ہوا کلیجہ کہاں سے لے کر آئے؟ بس یہی نہیں حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ شاکرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سخت سردیوں کی رات ہے، دروازہ کھلا ہے، صحن میں آگ جل رہی ہے، اس کے اوپر کچھ رکھا ہوا ہے، سرد ہوائیں چل رہی ہیں، قریب ہی والد گرامی کھڑے ہیں اور دروازے کی طرف دیکھ رہے ہیں، میں نے عرض کیا: ابا حضور! سخت سردی ہے اور سرد

ہوا چل رہی ہے، دروازہ ہی بند کر لیں اور تھوڑی دیر آرام فرما لیں، فرمایا: بیٹی! اگر میں نے دروازہ بند کر لیا اور سو گیا تو میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کیلئے اُٹھیں گے تو ان کو ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا پڑے گا، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچے گی، میرا عشق و ایمان یہ گوارا نہیں کرتا کہ میرے ہوتے ہوئے میرے آقا و مولا ٹھنڈے پانی سے وضو فرمائیں۔

اے رونقِ بازارِ مصطفیٰ علیہ السلام!

اے نکہتِ گلزارِ مصطفیٰ علیہ السلام!

اے واقفِ اسرارِ مصطفیٰ علیہ السلام!

اے ساکنِ مزارِ مصطفیٰ علیہ السلام!

اے حاملِ انوارِ مصطفیٰ علیہ السلام!

تیری عظموں کو سلام

جن کو اتنا بھی پسند نہیں ہے کہ اللہ کے محبوب دانائے غیوب منزہ عن العیوب صلی اللہ علیہ وسلم ٹھنڈے پانی سے وضو فرماتے اور ان کیلئے سخت سردی میں گرم پانی لے کر کھڑے ہوں، سردی اس پر کیسے اثر کر سکتی ہے جس کے اندر عشق کی آگ جل رہی ہو اور اس آگ کی وجہ سے جگر بھی جل چکا ہو اس عاشقِ صادق رضی اللہ عنہ کے کیا کہنے، یہی ہیں وہ جو رسولِ خدا جنابِ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سے بڑھ کر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتے۔

یہاں تک کہ مال و اولاد ہر چیز مکہ میں چھوڑ کر سرکار علیہ السلام کی رفاقت میں نکل پڑتے ہیں، رسولِ خدا کی ہجرت کی تیاری فرما کر صدیق اکبر کے دروازے پر پہنچتے ہیں، جونہی آواز دیتے، آپ رضی اللہ عنہ کا محبِ رسول سے لبریز دل لبیک کی آواز دیتے ہوئے جھوم اُٹھتا ہے اور فوراً باہر تشریف لاتے ہیں، گویا کہ ساری رات

بیداری کے عالم میں کسی کا انتظار کرتے گزر گئی ہے اور اب وہ منتظر گھڑیاں ختم ہو گئی ہیں اور زبانِ حال سے رفاقت رفاقت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ بلند کرتے ہیں، یہ ایک طویل حدیث ہے جس کو امام بخاری نے کتاب مناقب الانصار میں نقل کیا ہے، ہر خطرہ واندیشہ کے باوجود آپ کی محبت اور رفاقت کا اعزاز حاصل کیا اور اسی رفاقت کے تصدق کامیاب و کامران ہوئے، ہاں ہاں! آپ ہی ہیں جو غار میں دو میں سے دوسرے تھے اور اللہ تعالیٰ دونوں کے ساتھ تھا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۔(التوبہ:۴۰)

گھبرایئے نہیں! بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے: اے ابوبکر! تیرا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہو۔ (بخاری)

اس طرح محبت سچی ہو گئی، مشاعر سچے ہو گئے، ایمان گہرا ہوا، یقین پختہ ہوا، دل ٹھنڈا ہوا، روح پرسکون ہوئی اور دل کی تمنا پوری ہوئی، جب سرکار علیہ السلام کی رفاقت مل گئی، یہی ہیں وہ جنہوں نے ہر امر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی، ہر حال میں ثابت قدم رہے، اپنے مال کو اپنی اولاد کو، اپنے وطن کو، اپنے اقرباء کو، اپنے دوستوں کو، اپنی مرضی کو، اللہ تعالیٰ کی محبت اور اپنے محبوب علیہ السلام کی محبت میں قربان کر دیا، حتیٰ کہ صرف عبا باقی رہی۔

صدیق رضی اللہ عنہ کون؟

جو اوائل عمر سے ہی آپ علیہ السلام کے ہم خیال طبیعت رہے، جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بلاتوقف سچ مانا اور فوری اسلام قبول کیا۔

جس نے تن تنہا آپ سے مشرکینِ مکہ کو حرم میں دور دھکیل دیا۔

جو دنیا اسلام کا پہلا مبلغ و خطیب ہے۔

جس کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں بہت بُری طرح مارا پیٹا گیا۔
وہی جس نے ہوش آنے پر سب سے پہلے اپنے نبی علیہ السلام کی خیریت پوچھی۔
جو خود سہاروں پر چل کر یقین کی خاطر دیدارِ مصطفیٰ علیہ السلام کرنے گئے۔
وہی جس کو مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے جھک کر بوسہ دیا۔
وہ جس نے اسلام سے پہلے اور بعد میں بھی اسلام پر تن من دھن سب کچھ وار دیا۔
جس نے معراج النبی علیہ السلام کے بارے میں مشرکین مکہ سے کہا: اگر یہ میرے آقا علیہ السلام نے کہا ہے تو بالکل سچ ہے۔
جس کا اسی سبب لقب صدیق اکبر ٹھہرا۔
وہی جوان دو غار والوں میں سے ایک ہیں۔
جس نے اپنے کندھوں پر بارِ نبوت کو اُٹھایا۔
جس کا مقام مشرکین مکہ کیلئے ہمیشہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فوری بعد دیا۔
جو ہردم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہے۔
جس نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔
جس پر ہمشہ والیٔ کائنات نظر کرم ڈالتے تھے۔
جس کی بیٹی کو اُم المؤمنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔
جس نے سرکار علیہ السلام کے کہنے پر امامت کروائی۔
جو مسلمانوں کے پہلے خلیفہ بنے۔
جس نے بے داغ خلافت کی داغ بیل ڈالی۔

جس نے آلِ رسول کا ہر وقت اکرام واحترام کیا۔

جس کا مقام محفلِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں قریب تر ہوتا جو مستحق لوگوں تک ان کا حق پہنچا کر سوتا تھا۔

جو محبوبِ خدا کے محبوب تھے۔

اس عاشق صادق کی شان بیان سے باہر ہے' کیوں نہ باہر ہو جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرنے کیلئے جبریل امین کو ساڑھے نوسو سال چاہیے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کون؟

وہی نا جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک ہیں' چونکہ یہاں پر اختصار ملحوظِ خاطر ہے اس لیے صرف آپ رضی اللہ عنہ کی غارِ ثور والی جانثاری کا بیان ہوگا' کیونکہ اگر آپ رضی اللہ عنہ کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کو ہی جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جاتی ہے۔

یارِ غار کی جانثاری

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر ہوا' اس عاشقِ صادق کے ذکر خیر سنا تو آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور فرمایا: میرے دل کی آرزو ہے کہ کاش! میرے سارے عمل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایک دن اور ایک رات کی طرح ہوتے یعنی وہ میری ساری نیکیاں لے لیں اور ایک دن اور رات کی نیکی مجھے دے دیں یا پھر اس کا مطب یہ ہے کہ مجھے اپنی تمام نیکیوں کے بدلے صرف وہی دو نیکیاں مل جاتی' اس دن اور رات کی خود وضاحت فرماتے ہیں:

آپ کی رات وہ رات ہے جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار کی طرف پہنچے' عرض کی: واللہ! آپ اس میں داخل نہ ہوں' آپ سے پہلے اس میں میں داخل ہوتا ہوں' اگر اس میں کوئی چیز ہے تو وہ مجھے نقصان پہنچائے' میرے آقا آپ کو نقصان

نہ پہنچے، قربان جائیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عشقِ رسول پر، اسی لیے تو نگاہِ فاروقی اُٹھتی ہے تو جانثاری پر آ کر ٹھہرتی ہے اور اس کی تمنا کر رہے ہیں اور اپنی ساری عمر کی نمازیں، ساری عمر کے روزے، اور سارے جہادوں اور ساری فتوحاتِ اسلامیہ کو اس نماز کے جھاڑنے سوراخ میں پاؤں دینے، سانپ سے کٹوانے، حضور پرنور شافع یومِ نشور محبوبِ ربِ غفور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک اپنے زانو پر رکھنے جیسے کارنامے پر قربان کر رہے ہیں، یاد رکھیں! صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس رات کو سجدے سجود نہ کیے تھے نہ کوئی تہجد ادا کی تھی بلکہ صرف محبوب کی خدمت ادا کی تھی اور یہ وہ عبادت تھی جو اس وقت روئے زمین پر سوائے صدیق کے کوئی نہیں کر رہا تھا، وہ عبادت کیا تھی وہ عبادت یہ تھی کہ سرکار علیہ السلام کا سر انور اپنی جھولی میں رکھا ہوا ہے اور اس والضحیٰ کے چہرۂ انور کے جلوے دیکھ رہے ہیں، اللہ اکبر! وہ کیسا منظر ہو گا کہ اللہ کا محبوب اے صدیق تیری جھولی میں ہے، گویا کہ اللہ عزوجل کی پوری خدائی کے مالک اے صدیق آج تیری گود میں ہیں۔

اس کی جانب اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت پروانہ شمع رسالت عاشق ماہ نبوت مجددِ دین وملت محسن اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی نظرِ محبت اُٹھتی یہ تو جھومتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر جو سب سے اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اپنی دے چلے
حفظ جان تو اصل فروض ضرر کی ہے
گو تو نے ان کو جان پھیر دی غار میں
وہ کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائضِ فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

جب غار میں سلطان العاشقین داخل ہوتے ہیں، اس غار کو صاف کرتے ہیں، صاف کرتے کرتے نظر اُٹھتی ہے، چند سوراخ نظر آتے ہیں، اب کوئی چیز پاس نہیں جس سے ان سوراخوں کو بند کیا جائے، پاس تو صرف تن کے کپڑے ہی ہیں، اس عاشقِ صادق نے اپنا ستر چھپانے کی مقدار کپڑا رکھا، باقی تن کے کپڑے پھاڑ کر غار کے سوراخوں میں دے دیتے ہیں، جب سبھی سوراخوں کو بند کر دیا تو دو سوراخ باقی رہ گئے، جب ان دو سوراخوں کیلئے کپڑا نہ بچا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے پاؤں سے وہ سوراخ بند کرتے ہیں، پھر اپنے محبوب علیہ السلام کی بارگاہ بے کس پناہ میں عرض کرتے ہیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب اندر تشریف لایئے، جب آقائے دو جہاں تشریف لائے تو تھکاوٹ کی وجہ سے اپنا سر مبارک صدیق اکبر کی گود میں رکھا اور سو گئے، آج سلطان العاشقین کا زانو جس پر میرے آقا و مولا دو جہاں کے داتا صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں، وہ کعبہ معظّمہ بلکہ عرشِ معلیٰ سے بھی افضل نظر آ رہا ہے، کیوں نہ ہو کہ جب رحل پر قرآن رکھا جائے تو وہ رحل محترم اور جب زانوں پر صاحبِ قرآن خود اپنے سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہا ہو تو پھر کیا مقام ہوگا، صاحبِ زانوں کا؟ خیال رہے کہ جناب آمنہ حلیمہ ثوبیہ کی گود میں پرورش پائی اور صدیق و علی رضی اللہ عنہما کے زانو پر حضور نے اپنے سر انور رکھ کر آرام فرمایا اور عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ عفیفہ رضی اللہ عنہا کے سینہ انور پر سر رکھ کر حضور علیہ السلام نے وصال فرمایا۔

لہٰذا یہ گود اور زانو اور یہ سینہ بہت ہی افضل و اعلیٰ ہیں جیسے آل عبا کچھ دیر کیلئے حضور کی عبا مبارک میں رہے تو افضل ہو گئے ایسے ہی یہ حضرات ان نسبتوں سے سارے جہان سے افضل و اعلیٰ ہیں، جب سرورِ دو جہاں، والیٔ بے کساں، رحمتِ عالمیاں، محبوبِ

خدا صلی اللہ علیہ وسلم غار میں داخل ہو گئے اور آرام فرما رہے ہیں، ادھر اس سانپ تک بھی سرکار علیہ السلام کی خوشبو پہنچی جو صدیوں سے اس غار میں ان گھڑیوں کا منتظر تھا، جن میں وہ محبوبِ خدا عزوجل کے جلوے دیکھ سکے لیکن باہر نکلنے کیلئے سارے راستے جو اس نے بنائے تھے وہ بند ہیں، جب سارے راستے بند پائے پھر اس نے باہر نکلنے کیلئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قدموں کا سہارا لیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر اس نے ڈس لیا، پھر بھی آپ نے اپنے جسم کو جنبش نہ دی، اس خوف سے کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل نہ آئے، درد کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر گرتے ہیں، چشمِ مصطفیٰ علیہ السلام کھلتی ہے، صدیق کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی ہے، فرمایا: صدیق کیا ہوا؟ عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے، اے صدیق! تیری عظمتوں کو سلام! سانپ نے ڈس لیا ہے، درد کی شدت سے زہر جسم میں سرایت کر چکا ہے، جان جا رہی ہے پھر بھی جسم کو حرکت نہیں دے رہے، کہیں یہ نکل کر میرے آقا علیہ السلام کو تکلیف نہ پہنچائے، یہ ہے فنافی الرسول کا مرتبہ کہ عشق نے لباس کے ٹکڑے اُڑا دیئے، دونوں پاؤں سوراخوں سے کٹوا دیئے، گویا کہ جان لٹا دی، سانپ نے کئی بار ایک ہی جگہ کاٹا تا کہ اپنا پاؤں ہٹا لیں، مگر پاؤں نہ ہٹا، اس وقت عقل وعشق کا مکالمہ جاری تھا، عقل کہتی تھی: پاؤں ہٹا لو، عشق کہتا تھا: جنبش بھی نہ کرو، عقل کہتی تھی: جان جا رہی ہے، عشق کہتا تھا: ایک کیا ہزار بھی قربان ہے۔

کروں تیرے نام پر جاں فدا نہ بس اُن جان دو جہاں خدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

ہاں عشق والے ہیں جو ہر شے لٹا دیتے ہیں
عقل والوں کو ہے ذوقِ جنوں کہاں

جب عاشق نے عشق کی انتہاء کر دی، ادھر مصطفیٰ کریم نے عطاء کی انتہاء کر دی، کہیں صدیق کیلئے جنت سے دودھ وشہید کے مشروب آ رہے ہیں، کہیں ثانی اثنین کا لقب پا رہے ہیں لیکن دھن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلے ہوئے لعاب سے شفاء پا رہے ہیں، ہاں ہاں! وہی لعاب شریف جو علی کی دُکھتی آنکھوں پر لگتا ہے تو کل جواہر کا نفع دیتا ہے اور اگر عبداللہ بن عتیق رضی اللہ عنہ کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی پر لگتا ہے تو ہی جوڑنے والے سریش کا کام دیتا ہے اور اگر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی نکلی ہوئی آنکھ پر لگتا ہے تو بینائی لٹا کر مزید بڑھا دیتا ہے اور اگر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے گوندے ہوئے آٹا اور گوشت کی ہنڈیاں میں پڑتا ہے تو بے مثال برکت دیتا ہے، اور اگر صدیق اکبر کے ڈسے ہوئے پاؤں پر لگتا ہے تو تریاق کا کام دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ، ترمذی)

بس یہاں تک ہی نہیں مزید عطائے مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دیکھیں، جب ڈسے ہوئے پاؤں پر لعاب لگا تو اس کا اثر پوری نسل صدیق میں منتقل ہو گیا۔ بزرگ فرماتے ہیں: پہلے تو آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد کو سانپ کاٹتا ہی نہیں اگر کاٹے بھی تو اس کا اثر ہی نہیں ہوتا، جب کسی پنجابی عاشق کی نظر اُٹھتی ہے تو وہ شانِ صدیق یوں بیان کرتے ہیں:

ڈنگ کھاندا گیا دکھ اٹھاندا گیا
سینے لا کے نبی نوں سلاوند گیا
مونڈے چا کے نبی نوں اٹھایا جدوں
دونوں پیراں نوں مکے وچ دکھایا جدوں
دونوں تنہائی وچ غار بیٹھے جدوں
ثانی اثنین دا لقب پاوندا گیا
غار دے سب سوراخاں نو بند کردا گیا
باقی نال قدم دے مکاوند گیا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عاشقانہ فیصلہ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک منافق جس کا نام بشر تھا، اس کے اور ایک یہودی کے درمیان ایک جھگڑا تھا، اس جھگڑے میں یہودی سچا تھا اور منافق جھوٹا، یہودی بولا کہ چلو! اس کا فیصلہ تمہارے نبی علیہ السلام سے کراتے ہیں، منافق بولا: نہیں! چلو اس کا فیصلہ کعب بن اشرف (یہود کا سردار) سے کروائیں، نام نہاد کا مسلمان جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فیصلہ حق کریں گے اور کعب بن اشرف کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کروالوں گا، اس وجہ سے وہ کعب بن اشرف کا نام لے رہا تھا، دوسرا اس کے دل میں منافقت کی بیماری موجود تھی اور یہودی جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو حق کا فیصلہ فرمائیں گے، یہودی نے کہا: عجیب بات ہے کہ اپنے نبی علیہ السلام کے پاس چلتے اور ان سے فیصلہ کروانے سے کتراتا ہے، منافق شرمندہ ہو کر اس کے ساتھ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گیا، نبی علیہ السلام نے دونوں کا بیان سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا، وہاں سے نکل کر منافق بولا کہ میں اس فیصلہ سے راضی نہیں ہوں، چلو یہ فیصلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کروائیں، چنانچہ دونوں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچے، معاملہ عرض کیا، آپ نے بھی منافق کے حق میں فیصلہ فرما دیا، وہاں سے نکل کر بشر منافق بولا کہ میری تسلی اب بھی نہیں ہوئی، چلو عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کرائیں، چنانچہ یہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچے، یہودی نے عرض کیا: اس سے قبل یہی فیصلہ حضور علیہ السلام اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میرے حق میں فرما چکے ہیں، مگر بشر راضی نہیں ہوتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا یہ واقعہ درست ہے؟ بشر بولا: ہاں! آپ نے فرمایا: تم دونوں ٹھہر جاؤ! میں گھر سے ہو آؤں، چنانچہ آپ گھر میں تشریف لے گئے، تلوار لائے اور منافق کی گردن تن سے جدا کر دی

کیونکہ آپ کی محبت نے یہ گوارا ہی نہ کیا کہ رسول اللہ کے بعد فیصلہ کیا جائے، آپ نے عشق ومحبت سے لبریز جواب دیا کہ جو میرے آقا علیہ السلام کا فیصلہ نہیں مانتا، اس کا فیصلہ عمر کی تلوار کرے گی، اس کے بعد مقتول کے قرابت داروں نے بارگاہِ مصطفیٰ میں مقدمہ درج کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پوچھا، آپ نے جواب میں عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مرد نے آپ کا فیصلہ رد کر دیا تھا جو آپ کے فیصلے پر کسی اور کا فیصلہ طلب کرے، میرا ایمان یہ کہتا ہے کہ وہ مسلمان ہی نہیں، اس پر حضرت جبریل امین اسی وقت قرآن لے کر حاضر ہوئے اور یہ آیت پڑھی: (النساء: ٦٠)

(ترجمہ) اے محبوب پاک علیہ السلام! کیا آپ نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو گمان اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اس پر جو تمہاری جانب اترا اور اس پر جو اس سے پہلے اترا، پھر چاہتے ہیں کہ قضیہ یا مقدمہ کا فیصلہ کرانے کیلئے شیطان کی طرف لے جائیں۔

تھرتھراتے ہیں تیرے نام سے منافق ہے تیرا وہ دبدبہ ان پر یا عمر

سرکار علیہ السلام کی محبت نے رُلا دیا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سراپا عظمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں آقا علیہ السلام کے قریب بیٹھ گیا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پر ایک تہبند کے سوا کچھ نہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے اقدس پر چٹائی کے نشانات پڑے ہوئے تھے اور ایک کونے میں چمڑا صاف کرنے کا مسالہ رکھا ہوا تھا اور ایک کھال لٹکی ہوئی تھی، ایک صاع کے قریب جَو رکھے ہوئے تھے، عاشق ماہ رسالت پروانۂ شمع رسالت، خلیفۃ المسلمین

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھ سے آقا علیہ السلام کی یہ حالت نہ دیکھی گئی، میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور میں زار و قطار رونے لگا، غریبوں کے والی، بے کسوں کے داتا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے روتا دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے عمر! کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے جسم اطہر پر اس کھردری چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں اور یہ آپ کا کل خزانہ ہے جو میں دیکھ رہا ہوں، آقا آپ علیہ السلام کی اس حالت نے مجھے رلا دیا ہے، دوسری طرف قیصر و کسریٰ کے محلات و باغات ہیں جن میں آرام کر رہے ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے محبوب بھی ہیں، دو جہاں کے سردار، غریبوں کے آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اے ابن الخطاب! کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ ہمارے لیے آخرت ہو اور ان کیلئے دنیا میں ہو، آپ رضی اللہ عنہ، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جھومتے ہوئے عرض کرتے ہیں: میرے آقا اگر آپ کی اس میں رضا ہے تو غلام بھی نرم نازک بستر پر نہیں بلکہ آپ علیہ السلام کی سادگی والی سنت پر ہی راضی ہے۔ (ابن ماجہ)

سلام اس پر جس کے گھر چاندی تھی نہ سونا تھا

سلام اس پر جس کا سادہ بوریا بچھونا تھا

پھر اس عاشق صادق نے اس بات کو عملی جامہ بھی پہنا کر دکھایا، جیسا کہ مصعب بن سعید کی روایت سے ثابت ہے، جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد محترم کی بارگاہ میں عرض کیا: یا امیر المؤمنین! آپ اتنا سخت بستر ولباس اور کھانا کیوں استعمال فرماتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ کا جواب پڑھیے اور عشقِ رسول علیہ السلام میں جھومئے، جب آپ نے جواب دیا آنکھوں سے آنسو جھلک پڑے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے آقا علیہ السلام کو اسی حالت میں دیکھا ہے جب آقا علیہ السلام کی یاد آئی آپ رو پڑے اور قسم اٹھائی، فرمایا: خدا کی قسم! میں اپنے آقا و مولا صلی

اللہ علیہ وسلم اپنے پیارے رفیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسی سخت کوش زندگی گزاروں گا' تاکہ ان جیسا آرام دہ انجام پاسکوں۔ (ریاض النضرہ)

قبضے میں جس کے ساری خدائی اس کا بچھونا ایک چٹائی
نظروں میں کتنی ہیچ ہے دنیا صلی اللہ علیہ وسلم

ذکرِ خدا ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں

دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سجا ہوا ہے' والیٔ دو جہاں رحمتِ عالمیاں محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا: اے صدیق! عرض کی: یارسول اللہ علیہ السلام! غلام حاضر ہے' فرمایا: یہ انگوٹھی لے جاؤ' اس پر اللہ عزوجل کا نام نامی اسم گرامی لکھوا کر لے آؤ' سلطان العاشقین رضی اللہ عنہ نے حکم کی تکمیل کرتے ہوئے لی اور لے جا کر ایک نقاش کو دی اور فرمایا: اس پر اللہ عزوجلّ اور اس کے پیارے محبوب علیہ السلام کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دو' اس نقاش نے لکھ دیا' لکھوا کر جب دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں لے کر حاضر ہوئے' پیش کی' سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انگوٹھی لے لی' مازاغ البصر والی آنکھ پڑی' دیکھا اس پر صرف اللہ عزوجل کا نام نہیں بلکہ ساتھ دو اور نام بھی لکھے ہوئے ہیں' ماینطق عن الھویٰ والی زبان اطہر جنبش میں آئی' رحمت کے پھول جھڑے اور ارشاد فرمایا: اے صدیق! میں نے تو صرف اللہ عزوجل کا نام لکھوانے کیلئے فرمایا تھا' عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فداک امی وابی (میرے ماں باپ قربان)! حضور آپ کا نام تو میں نے لکھوایا ہے' باقی کا مجھے علم نہیں' فرمایا: میرا نام کیوں لکھوایا ہے' عرض کی: میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم میرے عشق نے میری محبت نے میرے شوق نے میری الفت نے میری مؤدت نے یہ گوارا نہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی اسم گرامی اللہ عزوجل کے نام سے جدا ہو' اس لیے نقاش کو

میں نے اللہ عزوجل کے نام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک لکھنے کا کہا تو اس نے لکھ دیا، لیکن حضور میرا نام اس کا علم نہیں یہ کیسے لکھا گیا، اتنے میں جبریل امیں حاضرِ خدمت ہوتے ہیں، عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کا سلام ہو! بعد از سلام میرے آقا! عرض یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام بحکم خداوندی لکھا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے محبوب! دانائے غیوب منزہ عن العیوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے یارِ غار نے تمہارے نام کو ہمارے نام سے جدا کرنا پسند نہ کیا تو مجھے بھی یہ بات پسند نہیں کہ تمہارے نام سے آپ کے یارِ غار کے یا مزار، عاشقوں کے سالار رضی اللہ عنہ کا نام جدا ہو جائے۔ (نزہۃ المجالس ۲/۱۵۵)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر عقیدت اُٹھتی ہے تو آپ یوں گویا ہوتے ہیں:

قولِ حق قرآن ہے قولِ پیمبر ہے حدیث
لفظ ہی کا فرق ہے تقریر ہے دونوں کی ایک
اس نے دل پھیرا اور اس نے دعوتِ اسلام دی
وہ خدا یہ مصطفیٰ تدبیر ہے دونوں کی ایک

قلندر لاہوری کی نظر اُٹھتی ہے تو وہ یوں گویا ہوتے ہیں:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

کسی اور عاشقِ صادق کی نظر اُٹھتی ہے تو وہ یوں فرماتے ہیں:

ذکر خدا کرے ذکرِ مصطفیٰ نہ کرے
ہمارے منہ میں ہو ایسی زبان خدا نہ کرے

اعلیٰ حضرت سرکار علیہ السلام کی محبت میں جھومتے ہوئے یوں فرماتے ہیں اور

گستاخوں کو خوب ان کا ٹھکانہ بتلاتے ہیں:

ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیوں
واللہ! ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے
بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطاء کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک بھی مٹانا گوارا نہ کیا

قربان جائیں محبت ہو تو ایسی ہو کہ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ نامی اسم گرامی کو بھی محو کرنا گوارا نہ کیا' چنانچہ سیرت کی تمام کتب میں موجود ہے کہ یومِ حدیبیہ کو جب کفار سے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی مصلحت کی بناء پر معاہدہ کیا تو اس معاہدہ کو لکھنے کیلئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا' مولائے کائنات مولا مشکل کشا رضی اللہ عنہ نے بھی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ہی لکھا تھا کہ سہیل بن عمرو (جو ابھی ایمان نہ لائے تھے) کہنے لگا: میں رحمٰن کو نہیں پہچانتا۔

ہمارا رسم الخط یوں ہے: بـاسـمـك اللهم ! لہٰذا یہی لکھا جائے' آپ علیہ السلام نے فرمایا: ٹھیک ہے' دوسرا ابن عمرو نے اعتراض کیا: محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی نہ لکھا جائے بلکہ محمد بن عبداللہ لکھا جائے' کیونکہ اگر ہمیں ان کی رسالت کا اعتراف ہوتا تو جھگڑا کس بات کا ہوتا؟ اس ضمن میں حضور علیہ السلام کے درمیان بات بات چیت ہوئی' آخر کار رحمۃ للعالمین انیس الغریبین سراج السالکین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو حکم فرمایا: اسے مٹا دو! مولائے کائنات مولا مشکل کشا شیرِ خدا مرکز مہر و وفا حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش ہیں' دوسری بار پھر حکم ہوا' لیکن خاموش ہیں' گویا کچھ سوچ رہے ہیں' جب تیسری بار

فرمایا، عرض کی: میرے آقا!

فداك امی وابی واللّٰه ما اهوك ابوا یا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم۔

خدا کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! علی لکھ تو سکتا ہے لیکن علی کا عشق اجازت نہیں دیتا کہ اس کو مٹادے۔

اسی پر امام اہل سنت مجدد دین وملت، پروانہ شمع رسالت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان کی نظر محبت اُٹھتی ہے اور قلم چلتا ہے تو یوں رواں ہوتا ہے:

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
عقل ہوتی تو خدا سے لڑائی نہ لیتے
یہ گھٹا نہیں اسے منظور ہے بڑھانا تیرا
ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے تیرا ذکر اونچا تیرا

سرکار علیہ السلام کو جگانا گوارانہ کیا؟

امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۲۱ھ) دوسندوں کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے اپنی کتاب مشکل الحدیث میں نقل کی ہے، حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جنگِ خیبر کے موقع پر مقام صہباء پر اسلام کا لشکر بھی تھا، سرکار دوعالم محبوبِ رب دوعالم امام الانبیاء سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر ادا کی، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی ادا کی، جب نمازِ عصر کا وقت آیا، آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عصر ادا کی، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، سرکار علیہم الصلوٰۃ والسلام پر وحی کا نزول

ہونے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھا اور آرام فرمانے لگے، حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: جب سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی کا نزول ہوتا تھا تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نیند طاری ہے، اس دن بھی ایسا ہی ہوا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر انور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گود مبارک میں رکھ کر آرام فرماتے رہے، نزولِ وحی ہوتا رہا اور وقت گزرتا رہا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، جب سورج غروب ہو گیا، سرکار علیہ السلام بیدار ہوئے تو دیکھا سورج غروب ہو گیا ہے، فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! نماز عصر ادا کر لی ہے! عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابھی تک ادا نہیں کی، فخر دو عالم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی! ادا پڑھنا چاہتے ہو یا قضا! عرض کی: میرے آقا! علی آپ کی اطاعت میں ہو پھر بھی قضاء پڑھے، یہ کیسے ہو سکتا ہے! شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک اُٹھتے ہیں، وہ ہاتھ جن کو ربِ کائنات فرماتا ہے: اے محبوب! تیرے ہاتھ نہیں بلکہ میرے ہاتھ ہیں، جب ان ہاتھوں سے کوئی کام کیا جاتا ہے اللہ کا کلام گویا ہوتا ہے، اے محبوب! یہ آپ نے نہیں بلکہ اللہ نے کیا ہے۔

"وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى" جب ہاتھ مبارک اٹھ گئے، "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى" والی زبان مبارک جنبش میں آئی، بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: اے رب العالمین! تیرا بندہ تیری اور تیرے محبوب علیہ السلام کی طاعت میں تھا اور خدمتِ رسول کر رہا تھا، اپنے اس بندے کیلئے تو سورج کو واپس لٹا دے تاکہ تیرا بندہ تیری بندگی کا حق ادا کر سکے، یہ کلمات لسانِ مصطفیٰ سے نکلنے تھے، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ سورج اُلٹے پاؤں چلتا مقامِ عصر پر آ گیا، ڈوبا ہوا دن دوبارہ پھر آیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نمازِ عصر ادا کی، پھر سورج اپنی رفتار سے چلتا ہوا

واپس غروب ہو گیا۔ (طحاوی شفاء حجۃ اللہ علی العالمین)

اس کی جانب اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت عاشق ماہ رسالت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن جھومتے ہوئے اشارہ فرماتے ہیں:

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی
ذکر رہ کے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی
ٹوٹ جائیں گے گنہگاروں کے فوراً قید و بند
محشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ کی

اس حدیث مبارک میں ایک تو اہل محبت کیلئے پھول بکھرے نظر آتے ہیں، دوسرا منکروں کا ردّ بھی ہے، پہلی بات تو یہ ہے جس کی طرف اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرمایا ہے:

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروغ ہیں اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے
مولا علی نے واری تیری نیند پر نماز اور وہی عصر جو سب اعلیٰ خطر کی ہے

ان اشعار میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی جانب اشارہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ سرکار علیہ السلام کی غلامی ہی اصل بندگی ہے، یعنی جس کے دل میں عشقِ مصطفیٰ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کا ادب ہے، اسی کی دوسری عبادات قبول ہیں، باقی کی مردود جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کر کے دکھایا کہ نماز کا وقت جا رہا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ نماز خدا کا فرض ہے اور قضا ہو رہا ہے اور یہ ہیں ہستی جن کا پوری زندگی میں کوئی سجدہ قضاء نہ ہوا، لیکن ادھر اپنے زانو کو جنبش تک نہیں دے رہے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل نہ

آئے، اس لیے کہ آپ جانتے تھے:

رکھا درِ مصطفیٰ پہ جو سر آئی غیب سے ندا او بے خبر
تیرے وہ سجدے بھی ادا ہوئے جو قضاء ہوئے تھے نماز میں

اعتراض

منکرین یہاں پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ بات عقل تسلیم نہیں کرتی کہ سورج واپس لوٹ آئے، دوسرا یہ حدیث بخاری شریف میں نہیں، لہٰذا اس کو ہم نہیں مانتے۔

جواب

اس اعتراض کے دو حصے ہیں، پہلا حصہ یہ ہے کہ عقل اسے تسلیم نہیں کرتی کہ سورج واپس آئے، اس کا جواب یہ ہے کہ معجزہ کہتے ہی اسے ہیں، جسے عقل تسلیم نہ کرے کیونکہ معجزہ کا معنی ہی یہ ہے جس میں مخلوق ایسا کرنے سے عاجز ہو اور یہ صرف اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کرام کو عطاء فرماتا ہے، آگے معجزے کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہے جس میں مخلوق قدرت رکھے لیکن پھر بھی وہ اس کام کو کرنے سے عاجز رہ جائے اور ان کو عاجز کر دینا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، جو نبی علیہ السلام کے صدق پر دلالت کرتا ہے، مثلاً قرآن کریم کی مثل سورت لانے سے عاجز رہنا وغیرہ، معجزے کی دوسری قسم وہ ہے جو انسان کی قدرت سے خارج ہو اور نہ وہ اس کا مثل لا سکتے ہیں، مثلاً مردے کو زندہ کرنا، لاٹھی کا سانپ بنا دیا، پتھر سے اونٹنی نکال دینا، درخت کا کلام کرنا، انگلیوں سے پنج آبِ رحمت کر دینا اور چاند کو ٹکڑے کر دینا، سورج کا رک جانا یا واپس لوٹ آنا وغیرہ، یہ ایسے کام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا، ان کا کسی نبی سے وقوع حقیقت میں اللہ ہی کا فضل ہوتا ہے جسے بطور دلیل وہ اپنے انبیاء کرام کو عطاء کرتا ہے۔

منکرین کی ہٹ دھرمی پر بڑا افسوس ہے، سمجھ میں نہیں آتا پتہ نہیں ان کی نظر قرآں پر کیوں نہیں ٹھہرتی، حالانکہ قرآن کریم میں کتنے معجزوں کا بیان ہے جو دوسرے انبیاء

کرام کو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمائے، آفرین ہے ان کی مسلمانی پر، دوسرے انبیاء کرام کے معجزات کو تو مانتے ہیں نہ صرف مانتے ہیں بلکہ اپنے واعظوں میں بھی بیان کرتے ہیں، جب امام الانبیاء سید الانبیاء علیہ السلام کی باری آتی ہے، ادھر ان کو سانپ سونگھ جاتا ہے، یہاں پر آکے طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں، اب دیکھا جائے تو یہی معجزہ یعنی سورج کا رک جانا یا واپس لوٹنا حضرت یوشع علیہ السلام کیلئے اللہ تعالیٰ کے حکم پر سورج کا رک جانا تو مانیں گے لیکن ادھر سورج کے رکنے کے بارے میں دوسری حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں: یونس بن بکیر رحمۃ اللہ علیہ نے زیارت مغازی میں ابن اسحاق سے روایت کی ہے، جسے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء شریف میں بھی نقل کیا ہے کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج کرائی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو تجارتی قافلے کے آنے کی خبر دی اور انہیں اونٹوں کی نشانی بتائی تو، قوم نے سوال کیا: یہ قافلہ کب پہنچے گا؟ فرمایا: بدھ کے روز، جب بدھ کا دن آیا تو قریش اس قافلہ کا شدت سے انتظار کرنے لگے یہاں تک کہ دن جانے لگا، مگر قافلہ ابھی تک نہ پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، دستِ دعا اُٹھنے کو ہی تھے کہ سورج کی چلتی ہوئی رفتار رک گئی اور دن میں اضافہ ہو گیا، کتنا ہوا؟ اس کے بارے میں محدثین کرام فرماتے ہیں: ایک پہر کا اضافہ ہوا، اس طرح جنگِ خندق کے موقع پر بھی نمازِ عصر کے وقت سورج ٹھہر گیا، ان احادیث کو امام نووی، حافظ ابن حجر اور حافظ مغلطائی رحمہم اللہ نے بھی نقل کیا اور علامہ یوسف نبہانی حجۃ اللہ میں بھی ذکر کرتے ہیں۔ قارئین کی تشفی کیلئے فقیر مزید مذکورہ بالا یعنی ردّ الشمس والی حدیث مبارکہ کے حوالہ جات درج کرتا ہے، اسی حدیث مبارک کو حافظ ابو عبداللہ محمد بن یوسف دمشقی صالحی رحمۃ اللہ نے مزیل اللبس عن حدیث ردّ الشمس کے اندر نقل فرمایا ہے، امام طحاوی کے متعلق آپ نے جان لیا کہ انہوں نے اپنی کتاب مشکل الآثار میں حضرت

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے اور حافظ ابن سید الناس رحمہ اللہ نے بشریٰ اللبیب میں اور حافظ علاؤ الدین مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الزہر الباسم میں اور علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے الدر المنتشر فی الاحادیث المشتہرہ میں بیان کیا ہے، حافظ احمد بن صالح تو یہ فرماتے ہیں: جس کا مقصد علم حاصل کرنا ہے، اس حدیث کو اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے تلف نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ نبوت کی نشانیوں سے ہے۔

دوسرے حصے کا جواب

جن لوگوں کا بیان یہ کہ صرف ہم بخاری کو ہی مانتے ہیں، اصل میں ان لوگوں کی یہ بات جہالت کا اظہار کرتی ہے، حقیقت میں وہ اپنے مؤقف پر یہ بات بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جمہور علماء، محدثین صرف صحیحین پر ہی اکتفاء کرتے تھے یعنی بخاری و مسلم پر ہی اکتفاء کیا کرتے تھے، دلیل انہوں نے ان بعض احادیث کو لیا جو ان کی گمراہ خواہشات کے مطابق نہیں، پھر اس پر طعنہ زنی کی، ان سے اگر سوال کیا جائے کہ تم صرف امام بخاری اور امام مسلم ہی کی احادیث کے قاری ہو تو کیا یہ دونوں محدث نبی کریم علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں تھے اور دوسرے نہیں تھے؟ ہاں! یہ بات مسلم شدہ ہے کہ ان میں اصح احادیث زیادہ ہیں، باقی کتب احادیث کی نسبت کیونکہ یہ دونوں بزرگ علماء کے ہاں عظیم اہمیت کے حامل ہیں اور اس وجہ سے عام مسلمانوں کے ہاں بھی انہیں کی اہمیت ہے۔ رہا دوسری کتب احادیث کا مسئلہ تو ان کا کوئی مسلمان منکر نہیں ہو سکتا کیونکہ احادیث کا تعلق خود سرکار علیہ السلام سے ہوتا ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں سے، ہاں! یہ ضرور ہے کہ عقائد اور مسائل میں صحیحین کو ترجیح دی جاتی ہے، باقی رہا مسئلہ فضائل کا تو وہ جہاں سے فضیلت کی بات ملے، اسے لینا چاہیے جیسا کہ مشہور محدث حافظ احمد بن صالح فرماتے ہیں: جس کا مقصد حصولِ علم ہو

اسے ایسی احادیث جہاں سے ملے لینی چاہیے، جن سے نبوت کی نشانیوں کا ظہور ہو، اگر ان احادیث کے راویوں پر طعن نہ ہوا ہوتو۔

عشق کے رنگ

مصعب بن عمیر مکہ کا ایک خوبصورت نوجوان ماں باپ کا اکلوتا بیٹا، جس کے حسن و جمال کے چرچے نہ صرف اپنے خاندان میں بلکہ پورے شہر مکہ میں تھے، والدین نے بڑے نازوں سے پرورش کی، کبھی کوئی پریشانی نہ آنے دی، اپنے لخت جگر کی ہر دلی خواہش کو پورا کیا، وہ مصعب بن عمیر جن کا کھانا شاہی، جن کا لباس شاہی، جن کا باپ قبیلے کا سردار، جن کی ماں اونچے خاندان کی بہو و بیٹی تھی، جنہوں نے کبھی اپنے جسم پر پرانا لباس نہ اوڑھا بلکہ ان کا لباس ان کے تمام ہم عصر رفقاء نوجوانوں سے افضل واعلیٰ ہوتا تھا، اپنے خوبصورت لباس کی چمک کی وجہ سے دور ہی سے پہچانے جاتے تھے، ان کی والدہ ان سے اس قدر محبت کرتی تھی کہ تھوڑی دیر بھی اپنی آنکھوں سے دور کرنا ناگوار سمجھتی تھی اور اس عمیر کا اپنی والدہ سے بھی کچھ ایسا ہی پیار تھا، ان کے خاندانی وقار اور حسن و جمال کی وجہ سے مکہ کی کئی دوشیزہ لڑکیوں کے رشتے آتے تھے مگر ابھی تک کوئی بھی رشتہ ان کیلئے منتخب نہ ہوا تھا، قسمت کا فیصلہ بھی بڑا عجیب ہوتا ہے، انسان سوچتا کچھ اور ہے اور منظورِ خدا کچھ اور ہوتا ہے، ہاں فیروز صدیوں کی گھڑی کوئی متعین نہیں ہوتی، رحمتوں کا دروازہ جب کھلتا ہے تو دل کے ظلمت خانے میں سعادت کا چراغ اچانک روشن ہو جاتا ہے، یہی ماجرا مصعب بن عمیر کے ساتھ پیش آیا، دیکھنے کو کئی مرتبہ پہلے رسولِ خدا کو دیکھا تھا لیکن آج دیکھنے کا انداز ہی کچھ نرالا تھا، آج دل کی ظلمت میں چراغ عشقِ رسول روشن ہو چکا تھا، والضحیٰ کے چہرے کی چمک، یٰسین کے سہرے کی دمک، طٰہٰ کی تجلیاں دل کے آئینے میں منقش ہو چکی تھی، عشق اور وہ بھی رسولِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق جس کی خوشبو سے دونوں عالم مہک اُٹھتے ہیں، جس کا

چھپانا مشکل نہ تھا' ایک دن بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے والدین سے چھپ کر حاضر ہوئے اور قدموں پر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا اور کلمہ پڑھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے' جب ان کے اسلام لانے کی خبر ان کے والدین تک پہنچی' غصے سے والدین کا بُرا حال تھا' حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ماں اور باپ کا رویہ بدل گیا' آپ پر انعام واکرام کی بارشیں مصائب میں بدل گئیں' طرح طرح کی سزائیں دینا شروع کر دیں' عشق کا رنگ بھی نرالا ہی ہوتا ہے' جس میں ہر آنے والی مصیبت مزہ دیتی ہے کیونکہ جب عشق کا چراغ سینے میں سلگتا ہے تو اس کی تپش سے پورا جسم جل کر راکھ ہو جاتا ہے' اس لیے سینے میں بھڑکنے والی اس آگ سے جہنم بھی پناہ مانگتی ہے' جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے: جب عاشقِ صادق جہنم کے اوپر سے گزرے گا تو جہنم بارگاہِ خداوندی میں عرض کرے گی: مولا! اسے جلدی جلدی گزار دے کیونکہ اس کی وجہ سے میری آگ ٹھنڈی پڑ رہی ہے' جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے' سرکار علیہ السلام کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے والدین نے مصائب کے پہاڑ توڑ دیئے' طرح طرح کی تکلیفیں دیں لیکن یہ سب تکلیفیں یہ پریشانیاں' یہ مصیبتیں' یہ ایذائیں آپ رضی اللہ عنہ کو نہ پھیر سکیں' پھیر بھی کیسے سکتی تھیں جن نظروں نے ایک مرتبہ ایمان کی حالت میں دیکھ لیا' ہو وہ جان تو دے سکتی ہیں لیکن مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا دیا ہوا ایمان نہیں دے سکتیں' کیونکہ

اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی جیسے میری سرکار ہیں ایسا نہیں کوئی

آپ رضی اللہ عنہ کے والدین نے دیکھا کہ مصعب رضی اللہ عنہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی نہیں چھوڑتا تو انہوں نے دی ہوئی تمام نعمتوں سے محرو کر دیا' اس لیے آپ کی یہ حالت دیکھ کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی آنکھیں جھک گئیں اور

اشک بار ہو گئیں، جب آقائے دو جہاں والیِ بے کساں رحمتِ عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ رحمت اُٹھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے مصعب رضی اللہ عنہ کو مکہ میں دیکھا ہے، مکہ میں اپنے والدین کے ہاں اس سے بڑھ کر کوئی نزاکت پسند نہ تھا، پھر مصعب رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے موجودہ زینت دنیا کے ترک کرنے کی راہ پر چلایا ہے، آخرت اور اس کی نعمتوں کے متعلق کا راستہ دکھایا ہے، امیر اہلِ سنت محسنِ انسانیت عاشق ماہ رسالت حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتھم قدسیہ کی نظر اُٹھتی ہے تو آپ فرماتے ہیں:

دنیا میں بھی ٹھنڈا ہے عقبیٰ میں بھی ٹھنڈا ہے
جو ان کا ہے دیوانہ وہ خوار نہیں ہوتا
وہ عشقِ حقیقی کی لذت نہیں پا سکتا
جو رنج و مصیبت سے دوچار نہیں ہوتا

بس یہاں تک نہیں بلکہ حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں: میدانِ اُحد میں جب دشمن سرکار علیہ السلام پر حملے کر رہے تھے، اللہ اکبر! وہ کیسا منظر ہوگا جب آنے والے ہر تیر کو اپنے سینے میں روک رہے ہوں گے اور کفار کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیچھے دھکیل رہے تھے، اچانک کفار میں سے ابن قمی اللیثی نے وار کر کے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور کفار میں جا کر افواہ اُڑا دی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) شہید کر دیا ہے تو آقائے نامدار دو جہاں کے تاجدار، رسولوں کے سالار صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطاء فرما دیا، اللہ اکبر! وہ منظر بھی کیسا عجیب ہوگا کہ مردانِ عرب پروانوں کی طرح ماہِ رسالت پر فدا ہو رہے تھے:

حسنِ یوسف پر کٹتی ہیں مصر میں انگشتِ زنداں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پر مردانِ عرب

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ایک دفعہ مکہ معظّمہ کے چند لوگوں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ مقدسہ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے ساتھ چند مبلغین بھیجیں تا کہ وہ ہمیں تبلیغ کریں، آقائے دو جہاں رحمتِ عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت ان کے ساتھ روانہ کر دی، مبلغین کی یہ جماعت جب نواحِ مکہ میں پہنچی تو وہاں پر کافروں کے متعین شدہ دو سپاہیوں نے انہیں گھیر لیا، جانثارِ مصطفیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ ہمارے امتحان کا وقت آ گیا ہے، چنانچہ کفار کی جانب سے آواز آئی کہ یا تو اسلام سے روگردانی کا اعلان کر دو یا لڑنے کیلئے تیار ہو جاؤ، شمع رسالت کے پروانوں نے اس بات کا اعلان کیا کہ یہ جان تو جا سکتی ہے لیکن مصطفیٰ کریم علیہ السلام کا دیا ہوا ایمان نہیں جا سکتا، ان دھوکے بازوں نے تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کو شہید کر دیا، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو زندہ گرفتار کر لیا، آپ رضی اللہ عنہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے عشاق کو یہ سبق دے رہے تھے:

دل دے دیئے جد دلبر نوں خیر خود نوں مٹاونا پیندا اے
اک پھل دی خاطر خاراں نوں سینے نال لاؤناں پیندا اے

جب کفار ناہنجار نے مظالم کی حد کر دی تو ایک دن کہنے لگے: اے خبیب! ابھی بھی وقت ہے، ابھی بھی جان بچا لو اور اسلام چھوڑ دو، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ زبانِ حال سے یوں گویا ہوتے ہیں:

تو ہو کے ترش خو مجھے ایذاء ہزار دے یہ وہ نشہ ہے جسے ترشی اتار دے

ظالمو! تم میری جان تو لے سکتے ہو مگر ایمان نہیں چھین سکتے‘ جب آپ رضی اللہ عنہ کا عشقِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لبریز جواب سنا تو آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کیلئے سولی لٹکا دی اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دین اسلام کی بقا کیلئے سولی پہ چڑھ جانا موت نہیں بلکہ حیات ہے‘ مشرکین نے کہا: اگر کوئی آخری تمنا ہے تو آج بتلا دو تا کہ پوری کر دی جائے‘ آپ رضی اللہ عنہ نے کوئی بھی خواہش یا تمنا نہیں کی بلکہ فرمایا: مجھے دو رکعت نماز ادا کر لینے دو‘ مجھے معبودِ حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ ریزی کر لینے دو‘ ان کی اجازت سے آپ رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز شروع فرمائی جب نماز ختم ہوئی‘ جانثارِ مصطفیٰ علیہ السلام کبھی دائیں دیکھتے ہیں‘ کبھی بائیں دیکھتے اور کبھی آگے دیکھتے اور کبھی پیچھے دیکھتے‘ کبھی اوپر دیکھتے‘ معلوم ہوتا کسی کو تلاش کر رہے ہیں جب مطلوب نظر نہ ملے تو آنکھوں سے آنسو آ گئے۔

کفار بد اطوار دیوانے کی آنکھوں سے نکلے ہوئے آنسوؤں کا مطلب غلط سمجھے کہنے لگے: شاید کام بن گیا‘ اس خیال کے تحت پوچھنے لگے: کیا ارادہ ہے؟ اب بھی وقت ہے اگر اسلام کو چھوڑ دو گے تو ہم آپ کو اعلیٰ مقام دینے کیلئے تیار ہیں‘ آپ کی ہر دلی خواہش پوری کریں گے‘ آپ کو ایک منصب ملے گا‘ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ظالمو! میری آنکھوں سے آنسو تمہاری سولی اور اپنی موت کی فکر کی وجہ سے نہیں آئے‘ بلکہ میں تو اس لیے رو رہا ہوں کہ میرا وقتِ آخر میرے آقا علیہ السلام کے قدموں سے دور آ گیا ہے‘ آخری گھڑی سرکار علیہ السلام کے جلوے سامنے نظر نہیں آ رہے۔

(مدارج النبوۃ)

تاجدارِ عشق و محبت

عشق و محبت کے بادشاہ کون ہیں؟ وہی جن کو تپتے ہوئے صحراؤں میں گھسیٹا‘ گلے میں رسّی ڈال کر مکہ کی گلیوں میں ایک جانور کی طرح گھسیٹا جاتا‘ دہکتے ہوئے

کوئلوں پر لٹایا جاتا، جن کی زندہ لاش کو جلتے ہوئے کوئلوں اور صحراؤں میں لٹا کر سینے پر بھاری چٹان رکھ دی جاتی، جن کی زبان پر کوئلے رکھ دیئے جاتے، جن کی چربی سے سلگتے ہوئے کوئلے سرد ہوتے، جن کے جسم کا کوئی عضو بھی ایسا نہ تھا جو کفار کے ظلم وستم کا نشانہ نہ بنا ہو، آخر یہ کس جرم کی سزا تھی؟ اور کیا مطلب تھا؟ اور ان کا جواب کیا تھا؟ جرم یہی تھا کہ آخر الزمان نبی علیہ السلام کا کلمہ پڑھا ہے اور مطالبہ یہی تھا کہ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینا چھوڑ دے، آپ رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی اسلام قبول کرنے سے لے کر وصالِ مبارک تک پوری کی پوری عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز نظر آتی ہے، خوشنودیٔ عشق کیلئے تسلیم ورضا اور صبر وضبط کا یہ حیرت انگیز اور زندہ انسان کے جسم کو خاکستر ہوکر چنگاریوں کی طرح اُڑنے کا نظارہ بھی چشمِ فلک نے کم ہی دیکھا ہوگا، جب امیہ مارتا مارتا تھک جاتا تو پوچھتا: کیا اب بھی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے گا؟

بلاوجہ اپنی جان کو ہلاکت کا نشانہ مت بنا، دین اسلام کو چھوڑ دے، کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے: اے بلال! آخری بار سن لے اگر اب بھی تو اپنی ضد سے باز نہ آیا تو تیرے جسم کو جلا کر راکھ کر دوں گا، سارا عرب میرے ساتھ ہے کوئی بھی تیری حمایت کرنے والا نہیں، شدتِ کرب میں لرزتی ہوئی آواز فضاء میں گونجی، صفحۂ ہستی کا کلیجہ بھی اس لرزتی ہوئی آواز سے دھل گیا، محبوبِ خدا عزوجل صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جان کا نذرانہ دینے والا جواب میں یوں گویا ہوا: اے میرے آقا! تیرا حق میرے جسم پر ہے، میرے دل پر نہیں، رسولِ عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ میں زندگی کی آخری سانس تک پڑھتا رہوں گا، اس نام کو میں کیسے چھوڑ سکتا ہوں، جس کی محبت میرے دل کی دھڑکنوں میں جذب ہو چکی ہے، ایک حبشی غلام کی اس سے بڑھ کر اور کیا معراج ہوگی کہ اس کے جسم کی ملی ہوئی خاک رسولِ عربی کے قدموں کو چھو لے، میری

فتح وسرخروئی کیلئے میرے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت مجھے کافی ہے، یاد رکھ!
وفاداری کی موت ہلاکت نہیں حیاتِ جاوید ہے، اس صبر وضبط نے آپ رضی اللہ عنہ کو
بارگاہِ یزدانی میں تقرب کی اس سند پر فائز فرمایا کہ فردائے قیامت میں اس کے جسم کی
سیاہی حورانِ خلد کے رخساروں پر تل بنا کر تقسیم کردی جائے گی، اس آتش کدہ عشق
میں نکھرے ہوئے سونے کو بارگاہِ رب العزت میں وہ مقام حاصل ہوا، اگر ان کا دل
پریشان ہوتا ہے تو اللہ رب العالمین اپنا نظامِ قدرت بھی بدل لیتا ہے، چنانچہ ایک دن
صحابہ کرام علیہم الرضوان بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کرنے لگے: یا
رسول اللہ! حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب اذان پڑھتے ہیں تو کلمات کی صحیح ادائیگی
نہیں ہو پاتی، خوف ہے کہیں اذان غلط نہ ہو، لہٰذا اگر آپ پسند فرمائیں تو کوئی خوش
الحان مؤذن مقرر کردیا جائے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: ٹھیک ہے، صبح کی اذان کوئی
اور پڑھ لے، بلال کو فرمایا: آپ صبح سے اذان نہیں پڑھیں گے، حضرت بلال رضی اللہ
عنہ نے جب یہ بات سنی تو دل کا آبگینہ ٹوٹ گیا اور پرانے زخم تازہ ہو گئے، تنہائی میں
جا کر بارگاہِ خداوندی میں رو رو کر عرض کرنے لگے: یارحمٰن! بلال کی اگر زبان جلی ہے تو
اس میں رضا بھی تو تیری ہی شامل ہے، کیوں کہ بلال تو تیری رضا پر راضی رہا!

کہتے ہیں: ٹوٹے ہوئے دل کی آواز بھی عرش کا سینہ چیرتی ہوئی فوراً بارگاہِ
خداوندی میں پہنچ جاتی ہے، جب اذانِ تہجد ہوئی انتظار ہونے لگا کہ کب سحر طلوع ہو،
انتظار کرتے کرتے طویل وقت گزر گیا، لیکن آثارِ سحر طلوع نہیں ہو رہے، لوگ حیران و
پریشان ہو کر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے: یارسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم! آج کی رات طویل ہو گئی ہے، تہجد کی نماز ادا کرنے والے کب سے اپنے
معمولات سے فارغ ہو چکے ہیں، بچے کئی بار سو کے جاگے اور جاگ کر سوئے، لیکن
رات ختم ہونے کا نام نہیں لیتی، لوگ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنا مدعا

عرض کر رہے تھے کہ جبریل امین علیہ السلام بارگاہِ مصطفویٰ میں حاضر ہوئے، سلام عرض کیا، سلام کے بعد اللہ کا پیغام سنایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب تک بلال رضی اللہ عنہ اذان نہیں پڑھیں گے سحر طلوع نہیں ہوگی کیونکہ جب بلال رضی اللہ عنہ دل کے عشق واخلاص کی جن گہرائیوں میں اتر کر اذان دیتے ہیں، یہ انہیں کا حصہ ہے، یہی وجہ ہے کہ عرش پر پہنچنے کی پرواز سوائے ان کی آواز کے اور کسی کو اب تک نہیں حاصل ہو سکی، اس لیے جب تک وہ اذان نہیں دیں گے، مدینے کے اُفق پر سحر کا اُجالا نہیں پھیل سکے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اذان پڑھنے کا حکم دیا جونہی اذان کے کلمات فضاء میں گونجے رات کی سیاہی چھٹنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف صبح کا اجالا پھیل گیا، اس دن ہر ایک پر یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مقام کتنا اونچا کر دیا ہے اور فیضانِ نبوت کے بل پر ایک کمزور غلام کی نحیف آواز میں کس قدر توانائی ہے کہ وہ آسمان کی بلندیوں کو پھاند کر بارگاہِ رب العزت کے مقرب فرشتوں کے کانوں تک جا پہنچتی ہے، اس عاشقِ صادق کے جگر میں عشق کے سوز و گداز کو وہ دردناک منظر تاریک کبھی فراموش نہیں کر سکے گی، جب آقائے دو جہاں رحمتِ عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری پردہ فرمالیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے دل کی دنیا اُجڑ گئی، ہمیشہ کیلئے زندگی کی اُمنگوں کا خاتمہ ہو گیا، دیوانہ وار مدینے کی گلیوں میں راستے چلنے والوں سے اپنے محبوب کا پتہ پوچھتے پھرتے، عہدِ رسالت کے بیتے ہوئے دن یاد آ جاتے تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جڑی لگ جاتی، کبھی کبھی تو اس کی رقت انگیز آہ وفغاں سے اہل مدینہ کے دل ہل جاتے، بالآخر ہجر و فراق کا صدمہ تاب ضبط سے باہر ہو گیا، ہجر و فراق کی تاب نہ لا سکے تو ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے اور حلب میں سکونت اختیار کر لی، ایک دن ظاہری آنکھ لگی دل کی آنکھ کھل گئی، قسمت انگڑائی لے کر جاگ اُٹھی، سرکار

علیہ السلام کے جلوے نصیب ہوئے اور ارشاد فرمایا: اے بلال رضی اللہ عنہ! تم ہمارے بعد ہمارا مدینہ چھوڑ کر چلے آئے' کیا تمہارے دل میں ہماری ملاقات کا شوق نہیں' جب آنکھ کھلی سرکار علیہ السلام آنکھوں سے اوجھل تھے' اور ان پر ایک عجیب رقت انگیز کیفیت طاری تھی' آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی اور زبان لبیک یا سیّدی کے نعرے لگا رہی تھی' اس پُرنم کیفیت میں مدینہ پاک کی جانب چل پڑے' جذبۂ شوق کے اضطراب میں شب وروز چلتے رہے' جب مدینہ قریب آ گیا تو دل کا حال قابو سے باہر ہو گیا' کبھی تو سرکار علیہ السلام کے سنگ میں ان پہاڑیوں کے پاس سے گزرنا یاد آ رہا تھا اور کبھی ان صحراؤں اور کبھی ان وادیوں سے وابستہ یادیں تازہ ہو رہی تھی' ایک ایک کر کے حافظے تازہ ہونے لگیں' چند قدم اور آگے بڑھے تو سامنے وہی نورِ رحمت سے ڈوبا ہوا مدینہ طیبہ تھا' اچانک سارے زخم تازہ ہو گئے اور سیلاب کا بند ٹوٹ گیا' شدتِ غم سے کلیجہ پھٹنے لگا' بے ساختہ منہ سے ایک چیخ نکلی اور زمین پر تشریف لے آئے' کچھ دیر کے بعد سکون ملا تو اُٹھے اور دیوانہ وار زار و قطار روتے ہوئے مدینہ پاک میں داخل ہو گئے' انہیں دیکھتے ہی ایک شور ماتم بلند ہوا' چاروں طرف سے جانثارانِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جمع ہو گئے' پھر وہ عالم کیا ہوگا جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے محبوب دانائے غیوب منزہ عن العیوب صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضری دی' روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں' غم سے سینہ دُکھنے لگا' تربتِ انور پر پہنچتے ہی آپ کو محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گرا دیا اور بے ہوشی طاری ہو گئی' اسی عالم میں لوگ آپ کو اٹھا کر لے گئے' جب ہوش آیا تو وہاں پر محبوب کا نام کھیلنے لگا اور یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ورد جاری ہو گیا' ایک دن لوگوں نے عرض کیا: اے بلال رضی اللہ عنہ! وہ اذان تو ذرا سناؤ جو دورِ سرکار علیہ السلام میں سنایا کرتے تھے تا کہ ایک بار پھر وہ یاد تازہ ہو جائے وہ اذان جس کی آواز آسمانوں پر فرشتے اور جنت

میں حوریں بھی سنتی تھیں، جب لوگوں نے اصرار کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں، فرمایا: مجھے تنگ نہ کرو، اگر وہ اذان سننی ہی ہے تو وہ زمانہ لے آؤ جب سرکار علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما ہوتے تھے اور جس وقت شہادت ان کے جلوے دیکھ کر ان کی جانب انگلیوں سے اشارہ کرتا تھا، جواب سنا تو سب لوگ مایوس ہو گئے، آخر شہزادۂ رسول سیّدنا امام حسن علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور ان کو ساتھ لے آئے کیونکہ ان کی بات حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہرگز نہیں ٹالیں گے، جب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا تو مؤذنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اذان پڑھنے کیلئے تیار ہو گئے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا تو سارے مدینے میں ایک کہرام مچ گیا، لوگوں کے دل ہل گئے، آہ وفغاں سے لوگوں کے گھروں میں قیامت برپا ہو گئی۔

عورتیں گھروں سے باہر نکل آئیں، کم سن اپنے والدین سے لپٹ کر پوچھنے لگے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تو تشریف لے آئے، ہمارے آقا علیہ السلام کب تشریف لائیں گے، ادھر خود مؤذن کی یہ کیفیت ہوئی کہ اذان پڑھتے پڑھتے جب کلمۂ شہادت پر پہنچے تو حالت غیر ہو گئی، حسبِ معمول نگاہ اُٹھائی تاکہ والضحیٰ کی زیارت کر سکیں اور انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے صحن کی جانب رخ پھیرا تو سرکار علیہ السلام نظر نہ آئے، انگلیوں کا مشارالیہ نظر نہ آیا، جب چہرۂ انور نظر نہ آیا تو ایک عاشقِ صادق تاب نہ لا سکا، فضا میں شدت وکرب کی ایک چیخ بلند ہوئی اور بے ہوش ہو کر زمین پر تشریف لے آئے، پھر مدینے میں ایک شور برپا ہوا اور عشق کی دبی ہوئی چنگاری سلگ پڑھی، پھر ہجر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کے سینوں کے غم تازہ ہو گئے، اس واقعہ کے بعد کافی دن تک اہلِ مدینہ کی پلکیں بھیگیں رہیں اور ادھر عاشقِ صادق سے ہجر وفراق کا غم جب برداشت نہ وہ سکا تو دوبارہ ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ (کتب کثیرہ)

اے کاش! مجھے مل جائے قسمت بلالِ حبشی کی
دمِ عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نکل جائے تو اچھا

اے کاش! مسلمانوں کے سید و سرور عشق و محبت کے تاجور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے آتش کدہ عشق کی ایک چنگاری ہمارے دلوں کے اُجڑے خیابان میں بھی ڈال دیں کیونکہ نبضِ حیات کی تپش بڑھتی جارہی ہے اور ایمان ویقین کا مزاج ختم ہوتا جاتا ہے، دنیا اسلام کو پھر اے بلال رضی اللہ عنہ تیرے فیضانِ عشق کی ضرورت ہے کیونکہ آج کا مسلمان مادیت کا متوالہ بن چکا ہے اور مغربی تہذیب کا دلدادہ بن چکا ہے، اغیار کے طرق پر چلنے کو فخر سمجھتا ہے، محسن و غم گسار آقا علیہ السلام کے احسانات کو فراموش کئے بیٹھا ہے، محبت کرنے کی بجائے نکتہ چینی اس کا مشغلہ بن چکا ہے، اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ بھی اسی جانب اشارہ فرماتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں:

ظالمو! محبوب کا کیا حق تھا یہی؟ عشق کے بدلے عداوت کیجیے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب اس بُرے مذہب پر لعنت کیجیے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل یا رسول اللہ! کی کثرت کیجیے
جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا ذکر اس کا اپنی عادت کیجیے

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رشکِ قمر بنادیا

جب قسمت کا ستارہ چمکتا ہے تو اچانک انسان کی زندگی کا رخ بدل جاتا ہے کبھی تو مایوسیوں میں اُمید کی کرن پھوٹتی ہے جو ظلمتوں کو نور سے بدل دیتی ہے اور پستیوں سے اٹھا کر بلندیوں پر فائز کر دیتی ہے، نہ صرف بلندیوں تک پہنچاتی ہے بلکہ اسے رشکِ قمر بنا دیتی ہے اور جب بدبختیوں میں سعادت مندیوں کا سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی کرنوں سے کفر کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں، جس سے اس کا دل بھی نور کا قبہ بن جاتا ہے، پھر اس نور سے ظاہر و باطن جگمگا اُٹھتا ہے، یہی معاملہ ایک یہودی

نوجوان کے ساتھ پیش آیا، جس کی نظر اُٹھی، چہرۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی، جب والضحیٰ کے چہرۂ انور پر پڑی تو یہ تصویروں کے آئینے میں اتر گئی جس سے دل کی دنیا بدل گئی، ان کی محبت سے دل سرشار تھا، ہر وقت محبوبِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی تمنا رہتی تھی، گھر میں ہیں تب بھی اور اگر باہر ہیں تو بھی صرف ایک ہی سوچوں کا مرکز تھا کہ کب دوبارہ اس چہرۂ انور کی زیارت ہوگی مگر والدین کے خوف کی وجہ سے اس نے اپنے دل کی کیفیت کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا، بلکہ اپنے سینے میں چھپائے رکھا، تن من کو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سلگاتا رہا، اب اسے دیدارِ مصطفیٰ علیہ السلام کے بغیر دل کو سکون نہیں ملتا تھا، اپنے دل کی پیاس بجھانے کیلئے کبھی مسجد نبوی شریف کے دروازے پر کھڑے ہو کر چوری چوری دیکھ لیا یا کبھی بکریاں چرانے نکلا تو دربار پر نظر دوڑا کر آنکھوں کو ٹھنڈا کر لیا، دن گزرنے لگے اور دل کے اندر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چنگاری سلگتی رہی، محبت کی وجہ سے آنکھوں کی تپش اُڑ گئی، چہرے کا رنگ پیلا پڑ گیا، عشق کا رنگ بھی عجیب ہی ہوتا ہے، جب چڑھتا ہے تو سب رنگ اتار دیتا ہے، اس کی لذت باقی تمام لذتوں کو ختم کر دیتی ہے جس کو عارفِ کھڑی شریف میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنے انداز میں یوں بیان فرماتے ہیں:

جناں دلاں وچ عشق سمایا رونا کم اونہاں دا

ملدے روندے وچھڑے روندے روندے ٹردے راہواں

جب عاشق صادق کے دل میں اپنے محبوب علیہ السلام کے اس قدر جلوے بس گئے جن کو ضبط کرنا مشکل ہو گیا تو بستر علالت کو بچھونا بنا لیا، باپ کا اکلوتا بیٹا تھا، باپ نے وقت کے بڑے بڑے حکیم بلائے لیکن کوئی بھی طبیب اس نوجوان کی بیماری کو نہ پا سکا، پا بھی کوئی کیسے سکتا تھا جب جسمانی بیماری ہی نہیں بلکہ یہ وہ بیماری ہے جس کا علاج کسی مسیحا کے پاس نہیں، ہزار جتن کے باوجود حالت دن بدن گرتی گئی، پھول کی طرح شگفتہ

نوجوان سوکھ کے کانٹا ہوگیا، ماں متا کی ماری ہوئی ماں بالیں پکڑ کے روتی رہتی، باپ پاگلوں کی طرح سر پٹکتا، خاندان کے افراد افسردہ لیکن بیمار کے حال کو کوئی بھی سمجھ نہ پایا، اب اس بیماری کی آخری منزل قریب آرہی تھی، ضعف اور ناتوانی کی بناء پر آواز کمزور پڑ گئی، زبان کی گویائی جواب دینے لگی، سانسوں کی مالا ٹوٹنے لگی، یہ زندگی کی آخری شام تھی، آنکھیں پتھرانے لگیں، جسم کے انگ انگ سے موت کے آثار ظاہر ہونے لگے، کپکپاتی آواز سے باپ کو کچھ کہنا چاہا مگر آواز گلے میں ہی اٹک گئی، باپ نے اپنا کان بیٹے کے قریب کیا، دنیا کے مسافر بیٹے نے باپ سے کہا: مجھ سے وعدہ کریں کہ میری آخری خواہش پوری کردو گے، باپ نے چہرے کی بلائیں لیتے ہوئے کہا: بیٹا! اس میں وعدہ لینے کی کیا ضرورت ہے، میرے بیٹے! آپ کی خواہش کی تکمیل کیلئے میں اپنا قیمتی سرمایہ لوٹانے کیلئے تیار ہوں، جب باپ نے تکمیل وعدہ کی حامی بھر لی تو بیٹے نے کہا: بابا جان! اگر آپ بُرا نہ مانیں تو میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت میں محبت میں گھائل ہو چکا ہوں اور عشق ومحبت کی آگ نے مجھے جلا کے راکھ کردیا ہے لیکن اس کا اظہار میں نے کسی پر نہیں کیا جب سے میں بستر علالت پر ہوں، ان کی دید نہیں کرسکا، اب میرے دل کی تمنا یہی ہے کہ آپ جا کر انہیں مطلع کردیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عاشق دنیا سے جارہا ہے، اس کی زندگی کا چراغ گل ہونے والا ہے اور اس کے دل کی حسرت ہے کہ مرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنا رخِ زیبا کی زیارت سے نواز دیں، باپ نے جب اپنے لال کی زبانی مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام سنا، غصے سے پیچ وتاب کھانے لگا، آخرکار اکلوتا بیٹا تھا اور وعدہ بھی کرچکا تھا کہ میں اپنے لال کی آخری خواہش پوری کروں گا، غصے پر قابو نہ پاتے ہوئے بادل ناخواستہ اُٹھا اور جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور بیٹے کا پیغام پہنچایا کہ اب وہ بستر مرگ پر تڑپ رہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے

دیکھنا چاہتا ہے اس کی آخری تمنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاکر اپنی خوشنودی اور اُخروی نجات کا مژدہ سنا دیں، یہ سنتے ہی رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو ساتھ لیا اور اس خوش نصیب نوجوان کو انعاماتِ خداوندی کا مژدہ سنانے چل پڑے، انتظار کرتے کرتے بیمارِ محبت کی آنکھیں بند ہوگئی تھیں، باپ نے سرہانے کھڑے ہوکر آواز دی: میرے لال آنکھیں کھولو! تمہارے محبوب مرکزِ عقیدت آگئے ہیں اور اور آپ کے سرہانے کھڑے ہیں، جب اس بیمارِ محبت نے یہ آواز سنی تو اس آواز پر جاتی ہوئی روح لوٹ آئی، آنکھیں کھولی تو سامنے والضحیٰ کا چہرہ چمک رہا تھا، نحیف وکمزور آواز میں اپنی تمنا کا اظہار کیا، سرکار میرے آقا حضور آپ علیہ السلام کی محبت کا چراغ دل میں لے جارہا ہوں، زندگی میں کوئی سجدہ بھی نہیں کیا، میں نجات کی اُمید رکھوں؟

آقا دو جہاں رحمتِ عالمیاں، والیٔ بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ، تمہاری نجات کا ضامن میں ہوں، نوجوان نے ہچکیاں لیتے ہوئے عرض کی: میرے آقا علیہ السلام میں قبر کی منزل سے لے کر خود دخولِ جنت تک آپ کی ضمانت پر اسلام قبول کرتا ہوں، کلمہ پڑھا اور سرکار علیہ السلام کے قدموں پر لوٹتے ہوئے جان مالکِ حقیقی کے سپرد کردی، ہمیشہ کیلئے آنکھیں بند کرلیں، نوجوان کے باپ نے کہا: حضور اب یہ میت اسلام کی امانت ہے، اب یہ جنازہ میرے گھر سے نہیں بلکہ آپ کے درِ نعمت سے اُٹھے گا، لہٰذا تجہیز وتکفین کی ساری ذمہ داری آپ ہی کی ہے، جب جنازہ تیار ہوا تو اس عاشقِ صادق کے جنازے میں شرکت کیلئے لوگ قرب وبعد سے جمع ہوئے تھے، آخری دیدار کیلئے چہرے سے جب کفن ہٹایا گیا، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ چہرے سے نور کی کرن پھوٹ رہی ہے اور ہونٹوں پر تبسم رقصاں ہے، دونوں ہاتھوں میں کونین کی نعمتیں سمیٹے ہوئے کامیابی کا

علم لہراتے ہوئے جا رہا ہے، عاشق کا جنازہ تھا، بڑی دھوم سے اُٹھا، کثرتِ اژدھام سے مدینے کی گلیوں میں تل رکھنے کی جگہ باقی نہ تھی، والیٔ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کا انداز بھی آج انوکھا تھا، پنجوں کے بل چل رہے تھے، اس حکمتِ عملی کو جاننے کیلئے ہر صحابی مجسمۂ شوق بنا ہوا تھا، آخر کار کسی نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا: ''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى '' والی زبانِ اطہر جنبش میں آئی، رحمت کے پھول جھڑنے لگے، ارشاد فرمایا: آج میرے اس عاشقِ صادق کے جنازے میں عالمِ بالا کے فرشتے دامن میں رحمت کے انوار لیے ہوئے اس قدر کثرت سے ہیں کہ ان کے ہجوم کی وجہ سے مجھے زمین پر قدم رکھنے کی جگہ نہیں مل رہی، جنازہ جب جنت البقیع میں پہنچا، زمین پر رکھا گیا، قبر میں اتارنے کیلئے خود رحمتِ عالم مجسم شفیع معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام قبر میں اترے اور اس عاشقِ صادق کو قبر میں اتارا، کافی دیر کے بعد جب جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو چہرۂ انور سے پسینے کے قطرے ٹپک رہے تھے اور خوشی سے مسکرا رہے تھے، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: حضور لگتا ہے قبر میں کافی مشقت اُٹھانی پڑی جس کی وجہ سے پسینہ مبارک کے قطرے چہرے انور پر ستاروں کی طرح چمک رہے تھے، جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے جواب ارشاد فرمایا: اس عاشقِ صادق نے وقتِ آخر مجھ سے ایک وعدہ لیا تھا کہ قبر کی منزل سے لے کر جنت میں داخل ہونے تک کی میری ضمانت، اس کے شاملِ حال رہے گی، لہٰذا میرے اس وعدے کی تکمیل کیلئے حورانِ جنت کا ایک بہت بڑا اژدھام پہلے ہی جمع ہو چکا تھا، جوں ہی اس عاشقِ صادق کو قبر میں رکھا تو وہ چاروں طرف سے اس کے چہرے کی بلائیں لینے کیلئے بے تحاشا ٹوٹ پڑیں، جس کی وجہ سے مجھے مشقت اُٹھانی پڑی اور پسینہ مبارک کے چند قطرے اس خوش نصیب کے کفن پر گر پڑے، اب اس کی قبر تا قیامت مہکتی رہے گی۔

قبر میں بر آئیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہو گی جب طلعت رسول اللہ کی

رحمتِ عالم کی اس عطاء کو دیکھا تو ہر صحابی کے دل میں شوق مچل اُٹھا کہ کاش! اس خوش نصیب کی جگہ میں ہوتا، سچ کہا ہے عارفانِ طریقت نے کہ عشق ومحبت کی ایک جنون انگیز ادا ہزار برس کی بے رِیا عبادتوں اور وظائف سے افضل واعلیٰ ہے، یہی وہ سکّہ رائج الوقت ہے جس میں آج تک کہیں بھی کھوٹ نہیں نکلا اور یہ بات طے شدہ ہے کہ جذبِ عشق کا ایک ہی جھونکا عالمِ اسفل میں بسنے والوں کو عرش کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے اور وہ محبت ہی کا کرشمہ تھا جس نے قیصر وکسریٰ کے ایوانوں پر اپنی شوکتوں کے پرچم اُڑوائے، زمین کی بڑی سے بڑی طاقتوں کو اپنے قدموں میں روند ڈالا، بڑے بڑے مغروروں کا سر نیچا کر دیا اور دنیا کے کونے کونے میں اسلام کی عظمتوں کا علم لہرائے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس کے آگے سرخم رہی، وہ محبت ہی کا نشہ ہے جب چھا جاتا ہے تو سب رنگینیوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

کاش! کہ اللہ تعالیٰ آج کے مسلمان کو بھی اس کی کھوئی ہوئی دولت سے نوازے۔

آمین ثم آمین!

ثمرات محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰه وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ اللّٰهِ

ثمراتِ محبت

آقائے دو جہاں رحمتِ عالمیاں، والیٔ بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا جو ثمرات حاصل کرتا ہے وہ تو کثیر ہیں، ہم یہاں صرف چند ایک بیان کرتے ہیں تاکہ وہ جان سکے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں کیا شان وعظمت ہے؟ کیا انعام واکرام ہیں، کیسی لطف وکرم کی بارشیں ہوتی ہیں، ان ثمرات میں سے کچھ کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے اور کچھ کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے یعنی کچھ کا ظہور دنیا ہی میں ہو جاتا ہے اور کچھ کا مرنے کے بعد ہوگا۔

حلاوتِ ایمان کا پانا

محبِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ثمرہ یہ ملتا ہے کہ وہ ایمان کی حلاوت کو پالیتا ہے، یقیناً کامل ایمان کا ذائقہ اور اس کی حقیقی حلاوت ملتی ہے تو وہ فقط عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ملتی ہے اور ایمان کی حلاوت میں ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسے حاصل

کرے تاکہ زندگی کے شب وروز اس کی مستی میں بسر کر سکے۔

ایمان کے مختلف مراتب ہیں سب سے کم درجہ پر عوام کا ایمان ہوتا ہے اور سب سے بلند درجہ حلاوت پانے والے کا ہوتا ہے لیکن یہ اس شخص کو حاصل ہوگا جو شارع کی بیان کردہ صفات سے متصف ہوگا اور ان صفات میں پہلی صفت اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب دانائے غیوب منزہ عن العیوب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اس قدر ہو کہ تمام مخلوق سے بڑھ کر ہو' جس کے اندر یہ پہلی صفت ہی نہیں پائی جاتی وہ ایمان کی حلاوت کو نہیں پا سکتا' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس میں یہ تین چیزیں ہوں گی وہ ہی ایمان کی حلاوت پائے گا:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہر شے سے بڑھ کر محبوب ہوں اور اگر کسی سے محبت کرے تو وہ بھی اللہ کیلئے اور کفر کی جانب نجات کے بعد لوٹنا اس قدر ناپسند ہو جس طرح آگ میں جانا ناپسند کرتا ہے۔ (بخاری۔ باب حلاوۃ الایمان)

حضور پرنور شافع یومِ نشور محبوب ربِ غفور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت جو حلاوتِ ایمان کا ذریعہ بن سکتی ہے' وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کو دل و جان سے کامل طور پر تسلیم کرنے کے بعد حاصل ہوگی' جس طرح حدیث پاک میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نقل ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ذاق لهم الایمان من رضی باللّٰه ربًا وبالاسلام دینًا وبمحمد صلی اللّٰه علیه وآله وسلم ۔(مسلم۔ کتاب الایمان)

ایمان کا ذائقہ وہی پا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے رب' اسلام کے دین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کو کامل طور پر تسلیم کرے۔

جس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کو اس صفت کے ساتھ

مان لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اپنے والد، والدہ، اہل اور تمام لوگوں سے بلکہ اپنی جان سے بڑھ کر کی، یعنی اس کے نزدیک کائنات کی ہر شے سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بالا صفات ہو، اس کے علاوہ دوسری صفات بھی ہوں جن کا ذکر دیگر احادیث میں آیا ہے، مثلاً احسان جو کہ ارکانِ دین کا تیسرا رکن ہے، ایسا آدمی ایمان کے اعلیٰ درجہ کو پالے گا اور ان لوگوں میں ہو جائے گا جو ایمان کی مستی اور سرشاری کو شب و روز اپنے اندر پاتے ہیں اور جو شخص ایسا نہیں، اس کا ایمان ناقص ہے، یاد رکھیں! مقامِ احسان کو وہی پا سکتا ہے جسے یا تو مشاہدہ حاصل ہو یا پھر ہر وقت اپنے آپ کو اللہ کی نگہبانی میں رکھنے والا ہو، جیسا کہ امام بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مبارکہ میں منقول ہے، اسی طرح امام مسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے، حدیث پاک میں قصۂ جبریل بیان ہوا، جس میں حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان، اسلام اور احسان کے متعلق سوال کیا۔

اس حدیث مبارکہ میں ہے: ''ما الاحسان؟ ''احسان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان تعبد اللّٰہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانه یراك .

اللہ کی اس طرح عبادت کرے کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو نہیں دیکھ سکتا تو یہ جان لے کہ اللہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔

مسلم شریف کی روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ منقول ہیں:

ان تغشی اللّٰہ کانك تراہ فانك ان لا تکن تراہ فانك یراك .

اللہ تعالیٰ سے ایسے ڈر جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ

تو تجھے دیکھ رہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبادت میں احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص، خشوع اور حضورِ قلب ہو اور یہ جاننا کہ معبود مجھے دیکھ رہا ہے، اس میں دو حالتوں کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔

ان دونوں میں بلند ترین یہ ہے کہ دل پر مشاہدۂ حق کا غلبہ اس قدر ہو گویا کہ حق اللہ کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہے، یہ درجہ صرف فنا فی اللہ ہی پا سکتے ہیں، جیسا کہ حضرت علی مولائے کائنات مولائے مشکل کشا شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اس وقت تک دوسرا سجدہ ہی نہیں کرتا جب تک اس معبود کو دیکھ نہیں لیتا، اس کی وضاحت خود ہی فرماتے ہیں کہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے، اس کا ادراک حواسِ خمسہ سے نہیں ہو سکتا بلکہ انسان کے دل میں حقیقتِ ایمان کی یہ صفت ہوتی ہے کہ اس کا دیدار کر لیتا ہے، اس کو علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح البیان جلد ۴ ص ۱۰۵ پر بیان فرمایا ہے، یہ حالت تھی: ''کانك تراہ''۔

اور دوسری حالت یہ ہے کہ بندہ ہر وقت یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر فعل پر خوب مطلع ہے، یہ دونوں حالتیں انسان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور خشیت عطاء کرتی ہیں۔ امام نووی علیہ الرحمۃ اس کے بارے میں شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان جوامع الکلم میں سے ہے، آپ فرماتے ہیں: مقصودِ کلام حدیث کا یہ ہے کہ عبادت میں اخلاص ہونا چاہیے اور اس قدر خشوع و خضوع ہونا چاہیے گویا کہ وہ اپنے رب کو دیکھ رہا ہے۔ اہل معرفت تو صالحین کی مجلس کے بارے میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہاں بھی انسان کو اپنا آپ سنبھال کر بیٹھنا چاہیے تاکہ ان کا احترام اور حیاء قائم رہے۔

فكيف بمن لا يزال اللّٰه تعالٰى مطلعا عليه في سره

وعلانیتہ ۔

تو پھر باری تعالیٰ کی بارگاہ کا کس قدر بلند احترام کرنا ہوگا جو ہر وقت ہر حال میں انسان کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہے۔ پیاری اسلامی بہنو! اسلام میں عبادت کا مفہوم کسی وقت کسی جگہ یا کسی حالت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ ہر وقت کا عمل ہے خواہ دن ہو یا رات، فراغت ہو یا مصروفیت، نیند ہو یا حالت بیداری، حضر ہو یا سفر، گرمی ہو یا سردی، علم ہو یا عمل، مہمان نوازی ہو یا مہمانی، خدام وطلبہ کی تربیت ہو یا اساتذہ کی خدمت، ہر حال میں انسان پر لازم ہے کہ وہ مخلص خاشع خاضع مطیع اور اپنے رب کو دیکھنے والا محسوس کرتا رہے، اس کی عظمتوں کا مشاہدہ کرنے والا بن کر رہے، اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: (الذاریات:۵۶)

اور میں نے جن وانسان کو اپنی بندگی کیلئے ہی پیدا کیا ہے۔

جس شخص کی احسان میں اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ کیفیت ہوگی، وہی ایمان کی حلاوت پا سکے گا۔

محبِ نبی علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی وصفی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حبیب بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والے کو محبتِ الٰہی اور مغفرت کا مژدہ سنایا ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع محبتِ الٰہی اور غفرانِ ذنوب کا ثمر عطا کر رہی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے والے کا کیا مقام ہوگا؟ کیوں کہ اتباع تو محبت کی اصل ہوتی ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ہمیشہ اس امت اور ہر اس شخص کیلئے آواز دے رہا ہے جو بھی اللہ تعالیٰ سے محبت چاہتا ہے کہ:

میری اتباع کرو، اگر تم ایسا کرو گے تو پھر یہ مقام پالو گے۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمائے گا۔

یاد رکھیں! محبتِ الٰہی کیلئے اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام دروازے بند کر دیئے گئے ہیں تو اشدہ حباً للہ کا مصداق بننے کیلئے اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ضروری ہے تو پتہ چلا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والا اللہ تعالیٰ کا حبیب اور محبوب بن جاتا ہے تو خود سرورِ دوعالم نورِ مجسم شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کیا ہوگا؟

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا پیروی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ محبوب بنالیتا ہے۔

دوسری بات جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے اپنی محبت کا وعدہ فرمایا ہے' جو آپس میں اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرتے ہیں' جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے تو اس شخص کیلئے محبتِ الٰہی کیوں نہ ہوگی جو خود اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

واللہ یحب الصبرین ۔(آل عمران:۱۴۶)

اور صبر کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں۔

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۔(آل عمران:۱۴۸)

بے شک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں۔

فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۔(آل عمران:۷۶)

بے شک پرہیز گار اللہ کو خوش آتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ ۔(آل عمران:۱۵۹)

بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ۔(البقرہ:۲۲۲)

بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے

ستھروں کو۔

فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (المائدہ:۵۴)

عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا ہوگا۔

پیاری اسلامی بہنو! ان آیاتِ طیبہ پر غور فرمائیں، صابرین نے صبر کس در سے سیکھا؟ محسنین کو احسان کہاں سے ملا؟ متقین کو تقویٰ کس نے دیا؟

متوکلین کو توکل کس نے سکھایا؟

توابین کو توبہ کی طرف کس نے مائل کیا؟

مطہرین کو طہارت کا طریقہ کس نے سکھایا؟

یقیناً جواب میں درِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی جانب نظر اُٹھتی ہے کیونکہ جس کو بھی جو کچھ ملا ہے، وہ اس در کی غلامی سے ملا ہے، مذکورہ بالا تمام چیزیں اتباع ہی سے حاصل ہوتی ہیں، جب اتباع کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے تو محبت کرنے والوں کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیا مقام ہوگا؟

آخرت میں سرکار علیہ السلام کی رفاقت

احادیث مبارکہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے، فرمایا:

انت مع من احببت .

تم اس کے ساتھ ہوگے جس کے ساتھ تم محبت کرتے ہو۔

یہ حدیث مبارکہ تقریباً ۲۰ (بیس) صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مروی ہے کہ انسان کل قیامت میں اپنے محبوب کے ساتھ ہی اُٹھایا جائے گا تو جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اولیاء کرام سے محبت کرتا ہے وہ یقیناً ان حضراتِ قدسیہ کے ساتھ اُٹھایا جائے گا اور جو شخص اس کے برعکس کسی عورت یا مرد یا کفار سے محبت کرتا ہے اس کا

حشر بھی ان لوگوں کے ساتھ ہی ہوگا' محبِ نبی علیہ السلام کیلئے آخرت میں اپنے آقا علیہ السلام کی رفاقت کا مژدہ بہت سی روایات میں ہے' لیکن تمثیلاً چند احادیث کو ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' آپ فرماتے ہیں: میں بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیامت کب قائم ہوگی؟ جواب میں آپ علیہ السلام نے فرمایا:

وما اعددت للساعة؟

تو نے قیامت کیلئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟

صحابی رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے:

حب اللہ ورسولہ ۔

اللہ عزوجل اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی "ما ینطق عن الھویٰ" والی زبانِ مبارک جنبش میں آئی اور ارشاد فرمایا: "فانک مع من احببت"۔

یہ مژدہ سن کر عاشق ماہ رسالت پروانۂ شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم خوشی سے جھومتے ہوئے عرض کرنے لگے:

فانا احب اللہ ورسولہ وابا بکر و عمر خارجوا ان اکون معھم وان لم اعمل باعمالھم ۔ (بخاری ومسلم۔ کتاب الاداب)

میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر فارق رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ ان کی سنگت ملے گی' اگرچہ میں نے ان کے برابر اعمال نہیں کیے۔

بلکہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں:

ما اعددت لها من كثير صلوٰة ولا صوم ولا صدقة ولكنى احب الله ورسوله .

میں نے قیامت کیلئے زیادہ نمازیں' روزے اور صدقات تو نہیں کیے مگر میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ضرور رکھتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انت مع من احببت ۔ (مسلم۔ کتاب البر والصلۃ)

تو اس کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔

ہم بھی وہی کہتے ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتے ہیں اور ہمیں بھی یہ ہی امید ہے ان کی رحمت سے کہ ہمیں بھی ان کا سایہ نصیب ہو گا' اگرچہ ہم نے ان جیسے اعمال نہیں کیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث مبارکہ مروی ہے کہ ایک شخص آقائے دوجہاں رحمتِ عالمیاں' والی بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ مقدسہ مطہرہ میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا:

كيف ترى فى رجل احب قومًا ولما يلحق بهم .

اس شخص کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا خیال ہے جو کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے مگر ان سے ملا نہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

المرء مع من احب ۔ (بخاری۔ کتاب الادب)

ہر انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا۔

اس سلسلہ میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت منقول ہے' ان کے علاوہ بھی بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے اس قسم کی احادیث منقول ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے عشاق سے ملاقات کا شوق

جب محبت دونوں طرف سے ہے تو اس میں صلہ کا جذبہ بھی انتہاء درجے کا ہوتا ہے' جب اشتیاق دونوں جانب سے ہوتو وہ کمال کا درجہ ہوتا ہے' حضور سراپا نور محبوب ربِ غفور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو مطلع فرمایا کہ کچھ لوگ ہمارے بعد آئیں گے' ان میں سے ہر ایک کو یہ تمنا کرے گا کہ مجھے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف مل جائے اگر چہ پھر ہمیشہ نہ شرف دیدار ہوتو میں اس کی خاطر اپنا مال و اہل سب قربان کرنے کیلئے تیار ہوں' اس حدیث پاک میں یہ اطلاع بھی ہے کہ اُمت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت کرنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد آئیں گے' عشاق کے اس شوق کے بدل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھنے کی تمنا کا اظہار کیا اور انہیں اپنا بھائی بھی قرار دیا' یہ الفاظ آقا علیہ السلام کے عاجزی کے طور پر ہیں' باقی اس سے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے جس طرح بد بخت سیاہ باطن لوگ بکواس کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بڑے بھائی ہیں' لہٰذا آقا علیہ السلام کا احترام بھائی جتنا کرنا چاہیے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شر سے ہر مسلمان کو محفوظ فرمائے! (محفوظ سدا رکھنا شہا بے ادبوں سے اور مجھ سے بھی سرزد نہ کبھی بے ادبی ہو)

ظالمو! محبوب کا کیا حق تھا یہی؟ عشق کے بدلے عداوت کیجیے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے اور فرمایا: اے اہل ایمان! تم پر سلامتی ہو! ہم بھی اللہ کے حکم سے تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔

وددت انا قد رأينا اخواننا .

فرمایا: میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کا شوق رکھتا ہوں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انتم اصحابی واخواننا الذین لم یاتوا بعد .

تم میرے ساتھی ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی نہیں آئے ہیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:

كيف تعرف من لم يات بعد من امتك يا رسول اللّٰه .

آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کیسے پہچان لیں گے جو ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوئے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ کلیاں گھوڑے کا مالک اپنے گھوڑے کو دوسرے گھوڑوں کے درمیان پہچان لیتا ہے یا نہیں؟ جواباً عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ تو ضرور پہچان لے گا' پھر ''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى '' والی زبان اطہر جنبش میں آئی اور رحمت کے پھول جھڑنے لگے اور ارشاد فرمایا: وہ اس حال میں آئیں گے کہ وضو کی وجہ سے ان کی پیشانیاں چمک رہی ہوں گی' میں حوضِ کوثر پر ان کا انتظار وانتظام کروں گا۔ (مسلم۔ کتاب الطہارۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنے محبین' متبعین اور ایمان لانے والوں سے ملاقات کا شوق اور انہیں دیکھنے کی تمنا کا اظہار فرمایا ہے' لہٰذا اشتیاق دونوں جانب سے ہو گیا یعنی غلام کی جانب سے بھی اور آقا علیہ السلام کی جانب سے بھی اور دوسری بات اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ ہمارے آقا علیہ السلام کل قیامت میں اپنی امت کو دوسری امتوں میں اس طرح پہچانیں گے جس طرح کوئی گھوڑوں

میں سے اپنے پانچ کلیان گھوڑے کو پہچان لیتا ہے اور تیسری بات یہاں پر جس کی وضاحت بھی ضروری ہے، ورنہ ہوسکتا ہے کسی کو شیطان گمراہ کرے اور اس کو اُلٹے سیدھے وسوسے آئیں کہ بعد میں آنے والوں کو سرکار علیہ السلام نے بھائی فرمایا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نہیں فرمایا، اس سلسلے میں شرح مسلم شریف کے حوالے سے امام باجی کا فرمان نقل کرتے ہیں: امام صاحب فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک فرمان (بل انتم اصحابی) ان سے اخوت کی نفی نہیں کر رہا بلکہ ان کی اضافی شان بیان کر رہا ہے (کیونکہ ثبتِ شئی ماسوا کی نفی نہیں کرتی) لہٰذا صحابہ کرام علیہم الرضوان ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ'' ''تمام اہل ایمان آپس میں بھائی ہیں'، کے تحت اخوت کے زمرے میں بھی ہیں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان صحابیت کی صف میں بھی ہیں، تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے بعد آنے والی تمام امت میں افضل و اعلیٰ ہیں، جس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پائی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں دیکھ لیا تو اس کو یہ محبت آنے والے تمام لوگوں سے افضل بنا دیتی ہے۔

جم ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

سعادتِ دارین کا حصول

ہر عاقل انسان کو یہ چیز سب سے محبوب ہے کہ اسے کوئی پریشانی لاحق نہ ہو خواہ دنیاوی ہو جیسے مال، بیوی، گھر، ذات اور اولاد کے حوالے سے یا اُخروی ہو جیسے محشر کی گرمی، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، جہنم کی دہکتی آگ وغیرہ، الامان بالحفیظ ان سے چھٹکارا تب ہی ہے یا تو اللہ تعالیٰ اپنی پناہ عنایت فرمادے یا پریشانی دور فرمادے یا اس کا وقوع ہی نہ ہو، جیسا کہ بندۂ مؤمن، صاحبِ یقین کو یہ بات سب سے زیادہ محبوب ہے کہ روزِ

قیامت اٹھے تو اس پر گناہ نہ ہو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی اسے گناہ سے محفوظ رکھ لے یا پھر اس کے تمام گناہ معاف فرما دے، جس شخص کو یہ مقام مل گیا یعنی گناہوں سے نجات مل گئی وہ سب سے زیادہ سعادت مند ہے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ بخشش کا انعام اور اس کے علاوہ بھی کثیر انعامات بندے کو عطا فرما دیئے ہیں جو کثرت کے ساتھ حضور پرنور محبوب ربِ غفور شافعِ یوم نشور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں:

اذا تکفر همك ویغفر ذنبك .

یہ تیرے تمام معاملات کیلئے کافی ہے اور تیرے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

یہ انعام اس کو ملا جو آقا علیہ السلام کی ذات وصفات پر درود پاک پڑھتا ہے تو اس شخص کا کیا مقام ہوگا جو مدنی تاجدار، بے کسوں کے مددگار صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے، محبت بھی ایسی کہ اپنے والد، والدہ، مال، اہل، جان اور تمام لوگوں سے بڑھ کر یہاں سے مراد وہ محبت نہیں جو کثیر لوگ دعویٰ دار ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں حالانکہ ان کے اقوال، اخصال، احوال، اعمال خود ان کی تکذیب کرتے ہیں، بلکہ محبت سے مراد وہ محبت ہے جو صاحبِ محبت کر حال، قال، خلق عمل اور کردار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے پر مجبور کر دے، اللہ کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں، جس طرح نبی علیہ السلام کی محبت اللہ تعالیٰ سے جدا نہیں، اس لیے کہ:

ان یکون اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احب الیه مما سواهما .

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر ایک سے بڑھ کر محبت ہو۔

صفتِ ایمان کا عطاء ہونا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک فرمان پیچھے بھی گزر چکا ہے:

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔

تم میں کوئی بھی صاحبِ ایمان نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

جو شخص حقیقی معنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے گا، اس کا قول وفعل، کردار طور طریقہ، شکل وصورت وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا آئینہ ہو گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد، والدہ، اہل، جان اور تمام لوگوں سے مقدم سمجھے گا اور وہ صاحبِ ایمان ہو گا جیسے جیسے اس کی محبت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا جوں جوں اس کے دل میں سرکار علیہ السلام کی محبت کا چراغ روشن ہوتا چلا جائے گا، اس کے سینے سے فسق وفجور کا اندھیرا چھٹتا چلا جائے گا، اس کے ایمان کو تقویت ملتی جائے گی، جب سرکار علیہ السلام کی محبت اپنے کمال کو پہنچے گی، ادھر ایمان بھی اپنے کمال کی بلندیوں تک جا پہنچے گا، یونہی محبت میں کمی واقع ہو گی تو ایمان بھی ناقص ہو جائے گا کیونکہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان دونوں لازم وملزوم ہیں جو لوگ مخلوق کی محبت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے مقدم سمجھتے ہیں ان کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں زبردست وعید سنائی ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

اے محبوب علیہ السلام! تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے

تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ' کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان۔ (التوبہ: ۲۴)

یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے راستے میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہیں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا لیکن جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو تمام محبتوں سے مقدم رکھے گا' وہ مطیع اور صاحبِ ایمان ہوگا' آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تو اپنے مقام پر آپ کے غلاموں کی محبت علامتِ ایمان ہے' جیسا کہ حدیث مبارکہ میں منقول ہے کہ:

آیة الایمان حب الانصار و آیة النفاق بغض الانصار ۔

(بخاری۔ مناقب الانصار)

انصار کی محبت ایمان کی علامت اور انصار سے بغض نفاق کی علامت۔

یہ حدیث مبارکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت برّہ رضی اللہ عنہ سے کچھ اس طرح منقول ہے:

الانصار لا یحبھم الا مؤمن ولا یبغضھم الا منافق فمن احبھم احبه ومن ابغضھم البغضه اللّٰه ۔

انصار سے فقط مؤمن ہی محبت کرے گا اور ان سے بغض صرف منافق کا کام ہے جو ان سے محبت کرے گا' اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا' اللہ تعالیٰ اسے ناپسند فرمائے گا۔

ذرا غور فرمائیں! انصار کو یہ مرتبہ کہاں سے ملا؟ کس کی نسبت سے ملا؟ کیسے ملا؟ کیوں ملا؟ انصار کو اگر یہ مقام ملا ہے تو محبوب علیہ السلام کی غلامی سے' اگر ان کی محبت کو ایمان کی علامت اور ان سے بغض کو نفاق کی علامت کہا گیا ہے تو وہ فقط رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے، ان کی محبت سے، ان کی قربت سے، ان کی اُلفت سے، ان کے عشق سے، ان کی اتباع سے ہی یہ مرتبہ و مقام ملا ہے، لہٰذا اگر آج بھی کوئی مسلمان آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے تو اسے بھی اللہ تعالیٰ مقام و مرتبہ عطاء فرماتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبّ ارتکابِ معصیت سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا

جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرتا ہے تو یہ محبت اس کیلئے علامتِ ایمان ثابت ہوگی جب تک محبت دل میں موجود ہے، اس سے ایمان نہیں چھنتا، اس لیے اسے منافق نہیں کہا جا سکتا حتیٰ کہ اگر اس نے معصیت کا ارتکاب بھی کر لیا ہے تو بھی وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا کیونکہ محبت سے بھی گناہ سرزد ہو سکتے ہیں اور یہ نہیں کہ محبت اسے معصوم بنا دیتی ہے کہ کب اس سے کبھی گناہ ہو گا ہی نہیں، بلکہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے بھی وہ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پرنور شافع یوم نشور محبوب ربِ غفور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ایک شخص تھا جس کا نام عبداللہ اور لقب حمار تھا، اس صحابی رضی اللہ عنہ کا عمل یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ اس محبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پی لی، جب شراب پی تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حد لگوائی، ایک دن پھر اسی صحابی رضی اللہ عنہ کو لایا گیا، پھر اسے سزا دی، لوگوں میں سے ایک ایک آدمی بولا اور کہنے لگا: اے اللہ! اس پر لعنت فرما! اس نے کس قدر پریشان کیا ہے؟ حضور ربِ غفور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس پر لعنت نہ کرو، اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ (بخاری۔ کتاب الحدود)

دیکھئے! یہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب علیہ السلام کی محبت میں سچا تھا' اس کی سچائی پر اس سے بڑھ کر کیا گواہی ہو سکتی ہے کہ اس کی گواہی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی' ہاں! اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اطاعت میں تھوڑی سی غفلت ہوئی اور شراب پی لی' اگر اطاعت میں اکمل ہوتا تو یہ گناہ سرزد نہ ہوتا' اس عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوتاہی ہوئی مگر پھر بھی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے محبّ ہی فرمایا ہے' بشارت کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال کے بعد منقطع ہو گیا۔

کیونکہ اس وقت تو غیب دان نبی وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی کی زبان والے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حیاتِ ظاہری کی بناء پر بنفس نفیس خود موجود ہوا کرتے تھے' لیکن اب تو کوئی اس قسم کی گواہی نہیں دے سکتا کہ یہ محبت میں کامل ہے یا کہ نہیں' جیسا کہ حدیث پاک اس پر یہ بات دال ہے کہ جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پھلانگ کر ان کے پاس پہنچے اور ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: اے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ! میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں!

هل تعلم انی احب اللّٰه ورسوله ۔

کیا تو نہیں جانتا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔

یہ کلمات حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ دہرائے' اس نے جواب میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللّٰه ورسوله اعلم ۔ (بخاری۔ کتاب المغازی)

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔

سبحان اللہ! صحابہ کرام علیہم الرضوان کا کیا ہی عاشقانہ جواب ہوا کرتا تھا کہ اللہ

تعالیٰ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، لیکن آج کا نام نہاد مسلمان اپنے نبی پاک علیہ السلام کے متعلق کس قدر گستاخانہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی غیب کا علم نہیں جانتا اور اسے دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، نعوذ باللہ من ذالک۔ کاش! کہ ان مسلمانوں کو بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان جیسا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہو، (آمین!)

اس حدیث مبارکہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم بھی حسن ظن ہی رکھیں گے کیونکہ اُمور کے باطن سے اللہ تعالیٰ ہی آگاہ ہے، لیکن ہم اتنا ضرور بلکہ بالیقین کہہ سکتے ہیں کہ جب مؤمن کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے تو وہ کبھی بھی منافق نہیں ہوسکتا جیسا کہ کسی عبد مؤمن کے دل میں محبت کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض نہیں ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ جب کسی بندۂ مؤمن کے دل میں ان حضراتِ قدسیہ کی محبت ثابت ہو جائے تو اس کیلئے ایمان کا ثبوت ضروری ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر محبت نہیں تو ایمان بھی نہیں، کیونکہ محبت جانِ ایمان ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ ۔(البقرہ:۱۶۵)

اور ایمان والوں کو اللہ کے بمقابلے میں کسی سے محبت نہیں۔

گنہگار مرد مؤمن پر لعنت نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی نفرت کی جاسکتی ہے کیونکہ ناپسند تو اس کا عمل اور فعل ہے نہ کہ اس کی ذات، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی زبان سے کہلایا:

قَالَ اِنِّیْ لعلمکم من القالین ۔(الشعراء:۱۶۸)

فرمایا: میں تمہارے کام سے بیزار ہوں۔

ہاں! اس صورت میں اس سے نفرت کی جائے گی جب اس سے ایسا کفر سرزد ہو جس کی کوئی تاویل نہ کی جاسکے اور ایسا یعنی کفر کسی مؤمن، مسلم اور اللہ تعالیٰ اور اس

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے سے کیسے مقصود ہو سکتا ہے سوائے اس صورت کے جب اسلام کو چھوڑ دے۔ (والعیاذ باللہ!) اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دورانِ گناہ بھی مسلم عاصی پر لعنت اور اسے گالی دینے سے منع فرما رکھا ہے کیونکہ یہ لعنت کرنا شیطان کی مدد کرنا ہے حالانکہ شیطان کی مدد یہاں مطلوب نہیں بلکہ یہاں مطلوب تو اس عاصی کی مدد ہے کہ اس کی مدد کر کے اسے گناہ سے نکالا جائے' اگر مسلم بھائی کی مدد کر کے یعنی احسن انداز میں اسے سمجھا کر معصیت سے بچائیں گے نہیں تو ایسی صورت میں نفرت اور بغض میں اضافہ ہو گا حالانکہ مسلمان رحیم اور شفیق ہوتا ہے نہ کہ بغض وعناد رکھنے والا' مسلمان آسانی پیدا کرنے والا ہوتا ہے نہ کہ تنگی لاحق کرنے والا' مسلمان خوشخبری سنانے والا ہوتا ہے کہ نہ کہ نفرت دلانے والا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' حضور پرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نشے والے آدمی کو لایا گیا' اس پر حد لگائی تو کسی نے اسے ہاتھ سے مارا تو کسی نے جوتے سے مارا تو کسی نے کپڑے سے سزا دی' ایک شخص نے کہا:

ماله افزاه الله ۔

اللہ تعالیٰ نے اسے کتنا ذلیل کیا ہے۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

لا تکونوا عن الشیطان علیٰ اخیکم ۔

اپنے بھائی کے خلاف شیطان کی مددمت کرو۔

دوسری روایت میں یوں منقول ہے:

لا تقولوا ھکذا لا تعینوا علیه الشیطان ۔ (بخاری۔ کتاب الحدود)

ایسی بات مت کرو اور اس کے خلاف شیطان کے مددگار مت بنو' اس فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند اور باتیں قابل توجہ ہیں:

(۱) پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''علی اخیکم'' فرمایا' اسے اخوت میں باقی رکھا' اس سے اخوتِ ایمانی کی نفی نہیں فرمائی۔

(۲) اس مسلمان شرابی کے خلاف شیطان کی مدد سے منع فرمایا' شیطان نے معصیت کو اس کے سامنے مزین کر کے پیش کیا تاکہ یہ رسوا و ذلیل ہو اور تم نے اس کے خلاف ذلت و رسوائی کی بددعا کر دی تو شیطان کا مقصد تو پورا ہو گیا' خصوصاً اس نے اولادِ آدم کو اغواء گمراہ کرنے کا صف اُٹھا رکھا ہے' جب عاصی بندے کے خلاف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کی دعا کرو گے تو ابلیس کا مقصد تو پورا ہو جائے گا' اسی طرح محسن و غمخوار آقا علیہ السلام نے شرابی کیلئے دعا کا حکم فرمایا اور بددعا سے منع فرمایا' جس طرح ابوداؤد شریف کی ایک روایت میں یوں مذکور ہیں:

ولکن قولوا اللّٰھم اغفر لہ اللّٰھم ارحمہ ۔ (ابوداؤد۔ کتاب الحدود)

اور لیکن تم کہو: اے اللہ! اسے معاف فرما اور اس پر رحم فرما!

پیاری اسلامی بہنو! ان احادیث کی روشنی میں یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ گناہ سے نفرت ضرور کرو مگر گنہگار سے نفرت نہ کرو' معصیت سے نفرت ضرور کرو مگر عاصی سے نفرت نہ کرو' اسی طرح شراب' زنا' جوا' چوری' جھوٹ' وعدہ خلافی' حرام کاری' لواطت وغیرہ ہر چھوٹے بڑے گناہ سے نفرت کریں لیکن ان کے مرتکب سے نفرت نہ کریں' ہو سکتا ہے کہ وہ توبہ کر کے تجھ سے کہیں آگے نکل جائے جس کی شریعت میں کئی مثالیں ملتی ہیں' لیکن بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ آج اس کا بالکل اُلٹ معاملہ نظر آتا ہے' وہ اس طرح کہ ہم عاصی سے تو نفرت کرتے ہیں لیکن معصیت سے نفرت نہیں کرتے' اسی طرح ہم گنہگار سے تو نفرت کریں گے لیکن گناہ سے نفرت نہیں کرتے' کاش کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنے نبی علیہ السلام کے فرمودات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطاء فرمائے! آمین! دوسری یہ بات بھی ہمیں

معلوم ہوئی کہ ارتکابِ معصیت اور اللہ تعالیٰ اور رسول کی محبت کے صدور کے درمیان منافات نہیں' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مذکورہ شخص کے بارے میں اطلاع فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے' باوجودیکہ اس سے گناہ سرزد ہوا تھا' اسی طرح جس آدمی سے متعدد بار معصیت کا صدور ہو بھی جائے تو اس سے بھی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت چھن نہیں جاتی کیونکہ اوپر مذکورہ صورت میں عبداللہ حمار رضی اللہ عنہ سے متعدد بار گناہ کا صدور ہوا تھا اور ان پر حد بھی جاری کی گئی تھی لیکن پھر بھی انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبّ ہی قرار دیا تھا۔

خبردار!

ان احادیث سے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ٹھیک ہے جیسے چاہو گناہ کرو' کیونکہ ہم عشاقِ مصطفیٰ علیہ السلام ہیں' یاد رکھیے! محبّ پر اطاعت فرض ہے' اسی لئے محبّ عموماً نافرمانی نہیں کرتا سوائے اس صورت کے جب وہ محبت اور ایمان سے غافل ہو جاتا ہے' ورنہ محبت کا مدعی ہوتے ہوئے معصیت کا ارتکاب کیسے کرے گا؟

عرش کا سایہ

ثمراتِ محنت سے ایک یہ بھی لاجواب ثمرہ ہے کہ جب سورج سوا نیزے پر رہ کر آگ برسا رہا ہوگا' زمین تانبے کی طرح دہکتی ہوگی' ہر انسان کو اس دہکتی ہوئی زمین پر برہنہ کھڑا کیا جائے گا اور پچاس ہزار سالہ ایک دن ہوگا' جس میں گرمی کی شدت کا عالم یہ ہوگا کہ زبانیں پیاس کی وجہ سے سینوں پر لٹک رہی ہوں گی اور جسم پسینے سے شرابور ہوں گے' ان میں سے کوئی اپنے پسینے میں ڈوبا ہوگا' کسی کے کندھوں تک ہوگا' کسی کے سینے تک اور کسی کی کمر تک ہوگا' ایسی حالت میں کوئی بھی سایہ نہیں ہوگا' سوائے عرشِ الٰہی کے سائے کے' اس سائے تلے بھی سات قسم کے لوگ پناہ گزین ہو سکیں گے' جن میں دو خوش نصیب ایسے بھی ہوں گے:

ورجلان تحابا فی اللّٰہ اجتمعا علیہ وتضرقا علیہ ۔

(بخاری کتاب الاذان)

جواللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرتے ہوئے جمع ہوئے اور اسی کی خاطر جدا ہوئے۔

یہ الفاظ بھی ملتے ہیں:

ان المتحابین فی جلال اللّٰہ ھم فی ظل اللّٰہ تعالٰی ۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے خصوصی سایہ میں ہوں گے۔

مزید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ملاحظہ فرمائیں' تاجدارِ مدینہ راحت قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ روزِ قیامت فرمائے گا:

میری خاطر محبت کرنے والے آج کہاں ہیں امیں انہیں سایہ عطاء کروں' جبکہ میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں۔ (مسلم۔کتاب البر)

پیاری اسلامی بہنو! غور فرمائیے یہ ثواب ہے ان لوگوں کا جو آپس میں محبت کرتے ہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے تو اس شخص کا کیا مقام ہوگا جو لوگوں سے نہیں بلکہ لوگوں کے آقا علیہ السلام سے محبت کرتا ہے' جو ان کے عشق ومحبت میں جھوم کے ان کی ثناء خوانی کرتا ہے اور ان کے آل واصحاب سے بھی محبت رکھتا ہے؟

یقیناً وہ خوش نصیب اس فرمانِ عظمت عالی شان کے سائے تلے خوشیوں کی بہاریں لوٹے گا اور آبِ کوثر کے جام ساقیٔ کوثر سے پئے گا' چنانچہ اسی لیے فرمایا:

المرء مع من احب ۔(بخاری)

ہر آدمی جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوگا۔

اے رب العالمین! یہ لطف وکرم ہمیں بھی عطا فرما!

چھپ چھپ کے جہاں سے کہ انہیں دیکھ سکوں میں
جنت میں مجھے وہ جگہ میرے خدا دے

دخولِ جنت

جو بھی نبی پاک علیہ السلام سے محبت کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے کل قیامت کے دن اپنے خاص انعامات سے نوازے گا اور نبی پاک علیہ السلام اس کی شفاعت بھی فرمائیں گے' جب اللہ تعالیٰ نے سورۃ الضحیٰ کی آیت: ''وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ'' نازل فرمائی تو میرے آقا علیہ السلام کے ہونٹ مبارک جنبش میں آئے اور وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ والی زبانِ اقدس سے رحمت کے پھول جھڑنے لگے' ارشاد فرمایا: میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا' جب تک میرا ایک اُمتی بھی جہنم میں ہوگا' اسی کی طرف شاعر اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

میرے اعمال کا بدلہ تو جہنم ہی تھا میں تو جاتا مگر سرکار نے جانے نہ دیا

بلکہ دوسری حدیث شریف میں آتا ہے کہ میں اس وقت تک اللہ کی بارگاہ سے سر ہی نہیں اُٹھاؤں گا جب تک میری ساری امت بخشی جائے۔ قربان جاؤں وہ کیسا منظر ہوگا جب سارے انبیاء علیہم السلام تو نیکوں کی صف میں کھڑے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے: مولا! گنہگار تیرے ہیں ان کو چاہے جنت میں بھیج' چاہے جہنم میں لیکن میرے آقا علیہ السلام گنہگاروں کی صف میں کھڑے ہو کر محبوبانہ اداؤں سے عرض کر رہے ہوں گے: مولا کریم! یہ گنہگار میرے ہیں ان کی شفاعت کر کے میں اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا' حشر کے دن جب مخلوق مارے مارے پھر رہی ہوگی اور ہر در سے جواب ملے گا: یہ وہ دن ہے جس میں ہر کسی کو اپنی پڑی ہے' تمہاری شفاعت کون کرے؟ اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام لے کر بارگاہِ رسالت تک پہنچائیں گے تو میرے آقا علیہ السلام فرمائیں گے: آؤ آؤ! آج کے دن کیلئے میں ہی ہوں' اس منظر کو اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت شمع رسالت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان بیان کرتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں فرماتے ہیں:

جب اوروں کی زباں پر ہوگا اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ
میرے محبوب کے لب پر انا لہا انا لہا ہو گا

ایک اور مقام آئے گا جب سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سجدہ فرمائیں گے: مولا کریم! میری امت! رب فرمائے گا: محبوب! ہم نے آدھی بخش دی' عرض کریں گے: مولا! ساری کا سوال ہے' آخر اللہ تعالیٰ ساری امت کی بخشش کا مژدہ سنائیں گے' اس منظر کو ایک عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یوں بیان کرتے ہیں:

سر سجدے میں ہوگا کھل جائیں گی زلفیں گنہگار امت کی بخشش کا اسرار کریں گے

جب امت کی بخشش کی خوشخبری مل جائے گی تو عرض کریں گے: مولا کریم! یہ قہر و غضب تو ابھی اسی طرح' تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

اے محبوب! میرا یہ قہر و غضب تیرے دشمنوں کیلئے ہے' تیرے چاہنے والوں سے تو ہم پیار کریں گے۔

یہ تو ایک عام اُمتی کے بارے میں سرکار علیہ السلام اس قدر اصرار کریں گے تو وہ خوش نصیب امتی جنہوں نے ساری زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اتباع میں گزار دی' اسے کیونکر نہ جنت ملے گی اور جہنم سے رہائی ملے گی بلکہ محبین کی شان تو اس قدر ارفع و اعلیٰ ہو گی کہ خود جہنم ایسے حضراتِ قدسیہ سے پناہ مانگے گی' جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جب عشاقِ مصطفیٰ علیہ السلام پل صراط سے گزرنے لگیں تو جہنم عرض کرے گی: مولا! انہیں جلدی جلدی میرے اوپر سے گزار دے کیونکہ ان کی وجہ سے میری آگ بھی بجھتی چلی جا رہی ہے' صرف یہی نہیں کہ اسے جنت میں ہی ملے گی بلکہ وہ سرکار علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔

کیونکہ جب قیامت کے بارے میں پوچھنے والے ایک صحابی نے عرض کی: یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ فرمایا: تو نے قیامت کیلئے کیا جمع کر رکھا ہے!

عرض کیا: اور تو کچھ نہیں بس اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت‘ فرمایا: تیرے لیے جنت میں جانے کیلئے یہی کافی ہے اور تو اس کے ساتھ ہو گا جس سے تو محبت کرتا ہے۔ اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے:

وجبت محبتی للمعابین فی ۔

میری محبت لازم ہے دو محبت کرنے والوں کیلئے۔

اس حدیث کی روشنی میں خود فیصلہ کریں کہ سرکار علیہ السلام سے محبت کرنے والا کیوں نہ جنت میں جائے گا‘ خصوصاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جس میں ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ایک آدمی کچھ لوگوں سے محبت رکھتا ہے مگر ان جیسے اعمال کی طاقت نہیں رکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

المرء مع من احب ۔

ہر آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا۔

کوئی بھی بندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اعمال کی طاقت تو نہیں رکھتا لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ذخیرہ تو دل میں جمع کر سکتا ہے اور جس کے پاس یہ ذخیرہ ہو گا وہ یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنگت میں ہو گا تو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنگت میں ہو گا‘ ظاہر ہے وہ جنت میں داخل ہو گا بلکہ عشق و محبت کے بادشاہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تو بطور خادم آقا علیہ السلام کی مبارک سواری کی لگام پکڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پہلے داخل ہوں گے‘ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ کے الفاظ ''انت مع احببت '' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ ''المرء مع من احب '' واضح کر رہے ہیں کہ ہر محبّ اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا اور یہ بھی آشکار کر رہے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری روایت اس

اعرابی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اس میں عام حکم ہے اور یہ الفاظ ہر اس شخص کو شامل ہیں جو بھی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والا ہے۔

جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت

اس سے قبل آپ کے دو ارشادات گزرے ہیں:

المرء مع من احب ۔

انت مع من احببت ۔

جنہوں نے واضح کر دیا کہ محبت اگرچہ عمل اور مقام میں کم ہو، وہ روزِ قیامت اپنے محبوب ک ساتھ ہو گا' یہ بات کس قدر فضیلت و بلند نصیبی اور اعلیٰ بختی کی ہے کہ انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل اور سچی محبت کی وجہ سے روزِ قیامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا' اس حقیقت کی وضاحت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی کر رہا ہے' جو مختلف طرق سے مروی ہے' اسے ہم اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

ثوبان پر کرم کی بارش

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور محبّ تھے' جس دن وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر لیتے' اس دن ان پر دنیا تنگ ہو جایا کرتی' گھر سے نکلتے ہی آپ علیہ السلام کو تلاش کرتے یا جہاں بھی ملاقات ہوتی زیارت کرتے' ایک دن سوچنے لگے: یہ دنیا میں حال ہے کہ جب چاہتا ہوں زیارت کر لیتا ہوں' آخرت میں کیا بنے گا؟ اگر ثوبان جنت میں ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ علیین میں ہوں گے اور ثوبان عام مسلمانوں کے ساتھ اور اگر خدانخواستہ ثوبان دوزخ میں چلا گیا تو پھر کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب نہیں ہو گی' اس فکر نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو پریشان کر دیا' حتیٰ کہ یہ فکر' سوچ' وہم ایک مرض کی صورت اختیار کر گیا' جس کی وجہ سے ان کا رنگ دن بدن بدلتا گیا' آخر ایک دن وہ

بھی آیا کہ بالکل زرد ہو گئے' رؤف رحیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا:

ما بك يا ثوبان!

ثوبان! تجھے کیا ہو گیا!

انك من مرض!

کیا تو بیمار ہے!

عرض کرنے لگے: اللہ کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی بیماری نہیں' جب آج دنیا میں آپ کی زیارت نہیں کر پاتا تو پریشان ہو جاتا ہوں' لیکن پھر حاضر ہو کر زیارت کر لیتا ہوں' مجھے آخرت یاد آ گئی' اگر میں جنت میں گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ علیین میں ہوں گے اور میں عام مسلمانوں کے ساتھ اور اگر میں دوزخ میں گیا تو پھر کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکوں گا' اپنے غلام کی درد بھری آرزو سن کر ابھی رحمتِ عالم جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہی تھے کہ جبریل امین قرآن لے کر حاضر ہو گئے اور آیت مبارکہ پڑھ کر سنائی:

> اور جو اللہ اور رسول علیہ السلام کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا' بعض انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ' یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ (النساء:٦٩)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کے عاشق صادق کی یہ پریشانی دور فرمائی بلکہ اس میں تو عام حکم بیان فرما دیا کہ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع و فرمانبردار رہے' اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ملے گی' کاش کہ اللہ تعالیٰ ان حضراتِ قدسیہ کے قدموں میں ہمیں بھی جگہ عنایت فرمائے۔ (آمین!)

تنبیہ

یاد رہے وہی محبت صاحبِ محبت کو فائدہ دے گی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ اپنے نفس، والد، والدہ، اہل، مال اور تمام لوگوں سے بڑھ کر ہو، اسی کا ہی اثر انسان پر ظاہر ہوتا ہے اور اسی کو محبتِ شرعیہ کہتے ہیں، یہ محبت طبعی نہیں کہ جب طبیعت ہو تب تو محبت کر لی ورنہ نہیں، اسی لیے اس کے مدعی پر کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا، مثلاً والد کی ولد سے، خاوند کی بیوی سے اور عاشق کی معشوق سے وغیرہ، محبتِ شرعیہ تو ایسی محبت ہے ہی نہیں بلکہ یہ تو اس سے کہیں بلند ہے، یہ تو مسلمان اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک ایمانی رشتہ ہے اور یہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا نتیجہ ہے، ہاں! یہی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وصل کا سبب ہے، اسی کے سبب ہی بندہ اللہ کی بارگاہ میں محبوب نظر بنتا، اسی کے سبب انسان پستیوں سے بلندیوں کی جانب پرواز کرتا ہے، یہی وہ ذریعہ ہے جس کے طفیل انسان فرشتوں سے افضل بن جاتا ہے، یہی چیز انسان کو محبوب کی کامل اطاعت اور اس کے پیغام کی بجا آوری پر مجبوری کرتی ہے، یہ ہی وفا کی علامت ہے، یہ محبت انسان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتی ہے ورنہ محبّ کا وجود بغیر فرمانبرداری کے مقصود بھی نہیں ہو سکتا، اگر اطاعت میں اضافہ ہو گا تو محبت بھی بڑھتی چلی جائے گی، جس طرح قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے:

(ترجمہ کنز الایمان) اے محبوب علیہ السلام! تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (آل عمران: ۳۱)

محاسبہ اور گستاخوں کی مرمت

جب ہم معاشرہ میں مسلمانوں کو دیکھتے ہیں تو یہاں بڑا واضح تضاد اور تناقص پایا جاتا ہے، بہت سے محبتِ نبی کا دعویٰ کرنے والے سود خور ہیں، بہت سے محبتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ کرنے والے جواری ہیں، بہت سے ایسے ہیں جو محبتِ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن بندوں کے حقوق غصب کرتے ہیں اور بہت سے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ کرنے والے عقائد و اعمال میں غلط ہیں' خود فیصلہ کریں جس بندے کے عقائد و نظریات میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیاں شامل ہیں' وہ محبّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہوسکتا ہے؟ لیکن جب ان سے پوچھا جائے : کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہو تو فی الفور جواب دے گا: کیوں نہیں! بلکہ میں تو دل و جان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں!

پھر خود بتائیں ایسی محبت سے کامل اطاعت اور اتباع کیسے حاصل ہوسکتی ہے؟ ہاں! ہم یہ عقیدہ ہرگز نہیں رکھتے کہ مسلمان معصوم ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ شان کسی کی نہیں' انسان خطاء کار ہے' ہاں! جسے اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور توفیق نصیب ہو جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے لیکن گناہوں میں داخل ہوکر سرکش ہو جانا' اس سے تو یہ خطرہ لاحق ہو جاتا ہے کہ کہیں انسان ایمان سے ہی نہ ہاتھ دھو بیٹھے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ!)

یہ تو تھا عمل میں کوتاہی کرنے والا اور جو لوگ نعوذ باللہ من ذالک! نبی علیہ السلام کے گستاخ ہیں' پھر وہ کیسے اپنے اس دعوے میں سچے ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ تو دنیا کی محبت کا بھی اصول ہے کہ محبّ کو اپنے محبوب کا کوئی عیب نظر نہیں آتا' اگرچہ اس میں ہزار ہا عیب ہوں تو وہ محبوب جس میں عیب کا گمان بھی نہیں ہوسکتا پھر ان پر زبان درازیاں کرنا اور ساتھ ہی محبت کا دعویٰ بھی کرنا! ایسے بے غیرت و بے حیاء لوگوں کو شرم آنی چاہیے کہ ہم اپنی زبان سے کیا کہہ رہے ہیں اور دل میں کیا خباثت ہے۔

اعلیٰ حضرت پروانۂ شمع رسالت رحمۃ اللہ علیہ ان کی مرمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تف نجدیت نہ کفر نہ اسلام سب پہ حرف
کافر ادھر کی ہے نہ اُدھر کی ہے

حاکم حکیم دار و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مردود یہ مراد کس آیت و خبر کی ہے

ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو
واللہ! ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے

بد ہیں مگر انہیں کے ہیں باغی نہیں ہیں ہم
نجدی نہ آئے اس کو یہ منزل خطر کی ہے

قربان جاؤں میں اپنے اعلیٰ حضرت پر جنہوں نے ان بے دینوں کی فریبیوں اور خباثتوں کو کھول کھول کر بیان فرمایا اور ہر مسلمان کے دل میں عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجھتی ہوئی چنگاری کو پھر نئے سرے سے جلایا اور ان خون خوار بھیڑیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا' جس کی منظر کشی خود فرماتے ہیں:

مُلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

اے اللہ! ہم سب امتِ مسلمہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت الطاہرین کی محبت اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی محبت کے جام عطا فرما اور ان کے طریقوں پر چلنے والوں کی محبت سے نواز! ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر قائم رکھ کر یہاں تک کہ ہم اس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر راضی ہوں اور اپنے مبارک اور مشرف ہاتھوں سے ہمیں آبِ کوثر کے جام عطاء فرمائیں اور ہماری شفاعت فرما کر اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ عزوجل کے محبوب ومقبول بندوں کے حالات وواقعات اور خصائص کا پڑھنا قرآن وحدیث کے بعد عظیم ترین مطالعہ ہیں کیونکہ انہی نفوسِ قدسیہ نے اپنی زندگیوں کے ذریعے احکاماتِ قرآن وحدیث کی عملی تصویرکشی فرمائی' ان اولیاءکرام علیہم الرحمۃ الرحمٰن کی سیرت وحالاتِ زندگی کے بارے میں جاننے کے بعد ہمارے دلوں میں قدرتی طور پر ان بزرگ ہستیوں کے لیے محبت وعقیدت کے جذبات اُبھرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے سرکارِ مدینہ راحت قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سراپائے عظمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس شخص کیلئے کیا حکم ہے کہ جس نے کسی کو نہ دیکھا ہواور نہ ہی ملاقات کی ہواور نہ ہی اس کی صحبت میں رہا ہواور نہ ہی اس کے عمل پر عمل کیا ہو' مگر اس کو دوست رکھتا ہو۔ سرورِکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''المرء مع من احب'' آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہوگا۔ جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دیوانہ وارمحبت کی تو وہ ہمارے لیے مثالی عاشق اور برگزیدہ ہستی بن گئے' اسی طرح اگر ہم اولیاءکرام علیہم الرحمۃ الرحمٰن سے محبت کریں گے تو ہم بھی ان شاءاللہ ان کے ساتھ ہوں گے' جیسا کہ حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ ورسائل ومکاتیب میں تحریرفرماتے ہیں کہ جوشخص کسی کے نقشِ قدم پر چلتا ہے' اسے اس بزرگ کا مرتبہ ومقام نصیب ہوجاتا

ہے۔

میری اسلامی بہنو! میں نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو آج اپنی تقریر کا موضوع کیوں بنایا؟ اس لیے کہ

اہل دل، اہلِ نظر، اہلِ محبت کے لیے

اہلِ ارشاد، اہلِ فیض، اہلِ فراست کے لیے

اہلِ دانش، اہلِ درد، اہلِ درایت کے لیے

اہلِ ادبت، اہلِ شعور، اہلِ شہادت کے لیے

اہلِ فقر، اہلِ فنا، اہلِ فتوت کے لیے

اہلِ ظرف، اہلِ خمیر، اہلِ ذکاوت کے لیے

اہلِ ترک، اہلِ تمنا، اہلِ حسرت کے لیے

اہلِ حق، اہلِ یقین، اہلِ امانت کے لیے

اہلِ صدق، اہلِ وَلا، اہلِ ولایت کے لیے

اہلِ تمکیں، اہلِ سکر، اہلِ سکینت کے لیے

اہلِ معنیٰ، اہلِ لفظ، اہلِ عبادت کے لیے

اہلِ اسراء، اہلِ کشف، اہلِ کرامت کے لیے

اہلِ شوق، اہلِ ذوق، اہلِ ہمت کے لیے

اہلِ قرار، اہلِ امر، اہلِ امامت کے لیے

اہلِ ذکر، اہلِ فکر، اہلِ فطنت کے لیے

اہلِ راز، اہلِ رموز، اہلِ ریاضت کے لیے

اہلِ سوز، اہلِ ساز، اہلِ محبت کے لیے

اہلِ ناز، اہلِ نیاز، اہلِ نزاکت کے لیے

اہلِ ہوش، اہلِ جوش، اہلِ جودت کے لیے
اہلِ مال، اہلِ کمال، اہلِ کہانت کے لیے
اہلِ جدت، اہلِ روایت کے لیے
اہلِ خواب، اہلِ خیال، اہلِ خطابت کے لیے
اہلِ حیرت، اہلِ حرارت کے لیے

آیئے! اس عاشقِ رسول کے عشق بھرے واقعات کو دل کی آنکھوں سے پڑھ کر عشق و مستی کے عالم میں غوطہ زن ہو جائیں تاکہ ہماری روح بھی بندگیٔ خدا اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سرشار ہو جائیں۔

قرنی کی وجہ تسمیہ

میری اسلامی بہنو! قرن، یمن کے نواح میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، جب اس کی تعمیر کے سلسلہ میں کھدائی کی گئی تو زمین سے گائے کا ایک سینگ نکلا، عربی میں چونکہ سینگ کو قرن کہتے ہیں، اس لیے گاؤں کا نام قرن مشہور ہو گیا۔ یمن کے لوگ نہایت رقیق القلب اور حق شناس ہوتے ہیں، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اسی نام کی نسبت سے قرنی کہلاتے ہیں، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک پر بال بہت زیادہ تھے اس لیے انہیں قرنی کہا گیا۔

حسب نسب

آپ رضی اللہ عنہ قرن کے مراد نامی قبیلہ کے ایک شخص عامر کے گھر پیدا ہوئے، چند روایات کے مطابق آپ کا نام عبداللہ جبکہ بعض کے مطابق ابن عبداللہ ملتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی پکارا جاتا ہے، مگر آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام مبارک اویس (رضی اللہ عنہ) رکھا اور اس سے آپ زیادہ مشہور ہوئے۔

دین حضرت اویس رضی اللہ عنہ

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قبیلہ مراد نے اپنا آبائی مذہب ترک کر دیا تھا اور جلیل القدر پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام کا پیروکار بن گیا تھا' اس لحاظ سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ایک مسلمان قبیلہ اور خاندان میں پیدا ہوئے' حضرت اویس رضی اللہ عنہ کے سرکارِ مدینہ' سرورِ قلب و سینہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں' اس لیے کچھ کہنا مشکل ہے مگر یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور فیوض و برکات کی جب تمام عرب میں شہرت ہوئی تو دوسرے علاقوں کی طرح یمن کے لوگ بھی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک اور ذاتِ گرامی سے آگاہ ہو گئے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فطرتِ صالح عطا کی تھی' انہوں نے جب ذکر پاک رحمۃ اللعالمین علیہ السلام سنا تو دل نے سرکار علیہ السلام کے سچے ہونے کی گواہی دے دی' گویا ان کو غائبانہ تصدیقِ قلبی حاصل ہوگئی اور پھر یہ ایمان والہانہ عشق کی صورت اختیار کر گیا' اس عشق نے آپ کو فنا فی الرسول کر دیا' آپ رضی اللہ عنہ ہر وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کی جستجو کرتے رہتے اور ہر وقت سنتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے کی کوشش کرتے رہتے' زہد و قناعت' عبادت و ریاضت اور اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انہوں نے ایسی مثال قائم کی کہ آج تک صلحائے امت کے لیے باعث رشک ہے۔

حلیہ مبارک

آپ رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک کمزور اور دبلا پتلا' قد لمبا' رنگ سفیدی مائل گندمی' کندھے فراخ' آنکھیں سیاہ' نظر اکثر سجدہ گاہ پر رہتی' چہرۂ مبارک گول اور پرہیبت' داڑھی گھنی' سر کے بال اُلجھے ہوئے اکثر گرد و غبار سے اَٹے ہوئے اور لباس میں عام

طور پر وہ کپڑے شامل ہوتے جو ایک اونٹ کے بالوں کا کمبل اور دوسرا پاجامہ۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ برص کے مرض میں مبتلا ہوئے تو بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی: ''یا الٰہی! مجھ سے یہ مرض دور فرما! البتہ ایک نشان میرے جسم پر باقی رہے تاکہ میں تیری رحمت و شفقت کو ہمیشہ یاد کرتا رہوں'' بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر (بروایت دیگر پہلو پر) ایک درہم کے برابر سفید نشان تھا۔

تعلیم و تربیت

اگرچہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے ظاہری تعلیم حاصل نہیں کی، مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کے روحانی توسل سے نہ صرف آپ رضی اللہ عنہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی تربیت یافتہ تھے بلکہ سرورِ کائنات کی جناب میں آپ رضی اللہ عنہ کو مرتبۂ محبوبیت بھی حاصل تھا جیسا کہ حضرت علامہ عبدالقادر اربلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف ''تفریح الخاطر'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ

''ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کامل انسانوں کی ارواح کا فیض کئی طرح سے ہوتا ہے، عالم ظاہر میں بالمشافہ تربیت اور تربیت کبھی مربی اپنی زندگی میں کرتا ہے اور کبھی مرتبے کے بعد اوّل جیسے سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی اور حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی اور حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت فرمائی، دوم وہ تربیت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری پردہ فرمانے کے بعد فرماتے رہے ہیں، سوم عالمِ خواب میں تربیت، چہارم ارواحِ مجردہ کی تربیت کرنا جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک نے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تربیت فرمائی، اسے تربیتِ روح کہا جاتا ہے''۔

سادگی

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے دنیا کو اپنے اوپر اس قدر تنگ فرمالیا تھا کہ لوگ انہیں دیوانہ سمجھتے' آپ رضی اللہ عنہ کے لباس' خوراک' گفتار غرضیکہ ہر ہر ادا میں سادگی جھلکتی تھی' آپ رضی اللہ عنہ نے نہ دنیا کی کوئی چیز رکھی نہ دنیا سے کچھ فائدہ اٹھایا' سادگی ہی کی وجہ سے لڑکے آپ رضی اللہ عنہ کو دیوانہ سمجھ کر چھیڑتے اور ڈھیلے مارتے تو آپ رضی اللہ عنہ فرماتے: ''بچو! چھوٹی چھوٹی کنکریاں مارو تاکہ میرا خون نہ بہے اور میں نماز' روزہ میں عاجز نہ ہو جاؤں''۔ آپ رضی اللہ عنہ کا ظاہری حلیہ مبارک ایسا سادہ تھا کہ بچوں کے علاوہ بڑے بھی آپ رضی اللہ عنہ کا مذاق اُڑایا کرتے تھے۔

خوراک

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ دنیا سے بالکل دل برداشتہ ہو گئے تھے اور انہوں نے ترکِ دنیا پر بڑی بڑی سختیاں برداشت کی تھیں' لوگ انہیں دیوانہ سمجھتے تھے' آپ رضی اللہ عنہ کی قوم کے چند لوگوں نے ایک علیحدہ مکان بنوایا تھا' آپ رضی اللہ عنہ اسی مکان میں رہتے' اذانِ فجر کے وقت گھر سے نکل جاتے اور نمازِ عشاء پر واپس تشریف لاتے' واپسی پر راستہ سے چھوہاروں کی گٹھلیاں چن کر لاتے اور انہیں کھالیا کرتے' کبھی گٹھلیاں بیچ کر چھوہارے خرید لیا کرتے' کچھ چھوہارے افطار کیلئے رکھ چھوڑتے' اگر اتنے چھوہارے یا کھجوریں مل جاتیں جو خوراک کو کفایت کرتیں تو بہتر (خستہ کھجوریں صدقہ فرما دیتے' رات ہوتے ہی تمام سامان خورد و نوش جو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ہوتا' مستحقین میں تقسیم فرما دیتے۔

لباس

آپ رضی اللہ عنہ کا لباس نہایت سادہ تھا' بیشتر روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کوڑیوں سے چیتھڑے اُٹھالاتے اور انہیں دھو کر جوڑ لگا کر خرقہ سی لیا کرتے' بس

یہی آپ کا لباس ہوتا۔

حضرت محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فعل الخطاب میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی روایت سے تحریر فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی کو پیوند لگے ہوئے کمبل میں اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو اونٹ کے پشم کے پیوند لگے ہوئے لباس میں دیکھا ہے' حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف تذکرۃ الاولیاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے پاس اونٹ کے بالوں کا ایک کمبل تھا' لباس میں تہبند یا ازار اور ایک چادر تھی' اکثر کبھی یہ کپڑے پھٹ جاتے تو کسی سے سوال نہ کرتے۔ شرح تصوف میں درج ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بالوں کی ایک چادر اور ایک پاجامہ تھا' حیات الذاکرین میں لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کوڑیوں پر سے چیتھڑے چن لاتے تھے اور اپنا لباس بنا لیتے تھے' ایک روز کوڑی پر ایک کتا بیٹھا تھا' آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بھونکنے لگا' آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: بھونکتا کیوں ہے؟ جو کچھ تیرے پاس ہے تو کھا اور جو کچھ میرے پاس ہے میں کھاؤں گا' اگر میں بخیریت پل صراط سے گزر گیا تو میں تجھ سے بہتر' ورنہ میں تجھ سے بھی بدتر ہوں۔

بسر اوقات

میری محترم اسلامی بہنو! کشف المحجوب میں سیدنا علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل قرن سے حضرت اویس رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ ایک دیوانہ ہے' آبادی سے دور ویرانہ میں پڑا رہتا ہے' کسی سے ملتا ہے نہ جو کچھ لوگ کھاتے ہیں وہ کھاتا ہے' غم اور خاموشی سے ناواقف ہے' جب لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے اور جب لوگ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے۔

شتر بانی

آپ رضی اللہ عنہ کا ذریعۂ معاش شتر بانی تھا' جس سے آپ رضی اللہ عنہ اپنی اور اپنی والدہ کی خوراک کا انتظام فرماتے تھے اور یمن میں آپ رضی اللہ عنہ جیسا کوئی مفلس اور نہ تھا۔

شب و روز

سیدنا حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اکثر دو کام کیا کرتے تھے: لوگوں کے اونٹ چرانا یعنی شتر بانی کرنا یا پھر کھجور کی گٹھلیاں زمین سے چن کر بازار میں فروخت کرنا' ان دونوں مشاغل سے فارغ ہو کر آپ رضی اللہ عنہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتے' اکثر شب و روز عبادت میں گزر جاتے' دن میں اکثر روزہ سے رہتے' شام کو چند عدد خرمے کھا کر نماز میں مشغول ہو جاتے' کبھی نیند کا غلبہ ہوا کرتا تو اللہ عزوجل سے عرض کرتے: یا الٰہی! میں سونے والی آنکھ اور نہ بھرنے والے پیٹ سے پناہ مانگتا ہوں۔

عبادت

سیدنا حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ایک شب میں فرماتے: ''یہ شب رکوع کی ہے'' اور پوری رات رکوع میں گزر دیتے' دوسری شب فرماتے: ''یہ شب سجدہ کی ہے'' اور پوری رات سجدہ میں گزار دیتے' لوگوں نے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ دراز راتیں ایک حالت میں گزار دیں؟ فرمایا: دراز راتیں کہاں ہیں؟ کاش! ازل سے اَبد تک ایک رات ہوتی جس میں سجدہ کر کے نالہائے بسیار اور گریہائے بے شمار کرنے کا موقعہ نصیب ہوتا' افسوس کہ راتیں اتنی چھوٹی ہیں کہ صرف ایک دفعہ ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' کہہ پاتا ہوں کہ دن ہو جاتا ہے' آپ رضی اللہ عنہ پاکیزگی کا بڑا خیال رکھتے' تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ تین دن اور تین رات کچھ نہ کھایا

پیا' راستہ میں ایک ڈلی پڑی ملی' اسے اُٹھا کر کھانا چاہا تو خیال آیا کہ حرام نہ ہو' فوراً پھینک کر چل پڑے۔

حکایت

کیمیائے سعادت اور تذکرۃ الاولیاء کے مطابق حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملنے گیا' دیکھا کہ فجر کی نماز میں مشغول ہیں' نماز کے بعد تسبیح وتہلیل میں مشغول ہو گئے' میں منتظر رہا کہ فارغ ہو جائیں تو ملاقات کروں' مگر وہ تا ظہر فارغ نہ ہوئے' میں نے ظہر کی نماز کو ملنا چاہا لیکن وہ تسبیح وتہلیل سے فراغت ہی نہ پاتے' اسی طرح تین شب وروز میں انتظار میں رہا' اسی دوران میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو نہ کھاتے پیتے اور نہ ہی آرام فرماتے دیکھا' میں نے چوتھی رات بغور دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں کچھ غنودگی نظر آئی' اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً دعا کی کہ اے اللہ عزوجل! میں پناہ مانگتا ہوں سونے والی آنکھ سے اور بہت ذلیل وخوار پیٹ سے! میں نے یہ حال دیکھ کر دل میں سوچا کہ آپ کی اتنی ہی زیارت غنیمت ہے' آپ رضی اللہ عنہ کو مل کر کیوں پریشان کروں' لہٰذا ملاقات کے بغیر واپس چلا آیا۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا احادیث مبارکہ میں تذکرہ

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بھی ملتا ہے' چند احادیث کو حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''جمع الجوامع'' میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ کے آخری باب تذکرۂ یمن وشام کے تحت اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ معدنالعدنی میں تحریر فرمایا ہے' ان احادیث کا مفہوم کچھ اس طرح ہے:

(۱) سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبیلہ مراد کا ایک شخص ہے اس کا

نام اویس (رضی اللہ عنہ) ہے' وہ تمہارے پاس یمن کے وفود میں آئے گا' اس کے جسم پر برص کے داغ تھے جو سب مٹ چکے ہیں' صرف ایک داغ جو درہم کے برابر ہے' باقی ہے۔ وہ اپنی والدہ ماجدہ کی بہت خدمت کرتا ہے' جب وہ اللہ عزوجل کی قسم کھاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو پوری کرتا ہے' اگر تم اس کی دعائے مغفرت لے سکو تو لے لینا۔ (مسلم)

(۲) حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تابعین میں میرا بہترین دوست اویس قرنی ہے"۔ (حاکم ابن سعد)

(۳) سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ "تابعین میں میرا دوست اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہے' اس کی ماں ہوگی جس کی وہ خدمت کرتا ہوگا' اگر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر بات کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم پوری کرتا ہے' اس کے جسم پر ایک سفید داغ ہوگا' اے صحابہ! تم اگر ملو تو اس سے دعا کروانا"۔ (مسلم)

(۴) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں میرا دوست اویس قرنی (رضی اللہ عنہ) ہے"۔ (ابن سعد)

(۵) سرکارِ مدینہ قرارِ قلب وسینہ علیہ السلام نے فرمایا: میری امت میں بعض ایسے بھی ہیں جو برہنہ رہنے کے سبب مسجد میں نہیں آ سکتے' ان کا ایمان لوگوں سے سوال کرنے نہیں دیتا' انہی میں سے اویس (رضی اللہ عنہ) اور ہرم بن حیان (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ (ابن نعیم)

(۶) سرکارِ مدینہ راحت قلب وسینہ علیہ السلام نے فرمایا: "میری اُمت میں سے ایک شخص کی شفاعت سے قبیلہ مضر اور قبیلہ ربیع کے آدمیوں سے زیادہ لوگ بہشت میں جائیں گے اور اس کا نام اویس (رضی اللہ عنہ) ہوگا"۔

(ابن شیبہ' مستدرک از ابن عباس)

(۷) مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کو لوگ اویس بن عبداللہ قرنی (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں، تحقیق اس کی دعائے مغفرت سے میری امت قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کی بھیڑ بکریوں کے بالوں کے برابر تعداد میں بخش دی جائے گی''۔ (ابن عباس)

(۸) سرکارِ مدینہ راحت قلب وسینہ علیہ السلام یمن کی طرف رخ فرماتے، سینہ مبارک سے کپڑا اُٹھاتے اور فرماتے: ''میں یمن کی طرف سے نسیمِ رحمت پاتا ہوں''۔ (حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ یہاں اشارہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی طرف ہے)۔

(۹) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تابعین میں سب سے بہتر ایک شخص ہے جس کا نام اویس (رضی اللہ عنہ) ہے، اس کی ایک ضعیف والدہ ہے، اویس (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ پر برص کا نشان ہے، پس جب تم اس سے ملو تو اسے کہنا کہ امت کے حق میں مغفرت کی دعا کرے''۔ (مسلم، نعیم)

اس حدیث مبارکہ میں سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی سے فرما دیا کہ تم حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملو گے بلکہ ملنے کی ترغیب بھی دلا دی اور اُمت کے حق میں دعائے مغفرت کرانے کا حکم بھی فرما دیا، اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو ہر اُمتی کے حالات کا علم ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہو کسی بھی حال میں ہو، اس لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا نہ صرف نام بلکہ ان کی بیماری کی تفصیلات اور جسم پر ایک سفید داغ، اس کے مقام اور اس کے درہم برابر ہونے کا پتہ بتا دیا، ولایت اور نبوت کیلئے حجابات کچھ حیثیت نہیں رکھتے اور سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے

عاشق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں تو دوسری طرف دیوانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ بھی ولایت کی حدوں کو پار کرنے کی وجہ سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے کوائف سے کمال و واقعات سے بے خبر نہ تھے۔ احکامِ شریعت کا دارومدار ظاہر پر ہے' اسی لیے تو عاشق و معشوق میں حجاب نہ ہونے کے باوجود حضرت اویس رضی اللہ عنہ کو تابعی کہا گیا' صحابی نہ کہا گیا۔

ان احادیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ بزرگانِ دین یعنی محبوبانِ خدا کے پاس طلبِ دعا اور مشکل کشائی کیلئے جانا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت مبارکہ ہے اور سرکارِ مدینہ سرورِ قلب و سینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی یہی ہے کیونکہ مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ کرام ضوان اللہ اجمعین کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی صورت میں اُمت کی بخشش کیلئے دعا کروانے کا حکم فرمایا۔ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عشاق سے بے پناہ محبت فرماتے تھے بلکہ عشاق کی محبت سرکار علیہ السلام کی محبت کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے اور محبوبانِ خدا اور عشاقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش اور زیارت کیلئے سفر کرنا معلومات حاصل کرنا یا کم از کم خواہش رکھنا' صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی سنت مبارکہ ہے۔

بکریوں کے بالوں کی تخصیص بھی اس لیے کہ اس زمانہ میں مذکورہ قبائل بکریوں کی تعداد کی وجہ سے بہت مشہور تھے اور کسی بھی قبیلہ میں ان سے زیادہ بکریاں نہ تھیں' اگر ہم بکریوں کے بالوں کے بارے میں غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان قبائل کی بکریاں اپنے بالوں کی کثرت کی وجہ سے بھی مشہور تھیں' عام بکریوں کے بال لاکھوں میں ہوتے ہیں تو جو اپنے بالوں کی وجہ سے ضرب المثل ہوں ان بکریوں کے بالوں کی کتنی تعداد ہوگی اور پھر یہ ایک بکری کی بات نہیں بلکہ دو مشہور ترین قبائل کی تمام تر

بکریوں کی بات ہے، پس واضح ہوا کہ جب ایک عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاقت پر اتنے اُمتی بخشے جائیں گے تو سرکار علیہ السلام جن کے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ عاشق ہیں اور جو خود محبوبِ خدا ہیں، ان کی شفاعت کا کیا عالم ہوگا۔

کسی کو ناز ہو گا عبادت کی اطاعت کا
ہمیں تو ناز ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا

تفریح الخاطر میں ایک روایت درج ہے کہ مقامِ قابِ قوسین او ادنیٰ اور مقصد عنہ ملیک مقتدر پر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سر تا پاؤں گلیم نور میں چھپ کر آرام کر رہا ہے، سرکار علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی: ''یا الٰہی! یہ کون ہے؟'' اللہ عزوجل نے فرمایا: ''یہ اویس قرنی (رضی اللہ عنہ) ہے، ستّر سال بعد آرام کر رہا ہے''۔

شانِ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایسے برگزیدہ بندوں کو دوست رکھتا ہے جو دنیداروں کی نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں، ان کے چہرے کا رنگ سیاہ، پیٹ لگے ہوئے، کمریں پتلی ہوتی ہیں اور وہ ایسے لاپرواہ ہوتے ہیں کہ اگر بادشاہ بھی ملے اور وہ ان سے ملاقات کی اجازت طلب کرے تو وہ اجازت نہ دیں اور اگر مال دار عورتیں نکاح کرنا چاہیں تو نکاح نہ کریں، وہ اگر گم ہو جائیں تو کوئی ان کی جستجو نہ کرے، اگر مر جائیں تو ان کے جنازے پر لوگ شریک نہ ہوں اور اگر ظاہر ہوں تو ان کو دیکھ کر کوئی خوش نہ ہو، اگر بیمار ہوں تو کوئی مزاج پرسی نہ کریں''۔ صحابہ کرام علیہم اللہ اجمعین نے دریافت کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فرمایئے وہ کون ہے؟'' فرمایا: ''وہ اویس قرنی (رضی اللہ عنہ) ہے''۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: ''اویس قرنی (رضی اللہ

عنہ) کون ہے؟'' فرمایا: اس کا حلیہ یہ ہے کہ اس کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی، دونوں کانوں کے درمیان کافی فاصلہ ہوگا۔

قد درمیانہ ہوگا، رنگ سخت گندمی ہوگا، ٹھوڑی سینے کی طرف جھکی ہوئی ہوگی، آنکھیں سجدہ گاہ پر لگی ہوئی ہوں گی، سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا ہوا ہوگا، اپنے اوپر روتا ہوا ہوگا، اس کے اوپر دو پرانے کپڑے ہوں گے جن میں ملبوس ہوگا، ایک پاجامہ اور دوسری چادر، دنیا میں کوئی بھی اسے نہیں جانتا مگر آسمانوں پر خوب شہرت ہے، اگر وہ قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو سچ کر دے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حج کے موقع پر حاضرین سے فرمایا کہ تم میں سے جو قرن کا رہنے والا ہو، کھڑے ہو جائے تو ایک آدمی کھڑا ہوا، آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے حضرت اویس رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو کہنے لگا: ''اے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! وہ میرا چچازاد بھائی ہے، اونٹوں کا چرواہا ہے اور اس مرتبے کا آدمی نہیں کہ امیر المؤمنین اسے یاد کریں، وہ آبادی میں نہیں رہتا، لوگوں سے بھاگتا ہے، خوشی اور غم سے بے نیاز ہے، جب لوگ ہنستے ہیں وہ روتا ہے اور جب لوگ روتے ہیں وہ ہنستا ہے، لوگ اسے دیوانہ سمجھتے ہیں'' یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا: ''میں اسی شخص کی تلاش میں ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس شخص کی دعا سے بروزِ قیامت اللہ عزوجل میری امت کے گنہگاروں میں سے قبیلہ ربیعہ ومضر کی بکریوں کے بالوں کے برابر تعداد کو بخش دے گا''۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی انفرادیت

اللہ عزوجل کے برگزیدہ بندوں میں سے بعض مستور (پوشیدہ) ہوتے ہیں، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ مستور بندوں کے سلطان ہیں، کوئی بھی صاحبِ نظر

آپ رضی اللہ عنہ کے مزارِ پُرانوار کے بارے میں کوئی واضح مقام متعین نہ کر سکا' آپ رضی اللہ عنہ دنیا میں چھپ کر زندگی گزارتے رہے' اللہ عزوجل قیامت کے دن بھی انہیں لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھے گا اور آپ رضی اللہ عنہ اپنے ہم شکل ستّر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں جنت کی طرف تشریف لے جائیں گے' حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جبّہ مبارک حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو پہچاننے اور ان سے اپنی اُمت کی بخشش کی دعا کروانے کی وصیت فرمائی' اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر تعداد آپ رضی اللہ عنہ کی دعا کے طفیل بخشی جائے گی (غور فرمایئے کہ ایک تابعی رضی اللہ عنہ کی یہ شان ہے تو صحابی رضی اللہ عنہ کی کیا شان ہوگی اور پھر سرکار علیہ السلام کی کیا شان ہوگی)۔ع

یہ شان ہے خدمت گاروں کی' سرکار ﷺ کا عالم کیا ہوگا

دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے نفس الرحمٰن کے لقب سے نوازے گئے اور درجۂ محبوبیت آپ رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئے' حضرت عمر فاروق اور علی المرتضٰی رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کو باعثِ سعادت سمجھا اور ملاقات کیلئے آپ رضی اللہ عنہ کی اجازت طلب فرمائی' ایک روایت کے مطابق عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ہمراہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے' ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کے جتنے بھی ہم شکل ہوں گے' اللہ عزوجل ان کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کرے گا' آپ رضی اللہ عنہ کو ''سیّد التابعین'' کے لقب سے بھی نوازا گیا' حضرت شیخ بخشی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی شان میں قبلہ تابعین' قدوۃ اربعین اور نفس الرحمٰن کے نام استعمال فرمائے گا۔ کتاب مجلس المومنین میں آپ رضی اللہ عنہ کو ''سہیل یمن'' اور ''آفتابِ قرن'' لکھا گیا ہے۔

سرکار علیہ السلام سے ملاقات

علماء و مشائخ کا اجماع ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے غوث اور مستور الحال تھے، آپ رضی اللہ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زمان ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محروم رہے، اس کی چند وجوہات پیش کی جاتی ہیں:

ماں کی خدمت

میری اسلامی بہنو! جمہور علماء و مشائخ کی یہی رائے ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ اپنے سے دور نہ ہونے دیتی تھیں اور آپ رضی اللہ عنہ دن رات ان کی خدمت و اطاعت مین رہتے تھے، ان کی نافرمانی سے بہت ڈرتے تھے اور یہ استطاعت بھی نہ رکھتے تھے کہ والدہ ماجدہ کو بھی ہمراہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لے جائیں اور نہ ان کو ایک لمحہ کیلئے تنہا چھوڑ سکتے تھے۔

عہدہ قطبیت مانع تھا

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ قطب و غوث کے احوال کو اپنی غیرت کے سبب عوام اور خواص دونوں سے پوشیدہ رکھتا ہے، اس قول کو اس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اولیائی تحت قبای لا یعد فهم غیری۔

میرے دوست میری قباء کے نیچے ہیں، ان کو میرے علاوہ کوئی نہیں پہچان سکتا۔

غلبۂ استغراق مانع تھا

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف کشف المحجوب میں

اور حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف میں تذکرۃ الاولیاء میں درج فرمایا ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کی' اس کے دو سبب تھے: (۱) غلبۂ حق (۲) والدہ کی خدمت گزاری (جو کہ ضعیف اور نابینا تھیں)۔

صورتِ ظاہری کا قصد نہ تھا

حضرت عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ لطائف نفسیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو دیکھ لیا تھا' اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ ظاہری کو دیکھنے کا قصد نہ کیا کیونکہ جب صورت واقعی کے دیکھنے سے مطلب پورا ہو جاتا ہے تو صورتِ ظاہری آپ ہی حجاب ہو گی (حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ صورتِ واقعی کو دیکھ کر بس اسی میں مستغرق رہے' اسی لیے صورتِ ظاہری کی طرف خاص توجہ ہی نہ گئی)۔

حضرت اویس رضی اللہ عنہ کا مستجاب الدعوات ہونا

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ' شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے پوشیدہ رہنے کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ مستجاب الدعوات تھے کہ اگر لوگوں میں یہ بات ظاہر ہو جاتی تو ہر نیک و بد مستور و غیر مستور آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آتا اور آپ رضی اللہ عنہ کو تنگ کرتا' اس طرح آپ رضی اللہ عنہ کے معمولات وعبادات میں خلل پیدا ہوتا اور ایسا بھی نہ تھا کہ لوگوں کو شانِ اویس رضی اللہ عنہ معلوم ہونے کے بعد روکا جا سکتا ہے' آپ رضی اللہ عنہ کے مستجاب الدعوات ہونے کیلئے یہی دلیل کافی ہے کہ حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو طلبِ دعا کیلئے جانے کی وصیت فرمائی' یہ بھی قابلِ غور بات ہے کہ اگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ بتاتے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ملک یمن

کے قرن نامی گاؤں اور مراد نامی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں تو انہیں کوئی بھی نہ جانتا۔

بروزِ قیامت ستّر ہزار فرشتے

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے شتر بانوں کے حلیہ میں زندگی بسر فرمائی اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو نہ پہچانا اور آپ رضی اللہ عنہ کی شان و رتبہ سے واقف رہے، اسی طرح بروزِ قیامت ستّر ہزار فرشتے آپ رضی اللہ عنہ کے ہم شکل پیدا کیے جائیں گے تاکہ وہاں بھی آپ رضی اللہ عنہ کو کوئی پہچان نہ سکے اور اسی فرشتوں کے جھرمٹ میں جنت میں داخل ہوں گے۔

شبِ معراج اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج میں فلک افلاک پر پہنچے تو ملاحظہ فرمایا کہ کسی کی جسمانی روح کا قالب ربانی فیض و برکات کی چادر اوڑھے ایک تخت مرصع و نورانی پر بڑے اطمینان و فراغت کے ساتھ بے نیازی کے انداز سے پاؤں پھیلائے ہوئے پڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر حضرت جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ شان اور یہ جرأت حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے قالب کی ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں دم مارا ہے اور درِ فرقت میں قدم اُٹھایا ہے۔ (تفریح الخاطر)

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب شبِ معراج میں حضرت اویس رضی اللہ عنہ کے خراٹے کی آواز سن کر مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کی آواز ہے؟ تو غیب سے جواب ملا کہ یہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی آواز ہے اور میں نے چند فرشتوں کو اس آواز پر متعین کر دیا ہے کیونکہ یہ آواز مجھ کو بہت پسند ہے۔

فرشتوں کا بے ہوش ہونا

حضرت شیخ شرف الدین منیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں

کہ ایک مرتبہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے سینہ سوختہ سے ایک ایسی لطیف ہوا چلی کہ فرشتے بے ہوش ہو گئے' ہوش میں آنے کے بعد جبریل علیہ السلام سے پوچھنے لگے کہ ہم کو سات لاکھ برس کا زمانہ ہو گیا مگر آج تک اس قسم کی خوشبو نہیں آئی تھی جو اب عہد خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں آتی ہے' حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ نسیم رحمت یمن کے مست الست شتربان (حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ) کے سینہ کی ہے''۔

والدہ ماجدہ کی زندگی میں سفرِ مدینہ

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ نابینا اور ضعیفہ تھیں' آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ ان کی خدمت میں حاضر رہتے تھے' اسی لیے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے' مگر ہمیشہ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دل میں بسائے دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی آرزو کو دل میں پروان چڑھاتے رہے' جب شوقِ زیارت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ستاتا تو مرغ بسمل کی طرح تڑپا کرتے' بالآخر ایک روز ہمت کر کے آپ رضی اللہ عنہ نے والدہ ماجدہ سے چار پہر کی رخصت طلب کر ہی لی' والدہ صاحبہ نے اجازت دیتے ہوئے کہا کہ آٹھ پہر میں میرے پاس آ جانا' آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی ضرورت کی تمام اشیاء ان کے سرہانے رکھیں اور کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر اسی حلیہ میں سفرِ مدینہ شروع فرمایا' سفر کے دوران آپ رضی اللہ عنہ ننگے پاؤں' بال بکھرے ہوئے' کمبل کندھوں پر رکھے بے تابی سے بھاگے چلے جاتے تھے' شوقِ زیارتِ محبوب علیہ السلام کی وجہ سے جذبات میں ایک پرلطف تبدیلی محسوس کرتے تھے' زاروقطار روتے چلے جاتے تھے' قرن

(یمن) سے مدینہ تک کے طویل راستہ کو آپ رضی اللہ عنہ نے پیدل اور قافلوں کی مدد سے صرف چار پہر میں مکمل فرمایا' جب آپ رضی اللہ عنہ مدینہ شریف پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ کی حالت ناقابلِ برداشت تھی' اور لوگوں سے بے تابی کی حالت میں اپنے محبوب شہر مدینہ کی مٹی کو' در و دیوار کو روتے روتے چومتے چومتے آخر کار حجرۂ مبارک تک پہنچے' اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گھر میں تشریف رکھتی تھیں جبکہ حضور پرنور علیہ السلام باہر تشریف لے گئے تھے' حضرت اویس رضی اللہ عنہ پوچھا تو جواب ملا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے ہیں' نہ جانے کب واپس تشریف لائیں گے' حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جب میرے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائیں تو میرا اسلام پہنچادیں اور بتائیں کہ قرن سے آپ کا غلام آپ کی دید کیلئے بے قرار حاضرِ خدمت ہوا تھا' مگر آہ! شرفِ زیارت سے محروم رہا' شاید میری قسمت میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نہ تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا تھا کہ ایسے حلیہ کا شخص آئے تو اسے روکنا' چنانچہ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر چاہو تو مسجد نبوی شریف میں انتظار کرلو' مگر اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے پاس وقت بے حد قلیل ہے' میری والدہ نابینا ہیں اور ضعیفہ ہیں' ان سے صرف آٹھ پہر کی اجازت لے کر حاضر ہوا ہوں' چار پہر آنے میں سفر کے دوران لگ گئے اور چار پہر واپسی کے سفر کے لیے درکار ہیں' شاید ان آنکھوں کی قسمت میں شربتِ دیدادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کی پیاس بجھانا نہیں ہے' اس لیے واپس جارہا ہوں' میرا اسلام عرض کردیجئے گا۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی واپسی کے کچھ ہی دیر بعد سرکارِ شفیع روزشمار صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پُرنم

آنکھوں سے عاشقِ زار کا سلام اور پیغام دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا، سرکارِ مدینہ سرورِ قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لے گئے اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو حکم فرمایا کہ جلدی سے مدینہ شریف کی اطراف میں پھیل جاؤ اور دیوانۂ رسول حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرلو، شمعِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے رضوان اللہ اجمعین فوراً مدینہ شریف میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنے کی غرض سے نکل کھڑے ہوئے، ہر طرف سے تلاش کیا گیا مگر آپ رضی اللہ عنہ کافی دور تشریف لے جا چکے تھے کیونکہ انہیں جلد از جلد والدہ ماجدہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا تھا، اس طرح عاشقِ زار کی جسمانی آنکھوں سے دیدار کی حسرت پوری نہ ہوسکی، ایک روایت کے مطابق جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے واپس چلے جانے کے بعد حجرۂ مبارک میں تشریف لائے تو آتے ہی دریافت فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! آج یہ نور کیسا ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پرنم آنکھوں سے عرض کیا کہ سرکار! ایسے حلیے کا ایک دیوانہ آپ کی زیارت کرنے قرن سے حاضر ہوا تھا، سلام کہہ کر چلا گیا۔ سرکار علیہ السلام پرنم آنکھوں سے فوراً باہر تشریف لائے اور جاتے ہوئے فرمایا کہ یہ نور اویس قرنی (رضی اللہ عنہ) کا ہے، وہی دیوانہ آیا ہوگا۔ میری اسلامی بہنو! سفرِ مدینہ کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ سرکار علیہ السلام کو واپسی پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی آمد زیارتِ محبوب علیہ السلام کیلئے بے تابی فوراً واپسی کی خبر سنائی تو سرکار علیہ السلام کی استغراق کی حالت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عاشقِ زار کی محبت میں آنسو بہائے۔

چند کتب میں اس واقعہ کی روایت کچھ اس طرح درج ہے کہ ایک مرتبہ دیدارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اشتیاق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ پر اس قدر غالب آ گیا

کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ شریف جانے کا ارادہ کیا' اب ادھر انہوں نے ارادہ کیا' اُدھر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی غزوہ میں شرکت کیلئے مدینہ شریف سے باہر جانا پڑا لیکن حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے محبوب' ہم سب کے غم خوار آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے جانے کے بعد کوئی مہمان آئے گا' اگر وہ یہاں آئے تو اس کی خوب مہمان نوازی کی جائے اور ہر طرح سے خیال رکھا جائے کیونکہ وہ بڑا ہی پارسا شخص ہے اور میری واپسی تک اسے روکنے کی کوشش کی جائے اور اگر وہ نہ رکنا چاہے تو اس کو مجبور نہ کیا جائے مگر اس کی شکل و صورت یاد رکھ لی جائے' یہ حکم فرما کر نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے' بعد میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ مدینہ شریف پہنچے' مگر جب معلوم ہوا کہ حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مدینہ شریف میں موجود نہیں ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت واپسی کا قصد کیا' انہیں روکنے کی بہت کوشش کی گئی مگر وہ نہ رُکے اور نہ ہی کسی قسم کی خاطر کروائی اور واپس لوٹ گئے' جب مدنی تاجدار امت کے غم خوار صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے فوراً پوچھا: کیا کوئی مہمان آیا تھا؟

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ایک شخص جو کہ یمن سے آیا تھا' اس کی شکل وصورت چرواہوں جیسی تھی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ معلوم ہونے کے بعد کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر موجود نہیں ہیں' ایک لمحہ بھی یہاں نہ ٹھہرا اور چلا گیا"۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عائشہ! تمہیں معلوم ہے وہ کون تھا!" عرض کیا: "نہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تو بالکل نہیں جانتی" فرمایا: "وہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ تھا' جو میرے دیدار کیلئے یہاں آیا تھا اور دیدار کی مسرت دل میں ہی لے کر واپس چلا گیا اور وہ ٹھہر بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ

اس کی والدہ جو کہ بوڑھی اور نابینا ہے اس کی نگہداشت کرنے والا اس کے سوا اور کوئی نہیں اور یہ وہ شخص ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا چاہنے والا ہے جس کو صرف ذکرِ الٰہی سے غرض ہے اور وہ کسی چیز سے متاثر نہیں ہے۔ اویس قرنی (رضی اللہ عنہ) میرا عاشق ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے''۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ سنے تو آپ رضی اللہ عنہا حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے مقام پر رشک آنے لگا اور فرمانے لگیں: ''اے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم! وہ شخص واقعی کس قدر عظیم ہوگا جس کی عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ کی تعریف اللہ عزوجل اور اس کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کریں''۔

والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد سفرِ مدینہ

ایک روایت کے مطابق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد ایک بار مدینہ منورہ کا سفر کیا' اس وقت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم بھی ظاہری پردہ فرما چکے تھے' صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول علیہ السلام کی حیاتِ ظاہری کے زمانہ میں کیوں نہ تشریف لائے؟ فرمایا: میری والدہ ضعیف و علیل تھیں' وہ مجھے ہمیشہ اپنے پاس رکھتی تھیں اور میں ان کی خدمت میں مشغول رہا' اس لیے نہ آ سکا۔ صحابہ کرام نے فرمایا: ہم نے تو اپنے والدین' مال و متال سب کچھ آقا علیہ السلام پر قربان کر دیا' آپ رضی اللہ عنہ جلال میں آ گئے اور فرمایا: اچھا! آپ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے' سرکار علیہ السلام کا حلیہ مبارک و جمال و کمال بیان کرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے بعض نشاناتِ بدنِ مبارک اور معجزات بیان فرمائے' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا سوال بیت ظاہری سے نہ تھا بلکہ مقصود سوال حلیہ باطنی اور جمالِ حضوری کے بیان

سے تھا' صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے فرمایا کہ ہم جو کچھ جانتے تھے' بتادیا اگر آپ رضی اللہ عنہ مزید کچھ ارشاد فرمانا چاہیں تو فرمائیں' حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ فرطِ محبت میں جھوم گئے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل وخصائل اور جمال وکمال کا اس انداز میں بیان فرمایا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین پر بے خودی اور سرمستی طاری ہوگئی اور جذب ورقت سے نڈھال ہوکر زمین پر گر گئے' ذرا سنبھلے تو اُٹھے اور فرطِ محبت سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چومنے لگے' اس واقعہ سے ظاہر ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی اگرچہ شان بڑی اعلیٰ ہے مگر انہوں نے جب سرکار علیہ السلام کی شان کا عاشقانہ انداز میں بیان سنا تو مسرت کی وجہ سے انہوں نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چوم لیے۔

دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ عقیدت ومحبت کے تحت ہاتھ چومنا صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی سُنت مبارکہ ہے' تیسرا یہ کہ عاشق کہیں بھی ہو' سرکار علیہ السلام چاہیں تو ظاہری وباطنی' جمال وکمال کا مشاہدہ کروادینے پر باذنِ پروردگار قادر ہیں۔

اخلاقِ جہاں گیری میں کتاب خلاصۃ الحقائق کے حوالہ سے درج ہے کہ جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو مسجد نبوی شریف کے دروازہ پر آکر کھڑے ہوگئے' لوگوں نے کہا کہ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک ہے' آپ رضی اللہ عنہ یہ سن کر بے ہوش ہوگئے' جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ مجھے اس شہر سے باہر لے چلو کیونکہ جس زمین میں سرکار علیہ السلام آرام فرمارہے ہیں' وہاں میرا رہنا مناسب نہیں اور ایسی مقدس ومطہر زمین پر قدم رکھنا سوءادبی ہے۔

حضرت مولانا خالق داد قضیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ جب سرکار مدینہ سرورِ قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے کی خبر آپ رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوئے مگر شہر مدینہ کے قریب پہنچے ہی

تھے کہ یہ خیال آیا کہ ایسا نہ ہو میرے پاؤں زمین پر ہوں اور ذاتِ مقدسہ مطہرہ صلی اللہ علیہ وسلم مبارک جسم زیر زمین ہو اور واپس لوٹ آئے۔

جبہ مبارک اور حضرت اویس رضی اللہ عنہ

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے وصالِ ظاہری کے وقت اپنا جبّہ مبارک حضرت اویس رضی اللہ عنہ کو پہنچانے اور ان سے اُمت کی بخشش کی دعا کی بابت فرمایا تھا' چنانچہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں تلاشِ بسیار کے باوجود حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا پتہ نہ چلا' اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبّہ مبارک اور پیغام اس عاشق تک نہ پہنچ سکا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام میں ان کا پتہ چلا تو فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ' حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کیلئے تشریف لے گئے' ایک روایت کے مطابق عاشقِ رسول علیہ السلام' حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔

دو عاشق آمنے سامنے

میری اسلامی بہنو! یمن پہنچ کر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا پوچھا گیا تو ان کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت کہاں ہیں؟ اسی انتظار میں تھے کہ ایک شخص نے آ کر بتایا کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اس وقت نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد ابدلان کی روش پر جاتے ہیں' حضرت بلال رضی اللہ عنہ ادھر کو گئے' آپ رضی اللہ عنہ نے سلام کیا تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے لفظ ''ہو'' نکلا' حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر حال کی کیفیت طاری ہو گئی اور آپ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خبر ملی

تو انہیں اُٹھا کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سامنے لے گئے، جنہوں نے کچھ پڑھ کران پر دَم فرمایا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہوش میں آ گئے، پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو کیا ہوا؟ انہوں نے ساری کیفیت کہہ سنائی اور فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ وہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہی ہیں جن کی ملاقات کے لیے ہم یہاں آئے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی حضرت اویس رضی اللہ عنہ سے ملاقات

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب اپنی ملاقات کے بارے میں بتایا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ پھر اُدھر جائیں اور جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو دیکھیں تو ان سے ہمارا سلام کہیں اور بتائیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ اجمعین آپ رضی اللہ عنہ سے ملنا چاہتے ہیں، جب آپ رضی اللہ عنہ پسند فرمائیں ملاقات کا موقع دیں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پیغام پہنچایا تو حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جمعۃ المبارک کے دن صبح کی نماز ہمارے ساتھ ادا فرمائیں، البتہ رئیسانِ یمن کو بھی ساتھ لیتے آئیں، اس وقت تک یمن بلکہ قصبہ قرن میں بھی حضرت اویس رضی اللہ عنہ کو کوئی جانتا نہ تھا، جمعۃ المبارک کے دن جب مقررہ جگہ پر پہنچے تو سامنے ایک چبوترہ نظر آیا، قریب گئے تو دیکھا کہ وہاں ایک خلقت جمع ہے اور نزدیک آنے پر معلوم ہوا کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سر مبارک پر چتر شاہی سجائے شاہانہ لباس زیب تن کیے تخت شاہی پر جلوہ افروز ہیں، رئیسانِ یمن حیرت و استعجاب کے عالم میں یہ منظر دیکھتے رہ گئے، صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے پہنچنے پر آپ رضی اللہ عنہ ملاقات کر کے نماز میں مشغول ہو گئے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے مختصر گفتگو فرمائی اور پھر رخصت فرمایا۔

کہتے ہیں کہ یہ سب تخت و تاج خیمہ گاہ اور لشکر درگاہ رب العالمین سے فرشتے

لائے تھے تاکہ حضرت اویس رضی اللہ عنہ کی اصل شان کی ایک ہلکی سی جھلک دکھائی جائے اور اب اس خیمہ گاہ کو فرشتے اُٹھائے دنیا میں پھرتے ہیں' انہیں جدوں کہتے ہیں۔ (واللہ اعلم!)

بروایت دیگر. جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبّہ مبارک لے کر قرن کے جنگل میں پہنچے تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے پایا' آپ رضی اللہ عنہ کو آہٹ محسوس ہوئی تو نماز کو مختصر کیا اور سلام پھیر کر فرمایا کہ آج سے پہلے مجھے کسی نے نماز پڑھتے نہیں دیکھا' آپ صاحبان کون ہیں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے سلام کیا' حضرت اویس قرنی نے سلام کا جواب دیا اور خاموش کھڑے رہے' صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ کا نام کیا ہے؟ فرمایا: عبداللہ! (کچھ لوگوں کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن عامر ہے جبکہ عبداللہ کہنے سے مراد اللہ کا بندہ کہنا بھی ہوسکتا ہے) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: جو کچھ زمین و آسمان اور ان کے مابین ہے' سب معبودِ برحق کی بندگی میں مصروف ہیں' آپ رضی اللہ عنہ کو پروردگارِ کعبہ اور حرم کی قسم اپنا وہ نام بتایئے جو آپ رضی اللہ عنہ کی ماں نے رکھا ہے! حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ لوگ (رضی اللہ عنہم) کیا چاہتے ہیں؟ میرا نام اویس (رضی اللہ عنہ) ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے فرمایا: اپنا پہلو کھول کر دکھایئے! جب پہلو کھول کر دکھایا تو انہوں نے برص کا نشان دیکھا تو فرمایا: ہم نے یہ سب کچھ تحقیق حال کے لیے کیا تھا کیونکہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی رضوان اللہ اجمعین ہیں' حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آپ رضی اللہ عنہ کی جو نشانیاں بتائی تھیں وہ ہم نے دیکھ لی ہیں' ہمیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ ہم آپ رضی اللہ عنہ کو سرکار علیہ السلام کا سلام پہنچائیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے اُمتِ

محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش کا دعا کروائیں۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دعا کے لائق تو آپ رضوان اللہ اجمعین ہیں (سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی بلند واعلیٰ شان کی طرف اشارہ فرمایا) صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے جواب میں فرمایا: ہم تو دعا کرتے ہی رہتے ہیں' آپ رضی اللہ عنہ بھی حسبِ حکم ووصیتِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایئے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے جبّہ مبارک لیا اور دور ایک طرف کو چلے گئے' جبّہ مبارک کو آگے رکھ کر سر زمین پر رکھ دیا اور عرض کرنے لگے: اے اللہ عزوجل! میں یہ مرقع اس وقت تک نہ پہنوں گا جب تک تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اُمت کو بخش نہ دے! اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کرتا ہے اور بے شک وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر خواہش اور ہر حکم پورا ہو' سرکار علیہ السلام کی وصیت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبّہ مبارک حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ پہنیں' اب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اس حقیقت سے واقف تھے کہ اللہ کی رضا بھی اس میں شامل ہے کہ جبّہ مبارک پہنا جائے' اس لیے آپ رضی اللہ عنہ نے جبّہ مبارک پہننے سے قبل اللہ تعالیٰ کے حضور یہ شرط پیش کر دی کہ تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تب ہی پورا ہوگا جب تو اپنے محبوب علیہ السلام کی اُمت کو بخش دینے کی خوشخبری سنائے گا' ایک اور نکتہ جو واضح ہوتا ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا جبّہ مبارک کے ساتھ اُمت کی بخشش کیلئے دعا کا حکم فرمانا' یہ واضح کرتا ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو اپنی وصیت کے ذریعے ایسا کرنے کا اشار فرمایا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے بے پناہ محبت ہے' اتنی کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم جبّہ مبارک جس عاشق (رضی اللہ عنہ) کو عنایت فرما رہے ہیں' انہیں بھی اُمت کی بخشش کی دعا کرنے کا حکم فرما رہے ہیں' جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو سجدہ میں زیادہ دیر ہو

گئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو خیال ہوا کہ شاید وصال نہ فرما گئے ہوں' وہ قریب پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے سجدہ سے سر مبارک اُٹھایا اور فرمایا: اگر آپ رضوان اللہ اجمعین ادھر تشریف نہ لاتے تو میں اس وقت تک سجدہ سے سر نہ اُٹھاتا جب تک مجھے ساری اُمت کی بخشش کا مژدہ نہ سنا دیا جاتا' بہر حال اب بھی اللہ تعالیٰ نے اس قدر (یعنی قبیلہ ربیعہ اور مضر کی بھیڑ بکریوں کے بالوں کے برابر) اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گنہگاروں کی بخشش کی وعدہ فرمایا ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے سجدہ سے سر اُٹھانے کے بعد دونوں قبیلوں کا نام لے کر ان کی بھیڑ بکریوں کے بالوں کے برابر گنہگاروں کی تعداد کی بخشش کی خبر سنائی تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے کلمہ پڑھا اور سرکار علیہ السلام کے نبیٔ برحق ہونے کی ایک اور دلیل کا مشاہدہ کرنے کی وجہ سے مسرت کے ساتھ فرمایا کہ غیب کا علم جاننے والے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حق و سچ فرمایا تھا کہ اویس قرنی (رضی اللہ عنہ) کی شفاعت پر ربیعہ اور مضر نامی قبائل کی بھیڑ بکریوں کے بالوں کے برابر گنہگاروں کی بخشش ہوگی۔

غور فرمایئے! یہاں صرف بھیڑ بکریوں کے بالوں کا ذکر ہے' یہ قبائل بھیڑ بکریوں کی کثیر تعداد کی وجہ سے سارے بلادِ عرب میں معروف تھے' دوسرا یہ کہ یہاں کی بھیڑ بکریوں کے بال بھی بہت زیادہ ہوتے تھے' کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ علاقے نسبتاً اونچائی پر واقع تھے' اس لیے یہاں کی بھیڑ بکریوں کے بال بھی بہت زیادہ ہوتے تھے' ایک انسان کے جسم پر پانچ لاکھ سے زائد بال ہوتے ہیں تو سوچئے! ایک بھیڑ یا بکری کے جسم پر کتنے بال ہوں گے اور وہ بھی ان معروف قبائل کی بھیڑ بکریوں کے۔

تیسرا جو سب سے اہم نکتہ سامنے آتا ہے' وہ یہ ہے کہ احادیث اور تمام روایتوں میں وکان (یعنی دونوں قبائل) کی تو قید ہے مگر زمان کی قید نہیں' تو یہ واضح ہوا کہ ان

قبائل میں ازل سے ابد تک جتنی بھیڑ بکریاں جنم لیتی رہیں گی ان سب کے بالوں کے برابر اُمتی حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی شفاعت کے صدقے میں داخلِ بہشت ہوں گے' ظاہر ہے اس تعداد کا اندازہ لگانا بھی ہمارے لیے ناممکن ہے' چوتھی بات یہ ہے کہ جب ایک تابعی کی سفارش پر اتنے اُمتی بخشے جائیں گے تو صحابی' پھر خلفائے راشدین' پھر انبیاء' پھر رُسل اور پھر سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا کیا عالم ہو گا! سبحان اللہ!

شفاعت کے صدقے میں جنت ملی ہے عمل تھے جہنم میں جانے کے قابل

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ایک روایت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہمیشہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی تلاش و جستجو میں رہے' آپ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک مرتبہ یمن سے مجاہدین کا ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا کہ مرکز سے ہدایات لے کر افواجِ اسلام میں شامل ہو جائیں جو عراق' عجم' ایران' شام وغیرہ میں مصروفِ جہاد تھیں' امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس قافلے کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا' لوگوں کے بتانے پر آپ رضی اللہ عنہ سیدھے ان کے پاس قرن تشریف لے گئے اور ملاقات کے وقت سلام کے بعد پوچھا کہ کیا آپ (رضی اللہ عنہ) کا نام اویس (رضی اللہ عنہ) ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو دریافت کیا کہ کیا تمہاری والدہ ہیں؟ حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سنا تھا' بیان فرمایا اور دیکھا تو تمام نشانیاں ان میں موجود تھیں' پھر کچھ گفتگو فرمانے کے بعد دعائے مغفرت کیلئے فرمایا تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ

عنہ کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی (اس روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم یا حضرت بلال رضی اللہ عنہ میں سے کوئی بھی صحابی کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہونا ثابت نہیں ہوتا)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ملاقات سے اگلے سال کوفہ کا ایک معزز شخص حج کے لیے آیا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے حضرت اویس رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا تو اس نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! وہ نہایت تنگ دستی میں ہیں اور ایک بوسیدہ جھونپڑی میں رہتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے حضرت اویس رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں حدیث مبارکہ سنائی اور اس کے ذریعے سلام بھیجا' واپسی وہ شخص حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعائے مغفرت کی درخواست کی' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ابھی تازہ تازہ ایک مقدس سفر سے آ رہے ہو' اس لیے تم میرے لیے دعا کرو' پھر پوچھا: تم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملے تھے! اس نے اثبات میں جواب دیا' اس گفتگو کے بعد حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی۔

(مسلم کتاب الفضائل)

جنتی آنکھ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰه ۔ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا نُوْرَ اللّٰهِ

آنکھ ایک عظیم نعمت ہے

میری پیاری بہنو! اللہ عزوجل نے انسان کو اپنی جن بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے ان میں ایک بڑی نعمت آنکھ ہے، آنکھ قدرت کا ایک کرشمہ ہے اور صانع مطلق کی کاریگری کی ایک زندہ پائندہ مثال ہے، یہ گو اپنے مدار میں ایک مختصر سا حاشا اور جسم کا نازک ترین حصہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں ایسی طاقت، لطافت، تیزی اور پھرتی دی ہے کہ انسان اس کی بدولت لمحہ بھر میں فرش و فلک اور ان کے مابین ان گنت اشیاء کا نظارہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار انعامات سے نوازا ہے کہ ان کا شمار ممکن نہیں ہے، قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۔ (ابراہیم:۳۴)

اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔

اللہ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت آنکھ ہے، اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے

انعامات کا ذکر کیا ہے وہاں سرفہرست آنکھ کا تذکرہ یوں کیا ہے:

''کیا ہم نے اس کیلئے دو آنکھیں نہیں بنائیں' زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے اور اس کو دو راستے سمجھا دیئے''۔

میری پیاری اسلامی بہنو! جسمِ انسان میں دل کی حیثیت' بادشاہ وحاکم کی ہے' دل کی چند غیر معتدل حرکتیں انسان کے جسمانی نظام کو بہت متاثر کرتی ہیں' عملی اور روحانی اعتبار سے اس کی یہی حیثیت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: جسم میں ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر یہ صحیح ہو تو سارا جسم درست ہے' اگر یہ خراب ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ (مسلم۔الایمان۔باب فضل من استبرألدینہ:۵۲)

دل رزائل سے پاک ہو تو نیکی کے پھول کھلتے ہیں اور اگر اس پر معصیت وادبار کی گھٹائیں چھا جائیں تو انسان حیوان سے زیادہ درندہ اور بے حیاء ہو جاتا ہے' مگر دل جو گوشت اور ہڈیوں کے غلاف میں محفوظ ہے' کو متاثر کرنے والی اور باہر کے اثرات مرتب کرنے والی عموماً دو چیزیں ہیں: ایک آنکھ اور دوسری کان' آنکھ کا نظارہ ہی اصل میں کہنے کا سبب بنتا ہے' آج کے اس پرفتن دور میں بہت کم خوش نصیب ہیں جو مصیبتوں سے محفوظ ہیں' بچہ ہو یا بوڑھا اس آنکھ کا اسیر بن چکا ہے' چوکوں چوراہوں میں' بازاروں اور دکانوں میں اسی مرض نے قوم کو بے حیاء بنا دیا ہے' اخلاق تباہ و برباد ہو کر رہ گئے ہیں بلکہ یہ مرض سرطان کی طرح ہر سو پھیلتا جا رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ سے ہونے والی بے اعتدالی اور ہولناکی سے خبردار فرمایا اور فرمایا کہ آنکھ کا بھی زنا ہے' اسی طرح گانا' عشق ومحبت کی داستانیں' فحش و بے حیائی پر مبنی کہانیاں جب تک پہنچتی ہیں تو اس سے بھی دل متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے کان اور آنکھ کی حفاظت کی تاکید فرمائی' گانا وغیرہ سننے سے منع فرمایا اور آنکھ کی آوارگی سے روکا۔

آنکھ کا پلڑا بھاری ہو گیا

اے میری اسلامی بہنو! اللہ کی اس عظیم نعمت کا اندازہ اس حدیث سے بھی لگایا جا سکتا ہے جسے امام حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ایسا تھا جو پہاڑ پر پانچ سو سال تک عبادت کرتا رہا' اس کے اردگرد دریا تھا' پہاڑ پر پانی پینے کے لیے اللہ نے اس کے لیے چشمہ جاری کر دیا اور ایک انار کا درخت اُگا دیا' وہ انار کھاتا اور میٹھا پانی پیتا اور ہمہ وقت اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا' فوت ہوتے وقت اس نے التجاء کی: یاالٰہی! حالتِ سجدہ میں میری روح قبض کی جائے! میرے جسم کو صحیح سالم رکھا جائے تاکہ قیامت کے دن میں سجدہ کی حالت میں اُٹھایا جاؤں' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سے وہی معاملہ کیا مگر ہمیں اس کے بارے معلوم ہوا ہے کہ قیامت کے دن جب اسے اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں فرمائیں گے کہ بندہ کو میری رحمت سے میری جنت میں داخل کیا جائے! مگر وہ کہے گا: نہیں! بلکہ میرے عمل کے بدلے مجھے جنت میں داخل کیا جائے' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے بندے کے اعمال اور میری نعمتیں جو میں نے اسے دی تھیں' ان کے درمیان موازنہ کرو' چنانچہ ایک آنکھ کی نعمت کا جب پانچ سو سال کے اعمال کے مقابلہ میں وزن کیا جائے گا تو آنکھ کی نعمت کا پلڑا بھاری ہو گا اور باقی نعمتیں اس پر مستزاد ہوں گی' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اسے اب جہنم میں پھینک دو' پھر وہ عرض کرے گا کہ الٰہی! مجھے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کیا جائے' اللہ فرمائیں گے: اسے واپس لے آؤ' اللہ تعالیٰ پوچھیں گے: میرے بندے! بتلاؤ! تمہیں عدم سے وجود کس نے بخشا؟ عرض کرے گا: اے اللہ! آپ نے' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تمہیں پانچ سو سال تک عبادت کرنے کی توفیق کس نے بخشی؟ اسی طرح

تیرے کھانے کیلئے انار کا درخت کس نے لگایا اور پینے کیلئے پانی کا چشمہ کس نے جاری کیا! عرض کرے گا: اللہ! آپ نے' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: یہ سب میری رحمت سے ہوا اور تو میری رحمت سے ہی میری جنت میں جائے گا' اور اللہ تعالیٰ حکم فرمائیں گے کہ میرے بندے کو میری رحمت سے جنت میں داخل کر دو۔

(مستدرک حاکم' الترغیب والترہیب ص ۲۳۹۹)

میری پیاری اسلامی بہنو! اس سے آپ اندازہ کر سکتی ہیں کہ آنکھ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے' زبان اور ہونٹ سے انسان اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتا ہے' کھانے پینے میں بھی یہ دونوں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں' جب کہ آنکھ سے انسان تمام خارجی محسوسات کا ادراک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صناعی اور کاریگری کا مشاہدہ کرتا ہے' آنکھوں کی اس اہمیت کی بناء پر کہا جاتا ہے کہ آنکھ ہے تو جہاں ہے' آنکھ نہیں تو جہاں نہیں' اور یہ بھی کہ آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل' یہ بھی کہا گیا ہے کہ آنکھ بند ہونے کے بعد اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

آنکھ کی حفاظت

آنکھ کی اس عظیم نعمت کا تقاضا ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے اور اس کو ضائع ہونے سے بچایا جائے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں کی حفاظت کیلئے سرمہ ڈالنے کی اجازت دی ہے تاکہ آنکھوں کا قیمتی نور محفوظ رہے۔

(صحیح بخاری۔ الطب۔ باب الاثمد الکحل من الرمد فیہ عین عطیۃ: ۵۷۰۶)

سیاہ سرمہ ہر دور میں نظر کی تقویت اور آنکھ سے ردّی مواد کے اخراج کا سبب سمجھا گیا ہے' اس سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اثمد'' کی بڑی تعریف کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ آنکھوں کو جلا بخشتا ہے اور پلکوں کو اُگاتا ہے۔

(ابوداؤد۔ الطب۔ باب الکحل: ۳۸۷۸' الترمذی: ۱۹۷۱)

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

''اثمد'' وہ سیاہ پتھر ہے جو اصفہان سے آتا ہے' مغرب سے بھی درآمد کیا جاتا ہے' اس کا مزاج سرد خشک ہے اور بینائی کو طاقت دیتا ہے بالخصوص جب اس کے ساتھ کچھ کستوری بھی ملالی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوتے وقت کستوری ملا ہوا اثمد لگاؤ۔

(زاد المعاد: ۴/۱۴۰)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''کماۃ'' یعنی کھنبی کے پانی کو آنکھ کیلئے شفاء فرمایا ہے۔ (ترمذی۔الطب۔ماء فی السعوط وغیرہ: ۲۰۴۷' بخاری: ۵۷۰۸' ابن ماجہ: ۳۴۴۶)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس کا مجرد پانی فی الواقع شفاء ہے' میں نے خود اس کا تجربہ کیا ہے' ہمارے زمانے میں بعض نابینا حضرات نے بھی اس کا تجربہ کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی درست فرمادی۔

اور وہ شیخ کمال دمشقی ہیں جو حدیث کے استاذ ہیں' انہوں نے سچے اعتقاد سے کھنبی کا پانی اپنی آنکھوں میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی بحال کردی اور بعض نے کہا ہے کہ اسے بعض دیگر ادویہ کے ہمراہ استعمال کرنا چاہیے' آنکھ کی حفاظت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اسے آرام پہنچایا جائے' ٹیلی ویژن' وی۔سی۔آر وغیرہ کو دیکھنے کیلئے مسلسل بیدار رہنا تو کجا ہمیشہ شب بھر عبادت میں وقت صرف کرنے کا عزم کرنے والے صحابی سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

وبعينك عليك حقٌّ ۔

تیرے اوپر تیری آنکھ کا حق ہے۔

(صحیح بخاری۔الادب۔باب حق الضیف: ۶۱۳۴' مسلم: ۱۱۵۹)

اس لیے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے اور اس کی حفاظت کیلئے کوئی

دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہیے' انسان کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ نے جو قانون دیا ہے اس میں اتنی گہرائی ہے کسی اور قانون کی طرف التفات کی ضرورت نہیں رہتی' انسان جان ہی نہیں انسان کے ایک ایک عضو کی حفاظت کیلئے بھی قانون متعین فرمایا' آنکھ ہی کو لیجئے اگر کوئی کسی کی ایک آنکھ کو ضائع کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی قصاص لینے کا حکم فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے نصف دیت یعنی پچاس اونٹ وصول کیے جائیں گے' اگر دونوں آنکھیں ضائع کر دیتا ہے تو پوری دیت وصول کی جائے گی۔ (بیہقی: ۱۵۹۶۸)

اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انسانی آنکھ کی قدر و منزلت کیا ہے اور اس کو ضائع کرنے والے کی سزا کیا ہے؟

آنکھ کی حفاظت پر جنت

میری پیاری اسلامی بہنو! حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجھے اپنی طرف سے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو' میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں:

اصدقوا اذا حدثتم ۔	جب بات کرو سچ بولو
واوفوا اذا وعدتم ۔	وعدہ کرو تو پورا کرو
وادوا اذا وتمنتم ۔	امانت کو لٹاؤ جب امانت رکھی جائے
واحفظوا فروجکم ۔	شرم گاہوں کی حفاظت کرو
وغضوا ابصارکم ۔	نگاہیں نیچی رکھو
وکفوا ایدیکم ۔	تکلیف دینے والے ہاتھوں کو روکے رکھو

(مسند احمد: ۵/۳۲۳' ابن حبان: ۲۷۱' الحاکم فی المستدرک: ۴-۳۵۹) وقال: هذا حديث صحيح الاسناد ولم

یخرجاہ والذہبی: فیہ ارسال ولکن لہ شاھد من حدیث انس رضی اللہ عنہ، والطبرانی فی الکبیر: ۸۰۱۸، الاوسط: ۲۵۶۰، مجمع الزوائد: ۱۰/۳۰۱)

مگر قدردان کم

میری پیاری اسلامی بہنو! مگر افسوس کہ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کے قدردان بہت کم ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور تم کو کان دیئے، آنکھیں دیں اور دل دیا تم لوگ کم ہی شکرگزار ہوتے ہو۔

چاہیے تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے کان اس کا کلام ہوش سے سنتے، اس کے عطا کردہ دل سے حقائق کو سمجھنے کی کوشش کرتے، اس کی دی ہوئی بصارت سے بصیرت کا کام لیتے، تکوینی اُمور کو بنظر احسان دیکھتے اور ان سے سبق حاصل نہ کرنے والوں کا انجام دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے شکرگزار بندے بن جاتے، اسباب کو دیکھ کر مسبب الاسباب کی معرفت حاصل کرتے، مگر افسوس تم نے ان سے کوئی کام نہ لیا، انہی بدنصیبوں کے بارے میں فرمایا:

کہ ان کے دل ہیں مگر یہ ان سے سوچتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے ہیں اور ان کے کان ہیں مگر ان سے سنتے ہیں، یہ لوگ چوپاؤں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر بدتر ہیں۔ (الاعراف: ۱۷۹)

یعنی ان سے وہی کام لیتے ہیں جن سے ان کی دنیوی خواہشات کی تکمیل ہوتی ہے، اس کے علاوہ کسی چیز پر غور نہیں کرتے، اس پر کان دھرنے اور بنظر عمیق اسے دیکھنے پرکھنے کا ان میں داعیہ ہی نہیں، جس طرح چوپاؤں کے تمام ادراکات محض اپنے تن من کیلئے محدود ہیں، اسی طرح ان کی ساری تگ ودو بھی اپنی ضروریات کیلئے ہے، فطری صلاحیتیں ہوتے ہوئے بھی ان سے فائدہ نہیں اُٹھاتے بلکہ بعض تو انتہائی بے عقلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مالکِ حقیقی کے مقابلہ میں درختوں، پتھروں، جانوروں کی

پرستش شروع کر دیتے ہیں بلکہ حیوانات بھی ایسی حماقت نہیں کرتے بلکہ جس کا کھاتے ہیں اسی کے در کے ہو کے رہتے ہیں' مالک بلاتا ہے تو سر جھکائے چلے آتے ہیں' اس لیے یہ حیوانات سے بھی بدتر ہیں۔

نظر کی حفاظت

بے حیائی اور منکرات کے ارتکاب اور اس کے محرکات کا ایک بڑا سبب چونکہ یہی آنکھ ہے' اس لیے آنکھ کی حفاظت کا حکم فرمایا' چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مؤمنوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ (النور:۳۰)

اے میری پیاری اسلامی بہنو! شرم گاہ کی حفاظت سے پہلے آنکھوں کو بچا کر رکھنے کا حکم اسی بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ بدکاری اور بے حیائی کا بنیادی سبب آنکھ بنتی ہے' اگر یہ محفوظ رہے گی تو حتی الامکان انسان شرم گاہ کے گناہ سے بھی بچا رہے گا' یہی حکم اللہ تعالیٰ نے مؤمنہ عورتوں کو بھی دیا ہے' چنانچہ فرمایا: ایمان دار عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ (النور:۳۱) ''غض بصر'' یعنی آنکھوں کو نیچا رکھنے کے یہ معنی قطعاً نہیں ہیں کہ راہ چلتے ہوئے انسان اپنی آنکھوں کو نیچا رکھے کہ دائیں بائیں اور آگے پیچھے کے احوال سے بالکل لاتعلق ہو جائے' یوں تو ایکسیڈنٹ اور باہم ٹکراؤ کا باعث ہو سکتا ہے' بلکہ مقصد یہ ہے کہ جن کو دیکھنے کی اجازت نہیں ان کو مت دیکھے اور ان سے اپنی نظریں نیچی کر لے قرآن مجید میں ''من ابصارھم'' میں ''من'' کا تبعیضیہ ہے' یعنی ہر نظر مراد نہیں بلکہ وہ نظریں ہیں جو حرام اور بے فائدہ ہیں اور جس کی طرف دیکھنے سے منع کیا گیا ہے' وہ ہے اجنبی اور غیر محرم کو دیکھنا جو کہ فساد کی اصل جڑ ہے' اللہ تعالیٰ کا یہ حکیمانہ انداز ہے کہ بُرائی کے خاتمے کیلئے اس کے اسباب وعوامل کو بھی ختم کرنے کا حکم دیتا ہے' شراب سے

منع فرمایا ہے تو اوائل میں ان برتنوں کے استعمال سے روک دیا گیا جن میں تیار کی جاتی ہے، ناحق سے ہی نہیں بلکہ قتل پر اعانت، اشارہ قتل، سر عام ننگی تلواروں اور اسلحہ کی نمائش کی بھی سختی سے ممانعت فرمائی، طعن و ملامت کرنے، تنابز بالالقاب، بغض و حسد، عناد اور غیظ و غضب سے بھی روک دیا، جو عموماً لڑائی جھگڑے اور اختلاف کا باعث بنتے ہیں، اسی طرح زنا اور بدکاری ہی سے منع نہیں فرمایا بلکہ غیر محرم کو دیکھنے، تنہائی میں اس کے ساتھ بیٹھنے، سفر کرنے، نرم لہجے میں بات کرنے، بناؤ سنگار اور زیب و زینت اختیار کر کے باہر نکلنے اور جھٹک جھٹک کر چلنے سے بھی منع فرما دیا تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری، اس طرح بدکاری سے بچنے کیلئے ایک طریقہ یہی آنکھوں کو نیچا رکھنے کا ہے جس کا اس آیت میں حکم دیا ہے، آنکھ دل کا آئینہ ہے، جب آئینہ اُلٹا کر دیا جائے گا تو غیر محرم کے عکس اور تصور سے محفوظ رہے گا۔

غیر محرم کو دیکھنے کی ممانعت

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حجۃ الوداع کے دوران منٰی آتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر تھا کہ راستے میں ایک دیہاتی کو دیکھا جو اپنے ساتھ اپنی بیٹی کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ اس سے نکاح کر لیں، میں نے اس لڑکی کو دیکھا تو آپ نے میرا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر دوسری طرف پھیر دیا۔

(بخاری۔ الاستئذان باب قول اللہ تعالیٰ: (یایھا الذین امنوا لا تدخلوا......) ۶۲۲۸، ابویعلیٰ: ۲۱/ ۹۷، ۶۷۳۱)

بات بالکل واضح ہے کہ اگر کسی غیر محرم کی طرف دیکھنا جائز ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو لڑکی کی طرف دیکھنے سے عملاً منع نہ فرماتے۔

آنکھ کا زنا

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا:

ان اللّٰہ کتب علیٰ ابن آدم حظہ من الزنیٰ ادرک ذلک لا محالۃ ۔

آدم کے بیٹے پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے' جسے وہ لامحالہ پہنچے گا۔

فزنی العینین النظر ۔

آنکھوں کا زنا (بری نظر سے) دیکھنا ہے۔

وزنی اللسان النطق ۔

زبان کا زنا (بُرا) کلام کرنا ہے۔

والاذنان زناھما الاستماع ۔

کانوں کا زنا (غلط) سننا ہے۔

والید زناھا البطش ۔

ہاتھ کا زنا (بُری نیت سے) پکڑنا ہے۔

والرجل زناھا الخطی ۔

پاؤں کا زنا (بُرائی کی طرف) چلنا ہے۔

دل کا زنا (بُرائی کی) تمنا اور آرزو کرنا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

بدکاری کے ارتکاب میں سارے اعضاء حصہ دار بنتے ہیں' اس لیے زنا کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے اور انہی میں سرفہرست آنکھ ہے جس سے غیر محرم کو دیکھا اور پسند کیا جاتا ہے۔

مجھے پہلی نظر معاف ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ سے تاجدار ثقلین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے علی رضی اللہ عنہ! ایک بار نظر پڑ جانے کے بعد دوسری بار مت دیکھو کیونکہ تمہارے لیے پہلی نظر معاف ہے' دوسری نہیں۔

(ترمذی۔الادب۔باب ماجاء فی نظرۃ الفجأۃ: ۲۷۷۷' احمد: ۲۲۹۷۴)

پیاری بہنو! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ راہ چلتے اچانک کسی غیر محرم پر نظر پڑ جائے تو دوسری بار اس کی طرف دیکھنا روا نہیں چہ جائیکہ ٹکٹکی لگا کر دیکھتا رہے' پہلی بار اچانک نظر پڑ جائے تب بھی فوراً نگاہ پھیر لینی چاہیے' یوں نہیں کہ انسان خواہش نفس کا شکار ہو کر رہ جائے۔

اپنی نظر پھیر لے!

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

سالت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عن نظر الفجاۃ۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں سوال کیا۔

فقال: اصرف بصرك۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نظر پھیر لو۔

(مسلم۔الادب۔باب نظرۃ الفجأۃ: ۲۱۵۹' ابوداؤد: ۲۱۴۸' الترمذی: ۲۷۷۶)

اس لیے چاہیے کہ جب کبھی نظر اچانک کسی غیر محرم پر پڑ جائے تو اس کی طرف سے فی الفور نگاہ پھیر لی جائے' پہلی نظر تو معاف ہے اس کے بعد لذت کیلئے دیکھنا یہ حرکت گناہ اور قابلِ گرفت ہے۔

نظر بازی کا فتنہ اور اس کے نتائج

یہ دنیا بظاہر بڑی خوبصورت نظر آتی ہے اور انسان اس دنیا کی ظاہری سج دھج کو

دیکھ کر اس کے دام ہمرنگ میں پھنس جاتا ہے اور یوں وہ یادِ الٰہی سے غافل اور آخرت سے بے خوف ہو جاتا ہے' اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اسے دھوکے اور فریب سے تعبیر کیا ہے اور جو چیز اعموماً اس غفلت کا سبب بنتی ہے اسے فتنہ یعنی آزمائش و امتحان قرار دیا ہے' چنانچہ فرمایا:

اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ ۔(الانفال:۲۸)

تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔

اس جہاں میں بہت کم خوش نصیب ایسے ہیں جنہیں ایسی وفا شعار بیوی اور اطاعت گزار اولاد نصیب ہوتی ہے جو ایمان اور راست روی میں ان کے معاون و مددگار ہوتی ہے' عقیدہ وعمل اور اخلاق کے اعتبار سے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے ورنہ عموماً ہوتا یوں ہے کہ مرد اور عورت میں دینی ہم آہنگی نہیں پائی جاتی' مرد اگر نیک ہے تو بیوی اس کی امانت اور دیانت کو اپنے لیے بدقسمتی سمجھتی ہے اور چاہتی ہے کہ شوہر اس کی خاطر حلال وحرام کی تمیز کے بغیر عیش وعشرت کا سامان فراہم کرے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مؤمنہ عورت کو ایسے شوہر سے سابقہ پڑتا ہے جسے اس کی پابندئ شریعت ایک آنکھ نہیں بھاتی' اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری اولاد وازواج میں سے بعض تمہارے لیے دشمن ہیں اور بعض تمہارے لیے فتنہ ہیں' اسی طرح مال بھی انسان کیلئے فتنہ ہے اور انسان انہی کی محبت اور لگن میں پھنس جاتا ہے' مال وزر اور اپنی اولاد وازواج ہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت پر بے شمار فتنے ہوں گے مگر ان سب سے تکلیف دِہ اور ضرر رساں عورتوں کا فتنہ ہے۔ چنانچہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فاترکن بعدی فتنة اضر علی الرجال من النسآء ۔

(بخاری۔النکاح۔باب ما یتقی من شوم المرأة:۵۰۹۶' مسلم:۴۹۲۳)

میں اپنے بعد مردوں کیلئے سب سے نقصان دِہ فتنہ عورتوں کا محسوس کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے بھی انسان کی کمزوری کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: (آل عمران:۱۴) ترجمہ کنزالایمان: لوگوں کیلئے مرغوباتِ نفس، عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرخیز زمینیں خوش آئندہ بنادی گئی ہیں۔ عموماً انسان انہی کی محبت میں پھنس کر اللہ تعالیٰ اور اس کے دین سے غافل ہو جاتا ہے۔

بدنگاہی کا انجام

میری پیاری اسلامی بہنو! نظر کے فتنے اور فساد کا کوئی بھی صاحبِ بصیرت انسان انکار نہیں کرسکتا، اس فتنے میں مبتلا انسان کا انجام آخرت ہی میں بُرا نہیں ہوگا بلکہ بسا اوقات اس کا خمیازہ یہاں بھگتنا پڑتا ہے، دنیا میں اس کے انجام میں مبتلا ہو کر انسان اگر راہِ راست پر آجائے تو یہ اس کی اُخروی کامیابی کی علامت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا اراد اللّٰہ بعبدہ خیرًا عجل لہ العقوبۃ فی الدنیا ۔

(مسند احمد: ۱۶۲۰۴، جامع الترمذی۔ الزھد۔ باب ماجاء فی العبد علی البلاء: ۲۳۹۶)

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو دنیا میں اس کو اس کے جرم کی سزا دے دیتے ہیں۔

حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت کا پسِ منظر یوں ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا جس کا خون بہہ رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سبب دریافت فرمایا تو اس نے کہا: میرے پاس سے ایک عورت گزری، میں نے اس کی طرف دیکھا پھر اسے دیکھتا ہی چلا گیا، سامنے ایک دیوار آئی تو اس نے مجھے دیوار سے دے مارا، جس سے یہ خون بہہ نکلا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جب کسی سے بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے اس کے جرم کی سزا جلد دنیا میں ہی

دے دیتے ہیں۔ (مسند احمد: ۱۶۲۰۴)

کسی کے گھر میں جھانکنا

اسلام دوست واحباب اور رشتہ داروں میل ملاقات کا حکم دیتا ہے اور ان کے گھر جانے کی بھی اجازت دیتا ہے' البتہ اس سلسلہ میں کچھ آداب کوملحوظ رکھنے کی تاکید کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے دروازے پر تشریف لے جاتے تو دروازے کے بالکل سامنے کھڑے نہ ہوتے تھے بلکہ اس کی دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے اور سلام کہتے۔

میری پیاری اسلامی بہنو! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی دوست یا عزیز کے ہاں جایا جائے تو گھر کے دروازے کے بالکل سامنے نہیں بلکہ دائیں بائیں جانب کھڑے ہونا چاہیے اور ''السلام علیکم'' کہہ کر اندر آنے کی اجازت لینی چاہیے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک طرف کھڑے ہونا چاہیے نظر ہی کیلئے تو اجازت لی جاتی ہے۔ (البیہقی فی سنن الکبریٰ: ۸۔۳۳۹'۱۷۴۳۹)

یعنی دروازے کے سامنے کھڑے ہونے سے نظر گھر کے اندر چلی جاتی ہے' اس لیے ایک طرف ہو کر کھڑے ہونا چاہیے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے سوراخ سے اندر جھانکا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ میں کنگھی نما کوئی لکڑی پکڑ رکھی تھی جس سے سر کے بال درست کیا کرتے تھے' آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو اعلم انك تنظر لطلعت به فی عینك انما جعل الاستیئذان من اجل البصر ۔ (بخاری۔الاستئذان۔باب الاستئذان من اجل البصر :۶۲۴۱، مسلم:۵۶۳۸، الترمذی:۲۷۰۹)

اگر مجھے معلوم ہو جاتا تو دیکھ رہا ہے تو میں اسے تیری آنکھ میں دے مارتا، اجازت تو آنکھ ہی کی بناء پر طلب کی جاتی ہے۔

اگر آنکھ سے گھر کے اندر دیکھ ہی لیا تو اجازت کا کیا معنی؟

بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر اجازت کے گھر کے اندر دیکھے اور اہل خانہ کنکری اٹھا کر اسے مار دیں جس سے اس کی آنکھ زخمی ہو جائے تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

(مسلم۔الآداب۔باب تحریم النظر فی بیت غیرہ:۵۶۴۳، البخاری:۶۹۰۲)

بلکہ مسند احمد میں ہے کہ اہل خانہ کیلئے جائز ہے کہ وہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں اور ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

من اطلع فی بیت قوم بغیر اذنهم ففقوء اعینه فلا دیة له ولا قصاص ۔

(صحیح مسلم۔الاداب۔باب تحریم النظر فی بیت غیرہ:۵۶۴۳۔۵۶۴۲، فی مسند احمد:۸۶۳۶)

جو شخص کسی کے گھر بغیر اجازت کے دیکھتا ہے اور وہ اس کی آنکھ پھوڑ دیتے ہیں، اس کی نہ ہی دیت ہے نہ قصاص۔

غور کیجئے! اگر کوئی ظالم کسی کی آنکھ پھوڑ دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور قصاص میں اس کی آنکھ نکالی جائے گی یا اس سے پچاس اونٹ نصف دیت وصول کی جائے گی لیکن اگر یہی آنکھ دیانت و امانت کا مظاہرہ نہیں کرتی، کسی کے گھر میں داخل

ہو جاتی ہے' اس کی قدر و منزلت ختم ہو جاتی ہے' بالکل اسی طرح جیسے اگر کوئی ہاتھ ربع دینار یعنی ایک چوتھائی دینار کے برابر چوری کرلے تو اسے کاٹ دینے کا حکم ہے لیکن اگر کوئی کسی کا ہاتھ ظلماً کاٹے تو اس سے نصف دیت لی جائے گی۔ اسلام معاشرے کو امن و سکون اور امانت و دیانت کا گہوارہ بناتا ہے جو اس میں رخنہ اندازی کی کوشش کرتا ہے' اسے ناسور کی طرح کاٹ دینے کا حکم دیتا ہے' گھر تو بنایا ہی اس لیے جاتا ہے کہ اہل خانہ کی جان و مال اور عزت اس میں محفوظ رہے' اگر کوئی باہر سے گھر کے اندر کا نظارہ کرتا ہے اور پردہ نشین عورتوں کیلئے پریشانی کا موجب بنتا ہے تو اسلام اس کی آنکھ کی ضمانت نہیں دیتا۔

اللہ کے ڈر سے رونے والی آنکھ

ایمان خوف و رجاء کا نام ہے' ایک مؤمن اللہ کی رحمت کا امیدوار ہوتا ہے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور گرفت سے ڈرتا ہے' اللہ تعالیٰ سے ڈر کر دل میں فکرمند ہونا اور آنکھ سے رونا اللہ تعالیٰ کو انتہائی محبوب ہے۔

سایہ عرش پانے والے

میری پیاری اسلامی بہنو! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے روز جن خوش نصیب حضرات کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ میں رکھے گا' ان میں ایک وہ ہے جو تنہائی میں اللہ کو یاد کر کے روتا ہے۔

(بخاری۔ الاذان۔ باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ: ۶۲۰' مسلم: ۱۷۱۲)

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے ڈر سے آنسو بہہ کر زمین پر گر پڑے' اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے عذاب میں مبتلا نہیں کریں گے۔ (مستدرک حاکم: ۲۴۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ اللہ کے ڈر سے رونے والا شخص جہنم میں نہیں جائے گا' یعنی جیسے دھویا ہوا دودھ تھنوں میں واپس نہیں جا سکتا۔ (ترمذی۔ الجھاد۔ باب ما جاء فی فضل الغبار فی سبیل اللہ: ۱۶۳۳' صحۃ الحاکم: ۴/۲۶)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ڈر سے رونے والا شخص بھی جہنم میں نہیں جا سکتا۔

آگ سے محفوظ آنکھ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی: وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر کی وجہ سے رو پڑی اور وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزار دی۔

(ترمذی۔ فضائل الجھاد فی فضل الحرس فی سبیل اللہ: ۱۶۳۹' صحیح الجامع الصغیر: ۴۱۱۳)

اللہ تعالیٰ کے خوف یا اللہ کی محبت میں رونا حضراتِ انبیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ صدیقین اور صلحائے اُمت کا طریقہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق صحیح بخاری میں ہے کہ وہ بہت رویا کرتے تھے' انہیں اپنی آنکھوں پر کنٹرول نہ تھا۔

(صحیح بخاری۔ الصلاۃ۔ باب المسجد یکون فی الطریق من غیر ضرر بالناس: ۴۷۶)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وہ نماز کے دوران اتنا روتے کہ ان کی آواز پچھلی صف میں سنائی دیتی۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲/۱۱۴' طبقات ابن سعد: ۶/۱۲۶)

یہی حال دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا تھا' اس سلسلہ میں صلحائے اُمت کے اقوال و احوال انتہائی سبق آموز ہیں مگر تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں اور نہ ہی یہ ہمارا

موضوع ہے' اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ ہمیں بھی اپنی محبت نصیب فرمائے اور اپنے عذاب سے بچنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

آفاتِ نظر سے بچنے کا طریقہ

قارئین کرام! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر محرم کو دیکھنے سے منع فرمایا بلکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مرد و عورت کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے مگر عورت فطرتاً باعثِ کشش ہے' اس لیے اس کے فتنے سے بچنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بالخصوص نوجوانوں سے فرمایا:

اگر تم میں استطاعت ہو یعنی حالات اجازت دیں تو شادی کرلو۔

فانه اغض للبصر۔

یہ نگاہ نیچی رکھنے کا باعث ہے۔ (مسلم۔ النکاح۔ باب استحباب النکاح لمن: ۳۳۹۸)

انسان اگر اپنی کمزوری کی بناء پر کسی عورت کو دیکھ کر دل گرفتہ ہو جائے تو ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسے چاہیے کہ وہ اپنے گھر چلا جائے اور اپنی بیوی سے ضرورت پوری کرے۔

(مسلم۔ النکاح۔ باب ندب من رأی امرأۃ فوقعت فی نفسہ: ۳۴۰۷' الترمذی: ۱۱۵۸' ابوداؤد: ۲۱۵۱)

تاکہ وہ کسی بڑے فتنے میں مبتلا ہونے سے بچ جائے' اسی طرح جب کسی غیر محرم پر نظر پڑے تو فوراً اس آیت مبارکہ کا مفہوم دل و دماغ میں لے آئے: اللہ تعالیٰ (میری) آنکھ کی خیانت اور دل کے بھیدوں کو بھی جانتے ہیں۔ (المؤمن: ۱۹) کوئی اور میری حرکت کو دیکھتا ہے یا نہیں' اللہ تعالیٰ تو مجھے دیکھ رہے ہیں' اللہ ہمیں اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

آمین!

۞۞۞۞۞

عورت پر اسلام کے احسانات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہِ

عورت پر اسلام کے احسانات

میری پیاری اسلامی بہنو! یوں تو اسلام نے زندگی کے ہر عقدہ کی گرہ کشائی کی ہے اور ہر قدم پر انسانی رشد و ہدایات کے سامان فراہم کیے ہیں مگر وہ مخلوقِ خدا جسے دنیا عورت کے نام سے جانتی ہے، اس پر محمود صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات بے حد وحساب ہیں، اس محسنِ انسانیت نے عورت کو ذرّے سے آفتاب بنا دیا اور صنف کو اس اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز کیا جو فطرت کے عین مطابق تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیشتر دنیا میں عورت کی کیا حیثیت تھی؟ آیئے دیکھتے ہیں! عورت شہری اور دیہاتی ہر قسم کی زندگی میں مردوں کے ظلم وستم تلے دبی ہوئی تھی، اس پر طرح طرح کی سختی روا رکھی جاتی تھی اور اسے شر وفساد کا نشانہ بنانا مرد اپنا سب سے بڑا کارنامہ جانتے تھے، وہ سامانِ تجارت اور بھیڑ بکریوں کی طرح بیچی جاتی تھیں، اسے شادی نہ کرنے اور بدکاری اور بداخلاقی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا، وہ مملوک ہو سکتی تھی مالک نہیں، وہ

سب کی ''چیز'' تھی لیکن اس کا دنیا میں کچھ نہیں تھا' مرد جسے چاہتے اسے اپنے تصرف میں لا سکتے تھے' لیکن وہ دنیا کی کسی شے پر اپنا تصرف نہیں جما سکتی تھی' مرد اس کی ہر چیز کا مالک و مختار تھا لیکن وہ مرد کی کسی حقیر سے حقیر شے کو بھی اس کی اجازت کے بغیر ہاتھ تک نہیں لگا سکتی تھی' اس سے بڑا ستم یہ تھا کہ بعض علاقوں میں اسے انسانوں کی جنس شمار کرنے سے ہی انکار کیا جاتا تھا' اسے بے جان اور بے روح اشیاء میں تصور کیا جاتا' اس بات پر طویل بحثیں ہوتیں کہ کیا عورت میں بھی مرد کی طرح روح موجود ہے یا نہیں؟ علماء کے درمیان اختلاف رہتا کہ عورت اس قابل نہیں کہ اسے دین و مذہب کا درس دیا جا سکے' کیا وہ عبادتِ خداوندی میں مشغول ہو سکتی ہے یا اس کا درجہ اس سے بھی گرا ہوا ہے اور یہ اختلاف تھا کہ کیا عورت جنت میں داخل بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یا اس مقدس مقام کے دروازے بھی اس مخلوقِ خدا پر پابند کر دیئے جائیں گے۔

میری اسلامی بہنو! روح کے بعض فلسفیوں کا نظریہ تھا کہ عورت ناپاک جانور ہے جس میں روح موجود ہے اور نہ ہی اسے آخرت میں حیاتِ دائمی نصیب ہوگی' البتہ عورت کا دنیا میں صرف ایک کام اور فقط یہی فریضہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ مرد کی بارگاہ میں مؤدب کھڑی رہے' ہمہ تن اس کی خدمت میں مصروف رہے' ہمیشہ اس کی فرمانبرداری کا طوق اپنی گردن میں ڈالے رکھے' اس کے اٹل حکم کے آگے چون و چرا نہ کرے اور اس کے ہر فرمان پر بے سوچے سمجھے ایمان لے آئے کیونکہ وہ گائے' بھینس سے زیادہ حیثیت کی مالک نہیں' وہ دنیا میں شیطان کی نمائندہ اور شرارت و فساد کی جڑ ہے' وہ ہنس نہیں سکتی رونا ہی اس کی قسمت میں لکھا ہے اور دنیا کی تمام نعمتیں' ساری مسرتیں اور سب آسائشیں صرف مرد کیلئے بنائی گئی ہیں' عورت کو ان سب میں سے کچھ نہیں مل سکتا' بعض مذاہب میں والد کو اس بات کا بھی حق حاصل تھا کہ وہ اپنی لڑکی کو کسی اجنبی کے ہاتھ بیچ دے' کئی عرب کے قبائل اس کے قائل تھے کہ باپ بیٹی کو قتل کر سکتا ہے' اسے

زندہ درگور کر سکتا ہے، بعض لوگوں کی رائے تھی کہ اگر مرد کسی عورت کو قتل کر ڈالے تو اس پر کوئی تاوان یا کوئی دیت لازم نہیں، عورت کو اس ظلم وستم سے بھری ہوئی دنیا میں جو سب سے اہم مقام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے دیا گیا، وہ فرانسیسی قوم کی طرف سے عطاء کردہ تھا، فرانس کے رہنے والوں نے بڑے سوچ بچار کے اور گماں لطف وعنایت سے یہ طے کیا کہ عورت انسان تو ہے، لیکن وہ صرف مرد کی خدمت گاری اور اطاعت کیلئے پیدا کی گئی ہے، اس کا کام دنیا میں صرف مملوک بن کر رہنا ہے، وہ مالک نہیں ہو سکتی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم 571ء میں رونق بزم عالم بن کر تشریف لائے اور فرانسیسی قوم نے اس فرمان کا اعلان اس کے پندرہ سال بعد 586ء میں کیا، لیکن اس وقت یورپ کے ان ''مہذب'' لوگوں کو اس کا علم نہیں تھا کہ عنقریب وہ عظیم انسان، برگزیدہ ہستی صفۂ شہود پر جلوہ گر ہونے والی ہے جو عورت کو انسانیت کے بلند و بالا مقام پر فائز کرے گی اور جس کے یہاں عورت کے حقوق کسی طرح بھی مرد سے کم نہیں ہوں گے، وہ وقت قریب تھا کہ دنیا میں مرد کی مطلق العنانی کا خاتمہ کر دیا جائے اور خداوند ذوالجلال کی مخلوق صرف اس کی تابع فرمان ہو جائے گی۔

کیا آج کی تہذیب یافتہ اور ترقی پسند عورت جانتی ہے کہ اسے اسلام (دینِ فطرت) نے کتنا عظیم مرتبہ عطاء کر رکھا ہے؟ کیا وہ اس بات سے آگاہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سب سے بڑے محسن ہیں اور کیا وہ اس سے باخبر ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ذلت وحقارت سے نکال کر عزت ووقار کے مقامِ عالی پر پہنچا دیا؟ میری محترم اسلامی بہنو! قرآن حکیم نے عورت اور مرد کو ایک جنس قرار دیا ہے اور دونوں کو یکساں طور پر زندگی کے دو اہم جز بتایا ہے، ان میں سے کسی ایک کے بغیر زندگی کو مکمل اور تمام نہیں کیا جا سکتا، اسلام عورت کو مرد کا کھلونا اور لھو ولعب نہیں سمجھتا بلکہ اس کے نزدیک خوشحال اور پرسکون زندگی کیلئے عورت کا وجود

اسی طرح ضروری ہے جس طرح خود مرد کا عورت بن پُر امن اور صالح زندگی کا تصور بھی ناممکن ہے۔ سورۃ الروم کی آیت ہے: اس نے تمہیں میں سے تمہارے جوڑے (بیویاں) پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان مؤدت اور رحمت پیدا کی' یقیناً اس میں تفکر و تدبر کرنے والے لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں۔ اس آیت میں عورت کو تین حیثیتوں سے عالمِ انسانیت کا اہم جز قرار دیا گیا ہے:

(1) وہ عائلی زندگی کیلئے سکون و راحت کا باعث ہے' وہ انسانوں کو بداخلاقی اور گمراہی سے محفوظ رکھنے والی اور اصلاح و تعمیر کا چشمہ ہے' جنسی زندگی مرد کی عیش و عشرت کا نام نہیں بلکہ ایک ایسا اتحاد ہے جس میں میاں اور بیوی ایک حقیقت متحدہ بن جاتے ہیں تا کہ باہم مل کر زندگی کو زیادہ سے زیادہ خوشگوار اور شاندار بنا سکیں' ان دونوں صفتوں میں سے ایک کی نفی سے بھی مسرتوں کی نفی ہو جاتی ہے۔

(2) وہ دنیا میں عورت' محبت و اُلفت کی پتلی ہے' وہ اجنبیوں کو ہمدرد بنانے اور بیگانوں کو اپنا بنانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے' اس کی محبت اور تعاون حاصل کیے بغیر مرد زندگی کی جدوجہد میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ اس کا وجود انسانی کامیابیوں کے حصول کیلئے ناگزیر ہے۔

(3) وہ انسانوں کو باہمی رحمت و شفقت کا منبع اور قریبی تعلقات کے قیام کا اہم سبب ہے' عورت مرد کو زندگی میں مکمل انسان بنانے اور اخلاقی شرافت دینے والی معلّمہ ہے' اس لیے کہ ہر بچہ اس کی شفقت و رحمت سے بھرپور گود میں جنم لیتا ہے' عورت ہی وہ قابلِ احترام ہستی ہے جو مرد کو مرد سے جوڑ سکتی ہے اور انہیں مل جل کر رہنے اور امن و سلامتی سے زندگی گزارنے کی راہیں سمجھا سکتی ہے۔

نئی تہذیب کا ظلم

عورت جو قوم کی ماں' بہن اور بیٹی ہے' اسے پردہ سکرین پر عریاں نچایا جاتا ہے'

سینما کے فحش اشتہاروں میں ننگی تصویر چھاپ کر شہر کی گلی اور کوچے میں اس کی ریزی کی جارہی ہے' گویا دیکھتے ہی دیکھتے عورتوں کو جانوروں کی قطار میں کھڑا کر دیا گیا ہے کہ جس طرح جانوروں سے ہر کام لیا جاتا ہے اور بے زبانی کی وجہ سے کوئی احتجاج نہیں کر سکتے' یونہی آج کی مہذب دنیا پردہ فلم کو رومانی بنانے' ہوٹل کا کاروبار چلانے اور غیر ملکی لیڈروں کی رنگین ضیافت انجام دینے کیلئے عورت کی ذات استعمال کی جارہی ہے۔ میری پیاری محترم اسلامی بہنو! عورت تو پیدائشی طور پر ناقص العقل ہے' انجام اور عواقب تک اس کی صحیح رسائی نہیں' وہ اس بات پر بہت مگن ہے کہ عورت کو نیم عریاں لباس پہننے' مردوں کے دوش بدوش چلنے' بے حجابانہ اِدھر اُدھر گھومنے اور بدنام ثقافت میں ناچنے کے حقوق مل گئے ہیں' لیکن ان باتوں کا انجام کتنا بھیانک اور تاریک ہے' اس کے متعلق ہوش نہیں' اگر عورت کی عقل و دانش میں نقصان کا مادہ نہ ہوتا تو ضرور وہ اپنی قیمت کو سمجھتی' اپنے جنس کی اس طرح کھلے عام آبروریزی پر صدائے احتجاج بلند کرتی' عورتوں کی ننگی تصویر تیار کرنے والی فلم کمپنی پر مقدمہ دائر کرتی' نیم عریاں لباس پہن کر چلتے پھرتے مردوں کا شکار نہ بنتی' ہوٹلوں میں اپنی آبرو فروخت کرنے کیلئے تیار نہ رہتی' مگر کاش! آج کی عورت اپنے آپ کو جان لے' اپنے وجود کو اور اپنے مقام کو پہچان لے لیکن ہم کاش کے بعد کچھ نہیں کہہ سکتے۔

آہ اسلام تیرے چاہنے والے نہ رہے جن کا تو چاند تھا افسوس وہ ہالے نہ رہے

❁❁❁❁❁

نکاح کی اہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہِ

نکاح کی اہمیت وفضائل

میری اسلامی بہنو! اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق فرمایا تو بقائے نسل کیلئے عورت اور مرد کے فطری رابطے کی پاکیزگی‘ تحفظ اور بقاء کی خاطر نکاح کا سلسلہ جاری کیا‘ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے ساتھ ہی حضرت حوا کو پیدا کیا تاکہ یہ جوڑ نسلِ انسان کے تسلسل کا باعث بنے‘ اس مقصد کے حصول کیلئے ایک دوسرے کیلئے جنسی کشش کا سامان پیدا کیا‘ پھر ماں باپ کے دل میں اولاد کی محبت کا داعیہ پیدا کیا‘ یوں خاندانی زندگی کا آغاز ہوا‘ اسلام اپنے مزاج کے اعتبار سے اعتدال پسند دین ہے جس کا ظہور اس کی جملہ تعلیمات سے ہوتا ہے‘ انسانی فطرت کی یہ کمزوری ہے کہ وہ انتہاء پسندی کی طرف مائل رہتا ہے اور انتہاؤں کے درمیان (Between Extreues) ٹھوکریں کھانا اس کا مقدر بن گیا ہے‘ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی بعثت اور کتب کے نزول کا سلسلہ اسی لیے شروع کیا تاکہ انسانیت کو افراط وتفریط کی ٹھوکروں سے نجات دلا کر راہِ اعتدال پر ڈالا جاسکے‘ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا ہے کہ اسلام کے سوا اور کوئی

دین قابلِ قبول نہیں اور دائرۂ اسلام میں آ جانے والوں کو امتِ وسط کے نام سے پکارا' یہی وجہ ہے کہ جب ہم اسلامی احکامات اور تعلیمات پر نظر ڈالتے ہیں تو انسان ایک خوشگوار حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ اس خالق و مالک نے کس کس طرح انسانی نفسیات کے ایک ایک گوشے کے تقاضوں کا لحاظ رکھتے ہوئے ضابطۂ حیات مرتب کر کے دے دیا' انسانی عقل خواہ کتنی بلندیوں کو چھو لے' پھر بھی محدود ہی رہتی ہے اور کبھی تعصّبات کی جکڑ بندیوں سے آزاد نہیں ہو سکتی اور مستقبل کے بارے میں تو سوائے قیاس آرائیوں کے اس دامن میں کچھ بھی نہیں' انسانی عقل کی تہی دامنی کا تو یہ حال ہے کہ وہ تو اپنے دور کی نزاکتوں کا کماحقہ ادراک کرنے سے قاصر ہے' چہ جائیکہ وہ مستقبل میں چھپے رازوں کی نقاب کشائی کر سکے۔ میری محترم اسلامی بہنو! جہاں کہیں بھی اور جب کبھی بھی انسان نے ان راہنمائی سے بے اعتنائی کا مظاہرہ کیا' راہِ اعتدال سے ہٹ کر اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے لگا' بڑے بڑے دانشور زندگی کی ڈور کو سلجھانے میں دور دور کی کوڑیاں لاتے ہیں' لیکن سرا ہے کہ ہاتھ نہیں آتا۔ مسئلہ جنس انسانی مسائل میں سے ایک اہم ترین مسئلہ ہے جس کے بارے میں قرآن مجید اور احادیث میں واضح ہدایات ملتی ہیں جنہیں جذبہ کی تسکین کے سامان کے طور پر نکاح کو شروع فرمایا' نکاح کے مقاصد اور فوائد پر ہم آگے چل کر روشنی ڈالیں گے' سر دست اتنا جان لینا ضروری ہے کہ عورت اور مرد کو نکاح کے بندھن میں باندھنے کے دو بنیادی مقاصد ہیں: ایک جنسی تسکین اور دوسرا بقائے نسل انسانی۔ مزید غور کیا جائے تو بنیادی مقصد ایک ہی ہے کہ انسانی نسل کا تسلسل جاری رہے' اس مقصد کے حصول کیلئے انسان کے اندر زبردست جنسی خواہش رکھ دی گئی' تاکہ دونوں مل کر اس تخلیقی ذمہ داری کو نبھائیں' بصورتِ دیگر اس فریضہ سے پہلوتہی کے کئی بہانے نکل آتے۔ جنسی کشش ایک دوسرے کے ساتھ جڑے رہنے اور باہمی تعاون و تناصر کا ایک زبردست محرک ہے۔

مقاصد نکاح

(1) افزائشِ نسل

اللہ تعالیٰ نے نکاح کو نسلِ انسانی کے تسلسل اور بقاء کا ایک ذریعہ بنایا' اس حقیقت کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ (النساء)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو! جس نے تمہیں نفسِ واحد (Single Cell) سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے اس کا جوڑا تخلیق کیا' ان دونوں کے ذریعے کثیر تعداد میں مرد وزن کو پھیلا دیا' اللہ سے ڈرو! جس کے ذریعے تم آپس میں حقوق کا مطالبہ کرتے ہو اور صلہ رحمی اختیار کرو' اس میں شک نہیں کہ اللہ تم پر نگران ہے ۝

اس آیت کریمہ نے واشگاف الفاظ میں بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی دنیا کے نقشِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام سے ان کا جوڑا حضرت حوا کو پیدا کیا اور ان کے ذریعے اولادِ آدم کا سلسلہ جاری کر کے کرۂ ارض کی آبادی کا سامان کر دیا' یوں تو اس کائنات رنگ و بو میں لاکھوں انواع کی کئی مخلوقات کا وجود ملتا ہے' لیکن باعثِ تخلیق کائنات ہونے کا شرف انسان کے حصے میں آیا اور جملہ مظاہرِ فطرت کو انسان کے تابع کر دیا تا کہ وہ ان سے کام لے کر ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے بلندیوں کی جانب محوِ پرواز رہے' کائناتی قوتوں کا کسی کیلئے مسخر کیا جانا ایک بہت بڑا اعزاز ہے جس پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں کیا' انسان اپنی ہیئت کے اعتبار سے بھی

ایک شاہکار ہے، لہٰذا بجاطور پر اشرف المخلوقات کہلانے کا حقدار ہے، جہانِ رنگ وبو کی ساری رعنائیاں اسی کے دم قدم سے ہیں، عورت کے بارے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں:

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے سوز سے ہے زندگی کا سازِ دروں

جس مخلوق کو اس شان، شرف اور اہتمام کے ساتھ کرۂ ارض پر بسایا جارہا ہے، ضروری تھا کہ اس کیلئے ایک بہترین ضابطۂ حیات بھی عطاء کیا جائے تاکہ وہ اپنے اعزاز کو برقرار رکھ سکے، اگر انسان کو شترِ بے مہار کی طرح چھوڑ دیا جاتا تو زمین انسانوں کا جنگل بن جاتی، اس کے بعد انسان اور حیوان کا فرق مٹ جاتا، یوں تو قدرت نے انسان کے اندر مطلوبہ معیار کو برقرار رکھنے کیلئے فطرت بالقوہ (Potential Nature) ودیعت کردی ہوتی ہے لیکن فطرت بالقوہ کو فطرت بالفعل (Actulal Nature) میں بدلنے کیلئے تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس لیے انسان کو محض فطرت بالقوہ کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ دیا بلکہ انبیاء اور کتابوں کے ذریعے تعلیم و تربیت کا ایک مستقل سلسلہ شروع کردیا، اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ انسان خدائی ہدایت کے مطابق جادۂ زندگی پر گامزن رہے، بصورتِ دیگر ٹھوکروں کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا، ایک ایک حرکت اور ایک ایک جنبش کو مقصودِ زندگی کے حوالے سے دیکھا جائے گا اور وہ عظیم انسان مقصود رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

یہی انسانیت کی معراج ہے، ہماری آنکھوں کے سامنے منحرف رویوں کا جوحشر ہورہا ہے اور انسانیت جس کرب والم سے گزر رہی ہے، کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

میری اسلامی بہنو! سورۂ نساء کی جو آیت ہم بیان کرآئے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کے ہر خطبہ نکاح کا حصہ ہوا کرتی تھی۔ (ترندی، ابوداؤد، جاء فی خطبۃ النکاح) اس امر سے یہ حقیقت بھی مترشح ہوتی ہے کہ رسمِ نکاح کو ایک مذہبی تقدس بھی حاصل ہے اور نکاح کی تقریب جو کہ یقیناً ایک خوشی کا موقعہ ہوتا ہے، یادِ الٰہی سے خالی نہیں رہنا چاہیے دولہا دُلہن کو دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ رخصت کرنا تقریب کا ایک اہم حصہ ہے، یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آئندہ ازدواجی تعلقات میں انہیں اسلامی تعلیمات کی پوری پوری رعایت رکھنا ہوگی تاکہ وہ کبھی حیوانی سطح پر نہ اُتر آئیں، اس کا سدِ باب بھی ہونا چاہیے، انسانی اور حیوانی نسل کشی کے طریق پر ہر حال امتیاز برقرار رہنا چاہیے، اسلام جنس (Sex) سے لطف اندوز ہونے پر پابندی عائد نہیں کرتا لیکن وہ اس حیوانی جذبے کو بے لگام ہونے سے ضرور روک تھام کرتا ہے کیونکہ جب جنسی خواہشی حدِ اعتدال سے آگے بڑھتی ہے تو تباہی و بربادی کے سامان لاتی ہے، جس کے تلخ اثمار کا مزہ مغرب کی سیکولر تہذیب چکھ رہی ہے۔

جس طرح انسانی معاشرہ اپنی سہولت اور انسانیت کی بھلائی کیلئے خودساختہ پابندیوں (Self Imposed Restrictions) کو برداشت کرتا ہے، اسی طرح جنس جذبہ کا انضباط (Control and descepline of Sex) خود انسان کے اپنے مفاد میں ہے۔ لہٰذا اسلام نے اس کی حدود کا ایک دائرہ کھینچ دیا، فطرت کے مقاصد کی تکمیل اس مخصوص دائرۂ کار اور فضا کے اندر رہ کر ہی ہو سکتی ہے، مغربی دنیا جنس کے منحرف تصور کے تحت جس طرح جسمانی لذت کے سمندر میں غرق ہوگئی ہے، اسلام نے پہلے ہی اس کے صفر اثرات کا ادراک کر کے اسے حدِ اعتدال کے اندر رکھنے کا ایک پورا نظام العمل دے دیا جس میں نسلِ انسانی کی بقاء کو اوّلیت حاصل ہے، اس کے برعکس جدید دنیا جنس کے معاملہ میں کسی قید یا قدغن کی روادار نہیں فلسفۂ جنس کی بحث میں بچے کی پیدائش اب کوئی قابلِ ذکر صنعہ نہیں رہا،

ساری بحث کا مرکز ومحور لذت کوشی ہونا ہے' یہ بھی دراصل عیسائی تعلیمات کے غیر متوازی ہونے کا ردِعمل ہے' جہاں مذہبی زندگی کیلئے جنسی خواہشات کا کچل دینا ہی کمال کی بلندی گردانا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تحریف شدہ ان تعلیمات پر عملدرآمد انسانی فطرت کے خلاف تھا' لہٰذا کلیسائی زندگی میں اس قدر خلاف ورزیاں ہوئیں کہ کلیسائی خلافِ فطرت جنسی بے اعتدالیوں کے مرکز بن گئے' مجبوراً اہلِ فکر و دانش نے اس پست اور گھناؤنی صورتِ حال کے خلاف آواز اُٹھائی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے مذہب کے سارے بندھن ڈھیلے ہوتے چلے گئے اور مغربی دنیا ایک دوسری انتہاء پر جا پہنچی' جہاں جانوروں کی طرح برسرِ عام اور سرِ بازار جنسی اشتغال میں مشغول ہو جانا نہ صرف قابلِ شرم بات نہ رہی بلکہ سرمایۂ افتخار بن گئی' حد سے گزری ہوئی اس پستی کا نقشہ کھینچنے کیلئے خامہ انگشت بدنداں ہے کہ اسے کیا لکھے۔

چونکہ مانع حمل ادویات کے استعمال نے بچے کی پیدائش کے خطرے کو ٹال دیا ہے' اس لیے آزاد شہوت رانی کے نئے نئے طریقے آزمانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کی جاتی اور بہر خلاف فطرت طریقے کو قانونی تحفظ مل جاتا ہے' لیکن اس حیوانی داعیے کی تسکین کیلئے لذت کوشی کا کوئی سامان عدم گنجائش کے نکتے تک نہیں پہنچ سکا' لہٰذا مغرب کا انسان نما حیوان ہر وقت ''ھل من مزید'' کا نعرۂ مستانہ بلند کرتا رہتا ہے۔

احادیث میں افزائشِ نسل کی تاکید

اسلامی اور مغربی طرزِ فکر میں اس اعتبار سے جوہری فرق پایا جاتا ہے کہ مغربی دانشور آبادی کو کنٹرول کرنے کے حق میں ہیں' خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام' مانع حمل ادویات اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ہزارہا نفسیاتی' اخلاقی اور طبعی مسائل اسی غلط طرزِ فکر کے شاخسانے ہیں' جبکہ اللہ کے نبی نے واضح طور پر آبادی میں اضافہ کرنے سے متعلق ارشادات فرمائے' اس حوالے سے آپ نے صرف تلقین کر

دینے پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ خود متعدد نکاح فرمائے اور اللہ کو جو منظور تھا اولاد بھی ہوئی' تعدادِ ازواج بھی ایک معرکۃ الآراء مسئلہ بنا دیا گیا ہے' اس پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے' سرِ دست اس حوالے سے احادیث کا مطالعہ کریں:

انکحوا فانی مکاثر بکم ۔

نکاح کیا کرو بے شک میں تمہاری کثرتِ تعداد پر (فخر کا) اظہار کروں گا۔

(ابن ماجہ)

خیر النسائکم الولود الودود ۔ (کنز العمال)

تمہاری عورتوں میں سب سے زیادہ بچے جننے والی اور زیادہ محبت کرنے والی بہترین ہیں۔

تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم یوم القیامۃ ۔

زیادہ چاہنے والی اور زیادہ بچے دینے والی عورتوں سے شادی کیا کرو کیونکہ روزِ قیامت میں تمہاری کثرتِ تعداد کا مظاہرہ کروں گا۔

مندرجہ بالا ارشاداتِ نبوی کی روشنی میں شادی بیاہ کے متعلق درج ذیل حقائق کا علم ہوتا ہے:

(1) نکاح کی زبردست ترغیب ملتی ہے اور اسلامی معاشرہ میں بے نکاح رہنا معیوب عمل سمجھا جائے گا' نکاح کے قابل ہر شخص کو اوّلین فرصت میں نکاح کر لینا چاہیے۔

(2) نکاح کا بنیادی مقصد افزائش اور بقائے نسل ہے۔

(3) صرف نسلِ انسانی کو جاری رکھنا مقصود نہیں بلکہ کثرت پر زور دیا گیا ہے۔

(4) معاشی مسائل کا بہانہ بنا کر نکاح کرنے میں تاخیر غیر پسندیدہ فعل ہے۔

(5) ایسی عورت کو ترجیح دی جائے جس سے زیادہ اولاد ہونے کی توقع ہو' یہ بات

قرائن سے معلوم ہو جاتی ہے کہ جس خاندان کی عورتوں کو بچے زیادہ ہوتے ہوں یا مطلقہ اور بیوہ عورتوں کے بارے میں تو سب کو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بار آور ہونے کی کتنی صلاحیت ہے۔

(6) حدیث نمبر: 3 کے راوی حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت کا ذکر کیا کہ حسن و جمال اور خاندانی وجاہت کی مالک ہے' لیکن اسے اولاد نہیں ہوتی' کیا میں اس سے نکاح کر لوں' آپ نے اجازت نہ دی' موقعہ پا کر ایک دن پھر گزارش کی لیکن آپ نے پھر انکار فرمایا' فرماتے ہیں: جب میں تیسری بار اجازت کا خواہاں ہوا تو آپ نے مذکورہ ارشاد فرمایا کہ جس سے زیادہ اولاد کی توقع ہو اس سے شادی کرو۔

معلوم ہوا کہ کثرتِ اولاد ایسا وصف ہے جس کے سامنے حسن و جمال اور خاندانی وجاہت کی بیوی کے انتخاب کے حوالے سے سیرت و کردار کی اہمیت پر بھی روشنی پڑتی ہے لیکن اس سے زیرِ بحث نفس مضمون پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور دونوں قسم کے ارشادات میں کوئی تضاد نہیں۔

(7) اس سے ہمیں مرد و زن کے ازدواجی تعلق کے مادی اور جنسی پہلو کے علاوہ روحانی پہلو کا اندازہ بھی ہوتا ہے' محض کثرت نہیں بلکہ نکاح کے ذریعے جائز جنسی تعلق کے نتیجے میں ہونے والا اضافہ مطلوب ہے۔

(8) بیوہ اور مطلقہ عورتوں سے نکاح کی ترغیب بھی ملتی ہے کیونکہ ان کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ اولاد پیدا کرنے کی کتنی صلاحیت ہے' حضرت عمر فاروق اس بارے میں فرماتے ہیں:

ما اتزوج الا لاجل الولد۔

تمیں جو شادی بھی کرتا ہوں تو ایسا اولاد کی خواہش کے تحت کرتا ہوں۔

میری اسلامی بہنو! یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کثرت کے ساتھ شادیاں کرتے اور کثیر الاولاد ہوئے۔

جہیز اور آج کا ماحول

میری اسلامی بہنو! آج کے ماحول اور حالات وواقعات کا جائزہ لینے کے بعد بڑے ہی قلق اور افسوس سے دوچار ہونا پڑتا ہے' روز بروز جہیز کا مطالبہ عام ہوتا جارہا ہے اور جو عورت کم جہیز لے جائے اس کو کوسنے سے لے کر ستانے' طلاق دینے' یہاں تک کہ جلانے اور مارڈالنے تک کے واقعات سننے میں آتے ہیں۔ صد افسوس! ایک پاکیزہ رشتہ ہے' رب کائنات نے پاکیزہ اور عظیم مقاصد کیلئے جاری کیا جو عہدِ رسالت' عہدِ صحابہ اور عہدِ اسلاف میں بڑے پاکیزہ اور سادہ طریقہ سے عمل میں آتا رہا' آج کے بے غیرت خاندانوں اور نوجوانوں نے اسے نفع جوئی اور زرطلبی کا ایک کاروبار سمجھ لیا ہے' اب سوال یہ ہے کہ اس صورتِ حال کا علاج کیا ہے؟ اور اس سلسلہ میں عوام و خواص کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

جہیز کی حرص کیوں؟

ہمیں اس سلسلے میں پہلے یہ غور کرنا ہوگا کہ جہیز کی کمی کی وجہ سے عورتوں کو ستانے والے جوانوں اور خاندانوں میں یہ حریصانہ طبیعت اور ظالمانہ جرأت کیسے پیدا ہوئی اور اس کے اسباب وعوامل کیا ہیں؟

جواباً مختصر لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ حریصانہ طبیعت حبِ دنیا کی پیداوار ہے اور ظالمانہ جرأت دین سے دوری کا نتیجہ ہے بلکہ جارحانہ حد تک جب دنیا بھی دین سے دوری اور اس کے اصول ومقصد سے بے تعلقی ہی کا شاخسانہ ہے' اس لیے کہ جو یہ جانتا ہو کہ دینِ اسلام اور ہر معتدل قانون اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ آدمی اپنی

کوشش و محنت سے جتنا چاہے مال کمائے' مگر دوسرے کے مال کی طمع اور اسے اپنا مال بنانے کی حرص یقیناً مذموم اور گھٹیا طبیعت ہی کی پیداوار ہے' جو آدمی ایسی طبیعت سے پاک ہو وہ کبھی بھی بیوی کے مال و دولت کا حریص نہیں ہو سکتا۔

جہیز کا مالک کون؟

اسلامی نقطۂ نظر سے تو جہیز کا سارا سامان جو بیوی' شوہر کے گھر لائے تمام تر بیوی ہی کی ملکیت ہے' اس پر زکوٰۃ فرض ہو تو اس کی ادائیگی بیوی ہی کی ذمہ داری ہے اور اس کا استعمال کوئی دوسرا اگر کرنا بھی چاہے تو یہ بھی بیوی کی رضامندی اور اجازت ہی پر منحصر ہے' لیکن اس کے برخلاف جن خاندانوں اور جوانوں میں بدعقیدہ جڑ پکڑ چکا ہو کہ دُلہن کا سارا مال ہماری ملکیت ہے اور ہم اسے جیسے چاہیں استعمال کریں' ان لوگوں کی دین اور اس کے مسائل و مقاصد سے دوری بالکل روشن و عیاں ہے۔

بیوی کا خرچ شوہر پر!

پھر سنتِ رسول اور احکامِ اسلام کی رُو سے نکاح کے بعد مہر اور نان و نفقہ اور سکونت کے سارے معاملات و مصارف شوہر کے سر عائد ہوتے ہیں' بیوی کے اوپر قطعاً یہ کوئی واجب یا فرض یا سنت نہیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ مال و دولت شوہر اور اس کے خاندان والوں کے حصہ میں لائے اور وہ بھی اپنی کمائی سے نہیں' اپنے ماں باپ اور اپنے خاندان و اقارب کی محنت اور پسینہ کی گاڑھی کمائی سے لڑکی والدین پر بھی صرف یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ مناسب لڑکے سے اس کا عقد کریں' یہ ان کی ذمہ داری ہرگز نہیں کہ اس لڑکے کو مال و دولت سے بھی سرفراز کریں یا اپنی لڑکی کو ہی زیادہ سے زیادہ سامان سے نوازیں' بلکہ عقد نکاح تو وہ عمل ہے جس کی وجہ سے لڑکی کے ذاتی مصارف کی بھی ذمہ داری شوہر کر سر منتقل ہو جاتی ہے لیکن یہ عجب حرص و ہوس ہے کہ آج کا نوجوان اور اس کا خاندان' نکاح کے ذریعے اپنی ضروریات اور اپنے مصارف کی ذمہ

داری بھی نادارو ناتواں لڑکی کے سر ڈالنا چاہتے ہیں' اس ظلم وستم اور جذبات وخیالات کے اندھے پن سے خدا کی پناہ!

قلت جہیز کی وجہ سے عورت پر ظلم

میں یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ جہیز کی کمی سے جو خاندان اور نوجوان شاکی ہوتے ہیں اور اپنی بے جا توقعات پر پانی پھرتا دیکھ کر اس قدر غیظ وغضب میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ظلم وستم اور ننگی جارحیت پر اُتر آتے ہیں وہ یا تو دین وشریعت کے مزاج و نہاد اور اصول وقوانین ہی سے نابلد ہوتے ہیں یا جنتے ہوئے بھی وہ احکامِ ربانی کی خلاف ورزی کے عادی ہوتے ہیں' ان کی روزمرہ کی زندگی میں بھی دین وشریعت سے انحراف نمایاں طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

میری اسلامی بہنو! خصوصاً جہیز یا کسی بھی دنیاوی رنجش کی وجہ سے قتل مسلم تو ایسا ظالمانہ عمل ہے کہ اس کا مرتکب وہی شخص ہوسکتا ہے جس کی دینی روح موت کے قریب پہنچ چکی ہو' اس سے متعلق قرآنِ کریم نے صاف طور پر بتایا ہے کہ جو کسی بھی ایماندار کو قصداً قتل کرے' اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں اسے ہمیشہ رہنا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو خوفِ آخرت سے خالی اور ربِ قہار کی ناراضگی اور اس کے انتقام سے بے پروا ہو' وہی اس طرح کی ظالمانہ جسارت کرسکتا ہے۔

یہ ایک رخ ہوا' جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جہیز طلبی کی حریصانہ طبیعت اور نہ ملنے پر ظالمانہ جسارت کیسے پیدا ہوتی ہے؟ لیکن ایک رخ اور ہے جس سے یہ معلوم ہوگا کہ زیادہ جہیز لینے دینے کا عمل کیوں پروان چڑھ رہا ہے اور اس سلسلہ میں کوئی آہ وفغاں اور شور وفریاد کارگر کیوں نہیں ہوتی؟

جہیز اور نام ونمود

اس کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ جو اہلِ ثروت ہیں وہ اپنی دولت کے نام ونمود کی

خاطر یا لڑکی اور داماد سے بے پناہ محبت کی نمائش کی خاطر بذاتِ خود اور بلا مطالبہ اتنا جہیز دے ڈالتے ہیں کہ متوسط طبقہ کی ساری دولت و جائیداد کی مالیت لگائی جائے تو اس کے برابر نہ ہو' ان حضرات کا یہ عمل دیکھ کر دوسرے بھی زیادہ سے زیادہ جہیز دینے کی فکر کرتے اور اسی کو عزت و عظمت خیال کرتے ہیں اور نہ دینے میں اپنی بے عزتی و حقارت محسوس کرتے ہیں۔ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ بہت سے دیندار اور خلوص کار لڑکوں اور خاندانوں نے زیادہ جہیز سے منع کیا پھر بھی لڑکی والوں نے اپنی بساط سے زیادہ ہی دے ڈالا' زیادہ دینے کا رواج دولت مند اور متوسط قسم کے اچھے خاصے دیندار اور پابند شرع لوگوں میں بھی کثرت سے پایا جاتا ہے' اب اگر کوئی شخص بظاہر خوش حال نظر آتا ہو لیکن حقیقت میں پریشان حال اور تنگدست ہو تو اس کے لیے اتنا جہیز نہ دے سکے جو معاشرہ میں اس کے برابر اور ہم پلہ شمار کیے جانے والوں نے دیا ہے تو اسے بخیل شمار کیا جاتا ہے اور لڑکی داماد سے عدم محبت پر محمول کیا جاتا ہے' جس کے نتیجہ میں لڑکی کو بہت سی اذیتوں اور مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب جہیز معزز گھرانوں کا علامتی نشان بن چکا ہو اور فخر کے ساتھ اسے عملاً رواج مل رہا ہو تو اس ماحول میں اگر یہ تحریک چلائی جائے کہ جہیز مانگنا بند کرو تو یہ کہاں تک کامیاب ہو سکتی ہے اور نہ پانے والے کہاں تک صبر کر سکتے ہیں' خصوصاً جب کہ وہ دینی فکر و مزاج اور شرعی کردار و عمل سے بھی عاری ہوں' دولت مندوں کیلئے حسبِ حیثیت لاکھ دو لاکھ اور اس سے زیادہ کا جہیز دے دینا کوئی مسئلہ نہیں اور نہیں کے کردار سے یہ رسم بڑھتی اور پھیلتی ہے' ان کے دامادوں کو دیکھ کر ہر نوجوان آرزومند ہوتا ہے کہ مجھے بھی ایسی لڑکی ملے جو اپنے ساتھ اسی طرح وافر جہیز لائے اور جس کی یہ آرزو پوری نہیں ہوتی وہ اس حد تک بددل ہوتا ہے کہ لڑکی پر طعن و تشنیع سے لے کر ضرب و قتل تک پہنچ جاتا ہے۔

آخر علاج کیا ہے؟

میری بہنو! ان حالات واسباب کا جائزہ لینے کے بعد ان کے ازالہ وعلاج پر غور کیجئے تو درج ذیل صورتوں کے بغیر اس لعنت کا ازالہ اور ظالمانہ وجارحانہ واقعات کا انسداد ناممکن ہے:

(1) معاشرہ میں دینی اسلامی روح پیدا کی جائے' اسلامی احکام کی اہمیت وعظمت دلوں میں اُتاری جائے' آخرت کا خوف پیدا کیا جائے' متاعِ دنیا کی حرص اور ثوابِ آخرت سے بے پروائی دور کی جائے' اس بات کو دل ودماغ میں راسخ کیا جائے کہ مؤمن کی سرخروئی اور کامیابی اسی میں ہے کہ خدا کی قائم کی ہوئی حدود کے اندر رہ کر جائز وبہتر طور پر اپنی دنیا بھی خوشحال بنائے اور آخرت بھی سنوائے' ناانصافی اور ظلم وستم سے بہر حال پرہیز کرے' ورنہ اس کا انجام بڑا ہی بھیانک اور خطرناک ہے' منتقم حقیقی کی سزا سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔

(2) یہ ذہن نشین کرایا جائے کہ نکاح ایک پاکیزہ رشتہ ہے جو انسان کو انسان کی حفاظت وبقاء اور انسان کے فطری جذبات کی مناسب تجدید کیلئے وضع ہوا ہے' اس رشتہ کے بعد دو خاندانوں میں قرابت ومحبت اور اتحاد ویگانگت بھی برپا ہوتی ہے اور مرد وزن پر بہت سی ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں لیکن مصارف واخراجات کی ساری ذمہ داری شریعت نے مرد کے سر رکھی ہے اور عورت قطعاً اس کی پابند نہیں کہ شوہر کو اپنی یا اپنے ماں باپ کی دولت سے نفع اندوز کرے۔

(3) دلوں میں مردانہ غیرت وحمیت پیدا کی جائے اور بتایا جائے کہ مرد کی عزت اور وقار کا تقاضا یہی ہے کہ مرد خود اپنی کمائی' اپنی محنت اور اپنی دولت پر بھروسہ کرے' بیوی یا اس کے ماں باپ اور اہلِ خاندان کی کمائی اور دولت پر حریصانہ نظر رکھنا گھٹیا طبیعت پر غماز ہے جس سے ہر شریف اور باغیرت فرد اور خاندان کو بہت

دور ہونا چاہیے۔

(4) یہ باتیں لوگوں تک پہنچانے کیلئے پمفلٹ تقسیم کیے جائیں' جلسے منعقد کیے جائیں' نجی مجلسوں اور ہوٹلوں میں بھی ان خیالات کو عام کیا جائے اور کمیٹیوں کے ذریعہ ان احکام وافکار کو گھر گھر پہنچادیا جائے۔

(5) عملی طور پر شادی بیاہ کے مواقع پر خصوصاً دولت مندوں کو سمجھایا جائے کہ خدا نے آپ کو دولت دی ہے' آپ اپنی بیٹی داماد کو جو چاہیں دے سکتے ہیں لیکن اس کا بھی خیال کریں کہ اس سے غریبوں کی دل شکنی نہ ہو' آپ کو معلوم ہے کہ غریب خاندانوں کی لڑکیاں اس رسمِ جہیز کی وجہ سے بیٹھی رہ جاتی ہیں اور ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا' جس کا نتیجہ معاشرہ میں آوارگی اور بے حیائی کی صورت میں بھی نمودار ہوسکتا ہے' آپ کو دینا ہی ہے تو بعد میں کبھی خفیہ طور پر دے لیں لیکن خدارا اپنے جہیز اور دولت کی نمائش کر کے تنگدست لڑکیوں کی زندگی اجیرن نہ بنائیں۔

ایسی انجمنیں بنائی جائیں جو سماج کے سربرآوردہ ذی ثروت' دردمند' صاحبِ کردار اور مخلص افراد پر مشتمل ہوں' یہ حضرات جہیز میں دیئے جانے والے سامانوں کی مناسب حد بندی کریں اور سب سے پہلے خود اس پر کاربند ہوں' پھر دوسروں کو اس کا پابند بنائیں۔

(6) نوجوانوں کو بہرحال یہ یقین دلایا جائے کہ دولت خدا کا ایک عطیہ اور اس کا خاص فضل وانعام ہے جو ہر شخص کے حصے میں آنا ضروری نہیں' تم اگر اپنی محنت اور اپنے خاندان کی کمائی سے دولت کے مالک بن سکے تو یہ دولت تمہارے لیے راحت وعزت کا باعث ہوسکتی ہے' لیکن ظلم وستم کے طریقوں اور ناجائز راستوں کو اپنا کر بھیک کی طرح جہیز مانگ کر مال واسباب جمع کرنا کوئی شریفانہ طریقہ

نہیں، تمہاری عظمت اور تمہارا وقار اسی میں ہے کہ تم کسی دکھی اور غریب و پریشان حال کیلئے ایک باعزت زندگی کا سہارا بنو اور اسے اپنی زوجیت میں لاکر اس کا دکھ درد، رنج والم دور کرو، نہ یہ کہ وہ خود اپنے جہیز سے تمہاری محتاجی و غربت کا علاج کرے، جہیز اگر بہت ہو تو بھی پوری زندگی اور اس کے اخراجات و ضروریات کا ساتھ نہیں دے سکتا، بہرحال ایک وقت تمہیں اپنی اور اپنی نسل کی کفالت کیلئے خود محنت کرنی ہوگی، تو کیوں نہ آج ہی تم سسرال کی بجائے اپنے بازو کی قوت اور اپنے مولیٰ کی عنایت پر بھروسہ کرلو، قناعت ہی اصل مالداری ہے، آدمی کو جو مل جائے اور اس کی محنت سے جو برآمد ہو، اگر اس پر اس نے قناعت نہ کی تو مزید پر مزید کی حرص ہمیشہ اسے دل کے اعتبار سے فقیر و محتاج ہی رکھے گی، خدا تمہیں غنائے قلب سے نوازے اور طمع دنیا سے بچائے!

مذکورہ بالا تجاویز کا حاصل یہ ہے کہ فکر و مزاج میں تبدیلی لائی جائے، تصورات و خیالات، معاملات و عادات کو اسلامی و ایمانی رنگ میں ڈھالا جائے اور دولت مند طبقہ نادار و کمزور طبقہ کے دکھ درد اور اس کے مصائب و مشکلات کا سچے دل سے احساس کرے، جبھی جہیز میں افراط و غلو کی لعنت اور اس سے پیدا ہونے والے مفاسد کا سدباب ہوسکتا ہے اور ان دونوں باتوں کو بروئے کار لانے کیلئے شہر شہر، گاؤں گاؤں، محلہ محلہ ایسی تنظیموں کا وجود ضروری ہے جو سماج مؤثر اور مخلص و دردمند افراد پر مشتمل ہونے کے ساتھ سرگرم عمل بھی ہوں، اگر یہ تنظیمیں قائم ہو کر دلچسپی، سرگرمی اور اخلاص و دل سوزی کے ساتھ بُرائیوں کے خلاف برسرپیکار ہیں تو ان کے ذریعہ دوسرے بھی بہت سے اصلاحی و فلاحی کام انجام پاسکتے ہیں۔

واللہ الھادی الیٰ سواء السبیل ۔

بڑی شے ہے نسبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰه وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ اللّٰهِ

نسبت کی اثر انگیزیاں

میری اسلامی بہنو! نسبت ایک عظیم شے ہے، نسبت ادنیٰ کو اعلیٰ، ارذل کو افضل، کمتر کو بہتر اور بہتر کو بہترین بنا دیتی ہے، اس کی وجہ سے عام، خاص اور خاص اخص ہو جاتے ہیں، نسبت ہی سے مقہور محبوب، مردود مطلوب، رذیل عزیز، پست بلند اور بلند تر ہو جاتے ہیں، نسبت اچھی بھی ہوتی ہے اور بُری بھی، اچھی نسبت باعثِ محبت و جنت ہے، بُری نسبت باعثِ نفرت و جہنم ہے، اس لیے کوشش کریں کہ اچھی نسبت ہی حاصل ہو۔

نسبت کی کرم نوازیاں

پانی ہر جگہ دستیاب ہے لیکن یہ اچھی نسبت کا کمال ہے کہ جس پانی کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم مبارک سے نسبت ہے، اس کی وجہ سے وہ اتنا محترم بن گیا کہ ہر آنے والا اس سے اپنی پیاس بجھا رہا ہے، ہر کوئی اسے لیے جا رہا ہے، آبِ زمزم کی تلاش میں حضرت اسماعیل علیہ الاسلام کی نسبت کو تلاش کیا جا رہا ہے، صفا اور مروہ بھی

دیگر پہاڑیوں کی طرح دو پہاڑیاں ہی تو تھیں لیکن حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ان کے درمیان دوڑیں تو ان کے مبارک پاؤں کی برکت سے ان کو یہ بلند مقام ملا کہ بیت اللہ کا طواف کرنے والے پر ان کے درمیان دوڑنا بھی ضروری قرار پایا۔

(البقرہ:۱۵۸)

اور اسی نسبت کی وجہ سے ان پہاڑیوں کو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں قرار دیا گیا۔

(البقرہ:۱۵۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام ین جس پتھر پر کھڑے ہو کر بیت اللہ کی تعمیر فرمائی‘ آپ کے پائے مبارک کی نسبت وہ پتھر اس قدر معظم ہو گیا کہ اس کو بیت اللہ کے سامنے نصب کیا گیا اور حکم فرمایا:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ۔(البقرہ:۱۲۵)

بنالو ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز!

اللہ اکبر! پاکیزہ لوگوں کی نسبت نے پتھر کو کتنا بلند کر دیا! معلوم ہوا کہ اللہ کے محبوب بندوں کے جہاں قدم لگ جائیں وہ جگہیں مقدس ومتبرک ہو جاتی ہیں۔

بوجہ نسبت دس جانور جنت میں

اللہ اللہ! نسبت کی جلوہ فرمائیوں‘ کرم نوازیوں اور سایہ گستریوں کا کہاں تک ذکر کیا جائے‘ نسبت کے کمال نے یہ اثر بھی دکھایا کہ صرف خاصانِ خدا کی سنگت کی برکت سے دس جانور جنت میں چلے جائیں گے‘ سنئے سنئے! مفسر قرآن حضرت علامہ محمود آلوسی علیہ الرحمہ‘ حضرت امام مقاتل رضی اللہ عنہ کے بقول کیا نقل فرما رہے ہیں کہ دس جانور جنت میں جائیں گے:

(1) حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی

(2) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بچھڑا

(3) حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دُنبہ

(4) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گائے

(5) حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی

(6) حضرت عزیر علیہ السلام کا گدھا

(7) حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی

(8) حضرت ملکہ بلقیس سلام اللہ علیہا کا ہُدہُد

(9) حضرات اصحابِ کہف کا کتا اور

(10) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی۔

ان تمام جانوروں کو مینڈھے کی شکل دے کر جنت میں داخل کیا جائے۔

(تفسیر روح المعانی، تفسیر فتح القدیر)

سبحان اللہ! عالی نسبت نے ان جانوروں کو پستی سے کتنی بلندی پر پہنچا دیا؟ جب جانوروں پر نیکوں کی نسبت و محبت نے یہ رنگ چڑھا دیا ہے تو پھر انسانوں اور مسلمانوں کو ان کی نسبت سے کتنی عزت و عظمت ملے گی، یہ اپنے دل سے پوچھیں!

نسبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

میری اسلامی بہنو! اوپر دیگر محبوبانِ خدا کی نسبت کا ذکر ہوا، اب اس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں! جو تمام محبوبوں کا محبوب ہے، جو سب سے زیادہ مقرب اور جس کی رضا خود خدا لم یزل کو بھی مطلوب و محبوب ہے، یعنی جانِ دو عالم باعثِ تخلیقِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک نسبت کی ذرہ نوازیاں بھی دیکھتے جائیں کہ ابولہب ایسا کافر ہے جس کی مذمت میں پوری سورۃ لہب ''تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ'' نازل ہوئی، لیکن اس نے ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مجھ کر خوشی مناتے ہوئے اپنی لونڈی آزاد کی تو اسی نسبت سے ہر پیر شریف کو اس کے

عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے۔

(زرقانی اوّل ص ۱۳۸' بخاری شریف دوم ص ۷۶۴' الحاوی للفتاوی دوم ص ۲۰۸' سیرتِ حلبیہ اوّل ص ۸۴)

حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم علیہ السلام کا وہ خون مبارک جو جنگِ اُحد میں لگنے والے زخموں سے بہا' اس کو چوسا اور نگل گئے' اسی مبارک خون کی نسبت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے۔

(زرقانی چہارم ص ۲۲۹۔۲۳۰' نسیم الریاض اوّل ص ۳۵۹)

ایک مرتبہ رحمت دو عالم حضرت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے تولیے کے ساتھ اپنے مبارک ہاتھ صاف کیے' وہ رومال جب میلا ہوتا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ اسے تنور میں ڈالتے' اس کی میل کچیل ختم ہو جاتی لیکن صرف محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کی برکت سے اس کا ایک تار بھی نہ جلتا۔ (خصائص کبریٰ دوم ص ۸۰)

سبحان اللہ! جو چیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے لگی' وہ آگ سے بَری ہوگئی' آگ اسے نہ چھو سکی' بلکہ آگ نے مزید اس میں نکھار اور سنگھار پیدا کر دیا۔ اللہ اللہ! کہاں تک عرض کیا جائے؟ یہ تو محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ کا کمال تھا' اب دیکھیں! جس چیز کو محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں سے نسبت ہو جائے' بارگاہِ خداوندی میں اسے کیا مقام ملتا ہے؟ شہر مکہ کی قسم! اس میں ذرا بھر بھی شک نہیں کہ شہر مکہ گوناگوں خوبیوں سے متصف ہے' اس میں خانہ کعبہ بھی ہے اور صفا و مروہ بھی' آبِ زمزم کا کنواں بھی ہے اور عرفات و مزدلفہ کے میدان بھی' چومنے کیلئے حجر اسود بھی ہے اور جھومنے کیلئے جبلِ رحمت بھی' مقامِ ابراہیم بھی ہے اور مذبح اسماعیل بھی اللہ تعالیٰ نے اتنی عظمتوں اور برکتوں والے شہر کی قسم

ارشاد فرمائی ہے:

لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۔

قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی۔

لیکن یہ قسم کس لیے ارشاد فرمائی؟ مندرجہ بالا نشانیوں اور خوبیوں کی وجہ سے نہیں، مذکورہ بالا تمام متبرک مقامات ونشانات یقیناً بڑی عظمت وشان کے حامل ہیں لیکن خدا تعالیٰ شہر مکہ کی قسم ان نسبتوں کے پیشِ نظر نہیں اُٹھاتا، آخر کیا وجہ ہے شہر مکہ کی قسم اٹھانے کی؟ اس کی وجہ بیان فرماتے ہوئے خدا تعالیٰ نے خود ہی اعلان فرمایا:

وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۔

دراں حالیکہ آپ بستے ہیں اس شہر میں۔

دیکھ رہے ہیں آپ! مکہ مکرمہ کے سارے اعزازات ومشرفات بجا ہیں، لیکن قسم صرف مدنی محبوب علیہ السلام کے مبارک قدموں کی وجہ سے ارشاد فرمائی گئی ہے۔

اللہ اکبر! جہاں سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم لگیں، خدا تعالیٰ ان مقامات کی قسمیں اُٹھاتا ہے، قسم بڑی ہی پیاری اور معزز چیز کی اٹھائی جاتی ہے، معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کو قدم محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے لگنے والی ہر چیز بہت ہی پیاری اور محبوب ہے کہ خدا اس کی قسمیں اُٹھاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین

میری اسلامی بہنو! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جس کسی کو حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے ادنیٰ سی نسبت ہوئی، وہ بزرگ و برتر اور عزت واحترام کی آماجگاہ بن گیا اور وہ اس قدر بلند مقام پر فائز ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی قسمیں ارشاد فرما کر ان کی عزت وحرمت میں مزید چار چاند لگاتا ہے، جب مدنی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک اور پاؤں مبارک لگنے سے افراد واشیاء لائقِ صد احترام ہو جاتے ہیں تو پھر وہ

نفوسِ مبارکہ جن کی پشتوں اور رحموں میں آقائے کونین محبوبِ دارین صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک منتقل ہوتا رہا ہے' ان پاکیزہ ہستیوں کے مقام و مرتبہ کا کیا کہنا؟ ان کی شرافت و طہارت' نجابت و کرامت اور عزت و حرمت کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔

آپ کا سلسلۂ نسب

اللہ اللہ! نسبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کہنا' جن لوگوں نے آپ کے سلسلۂ نسب میں شامل ہونا تھا' ان تمام اشخاص و افراد کو کفر و شرک' بداخلاقی و بدکرداری جیسی تمام نازیبا حرکات سے محفوظ رکھا' حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے والد گرامی حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تک اور حضرت حوا سلام اللہ علیہا سے لے کر آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا تک تمام آباء و اجداد اور اُمہات و جدات ایمان و اسلام' اخلاق و کردار اور عزت و حرمت جیسی پاکیزہ صفات سے متصف رہے اور کئی ان میں نبوت و رسالت' خلافت و امامت جیسے جلیل القدر عہدوں پر بھی جائز تھے۔ سبحان اللہ! یہ نسبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام و اکرام کیا جا رہا ہے۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی والدین کریمین کے علاوہ تمام آباء و اجداد' مؤمنین' مسلمان' شریف اور نفیس تھے' یہ ایسی حقیقت ہے جس پر آیاتِ مبارکہ کے علاوہ بے شمار احادیث گواہ ہیں' تمام کا احاطہ مشکل ہے' تاہم چند ایک دلائل پیشِ خدمت ہیں۔

آپ مؤمنین سے آئے' رب العالمین اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارتِ نسب کو بیان کرتے ہوئے فرما رہا ہے:

اَلَّذِیۡ یَرٰىكَ حِیۡنَ تَقُوۡمُ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیۡنَ ۔(الشعراء:۲۱۹-۲۱۸)

(اللہ وہ ہے) جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور آپ کا ساجدین (سجدہ کرنے والوں) میں منتقل ہونا (بھی) ملاحظہ فرماتا

ہے۔

اس آیت مبارک کا منشاء و مطلب یہ ہے کہ اے محبوب ہمہ وقت خدا تعالیٰ آپ کو ملاحظہ فرماتا رہتا ہے اور اس وقت بھی قدرت کی نگاہیں آپ پر مرکوز تھیں، جب آپ کا نور سجدہ کرنے والے اور مؤمنین میں منتقل ہوتا تھا۔

سیّد المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی یہی فرماتے ہیں کہ

ای تقلبك من اصلاب طاهرة من اب بعد اب الیٰ ان جعلك نبیا ۔(الحاوی للفتاوی دوم ص ۲۲۱)

یعنی تقلب سے مراد یہ ہے کہ (میں) آپ کے ایک باپ سے دوسرے باپ تک پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ پشتوں کی طرف منتقل ہونے اور آپ کے نبی بن جانے کو دیکھ رہا ہوں۔

اس کے علاوہ درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے کہ اس آیت کا یہی مطلب ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی والدین حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما سے حضرت آدم و حضرت حواء سلام اللہ علیہما تک آپ کے تمام آباء و اجداد مؤمن، مؤحد اور مسلمان تھے۔

(تفسیر خازن، تفسیر جمل، تفسیر صاوی، تفسیر کبیر، الحاوی للفتاوی، جواہر البحار، مدارج النبوۃ، تفسیر مدارک وغیرہ وغیرہ)

آپ کا نسب پاکیزہ ہے، دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۔(التوبہ: ۱۲۸)

یعنی اگر ''اَنفَس'' کو ''اَنفُس'' فاء پر زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو اس وقت معنی ہوگا کہ (یہ نبی) تم میں افضل اور پاکیزہ لوگوں میں سے آیا، یعنی جن لوگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ہوتا آیا وہ تمام کے تمام افضل، معزز اور بلند مرتبہ تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہی تفسیر فرمائی ہے۔

(خصائص کبریٰ اوّل ص ۶۹' جواہر البحار چہارم ص ۱۵۷۸)

آپ کے آباء کی قسم

میری اسلامی بہنو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد اتنے عظیم المرتبت ہیں کہ نسبتِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے خدا تعالیٰ ان کی قسمیں ارشاد فرماتا ہے' ملاحظہ ہو:

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۔ (البلد:۳)

اور قسم کھاتا ہوں باپ کی اور اولاد کی۔

اس آیت مبارکہ میں والد اور اولاد کی قسم اُٹھائی گئی ہے' والد سے کیا مراد ہے اور اولاد سے کیا مراد ہے؟ مفسر عظیم حضرت قاضی ثناء اللہ مظہری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

المراد بالوالد ادم و ابراھیم علیھما السلام او ای والد کان وما ولد محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ۔

(تفسیر مظہری دہم' ص ۲۶۴)

یعنی والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام ہیں اور اولاد سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔

اب کیا فرمائیں گے وہ حضرات جو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کافر اور جہنمی کہتے نہیں شرماتے! کیا خدا تعالیٰ معاذ اللہ! کافروں اور جہنمیوں کی قسمیں اُٹھا کر ان کی عزت افزائی فرما رہے ہیں؟ نہیں نہیں! آپ کے تمام آباء واجداد پاک' طیب' طاہر' مؤمنین' مؤحد' مسلمان اور جنتی ہیں' اسی لیے ان کی قسمیں اُٹھائیں' لوگوں کو ان کی عزت وشان سے آشنا کیا جا رہا ہے' آگے

سمجھ اپنی اپنی ہوتی ہے۔

ارشاداتِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء واجداد برگزیدہ وچنیدہ تھے' اس پر قرآن پاک کی آیاتِ بینات کے بعد محبوبِ دو عالم فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشاداتِ عالیہ پیشِ خدمت ہیں تاکہ تفہیم مسئلہ میں مزید نکھار پیدا ہو سکے اور دل اُجڑے ہوئے بیابانوں میں پھر سے بہار آ سکے۔

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اولادِ آدم میں (ہمیشہ) بہترین لوگوں اور بہترین خاندانوں میں سے بھیجا گیا ہوں' قرناً بعد قرن حتیٰ کہ اس موجودہ زمانے میں آیا۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۱' بحوالہ بخاری شریف)

سبحان اللہ! کتنی وضاحت کے ساتھ فرما دیا کہ میں حضرت آدم و حضرت حواء سلام اللہ علیہما سے لے کر حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما تک ہمیشہ نیک زمانوں اور اچھے خاندانوں سے آیا ہوں۔

(2) حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے (قبیلہ) کنانہ کو چنا' کنانہ سے قریش کو پسند کیا' قریش سے بنو ہاشم کا انتخاب کیا اور بنو ہاشم سے مجھے منتخب کیا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۱' بحوالہ مسلم شریف)

سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد اور خاندان و قبیلے خدا تعالیٰ کے پسندیدہ ومنتخب فرمودہ ہیں' جنہیں خدا تعالیٰ چن لے ان کی عظمت کو کون سمجھے' اب آپ ٹھنڈے دل سے سوچیں' آیا خدا تعالیٰ کافروں کو چنتا ہے یا مؤمنوں کو؟

کافروں پر تو وہ لعنت کے ڈونگرے برساتا ہے اور مؤمنوں پر رحمت کے انوار برساتا ہے' اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین مؤمن نہیں ہیں تو پھر انہیں چننے کا کیا مطلب؟ ظاہر ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے انہیں چنا ہے تو وہ یقیناً مؤمن تھے' کافر و مشرک قطعاً نہ تھے۔

(3) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: میں کون ہوں؟ تو انہوں نے عرض کیا: آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں' آپ نے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں' اللہ تعالیٰ نے مخلوق بنائی تو مجھے بہترین مخلوق میں بنایا' پھر اس کے دو گروہ بنائے تو مجھے بہترین گروہ میں رکھا' پھر مخلوق کے قبیلے بنائے تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا' پھر ان قبائل کو گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین گھرانے میں رکھا۔

فانا خیرھم نفسًا و خیرھم بیتًا ۔

سو میں لوگوں میں ذات کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں' خاندان اور گھرانے کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں۔

اللہ اکبر! کتنا ناز و فخر فرما رہے ہیں مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک نسب پر! اب آپ ہی غور فرمائیں! اگر آپ کے والد حضرت عبداللہ اور دادا حضرت عبدالمطلب معاذ اللہ کافر و مشرک ہوتے تو آپ کو اپنے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہونے پر قطعاً فخر نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن جب خود ہی آگے فرما دیا کہ میرا اعلیٰ خاندان اور بہترین گھرانے سے تعلق ہے تو اس پر فخر فرمانا بالکل بجا ہے' جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے باپ اور دادا پر اتنا فخر فرما لیا ہے تو کسی کلمہ پڑھنے والے کو آپ کے مبارک نسبت پر نہ تو کسی قسم کا شک ہونا چاہیے اور نہ ہی اس پر انگشت نمائی کرنا

چاہیے۔

(4) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے والدین شریفین تک میں ہمیشہ نکاح کے ذریعہ آیا ہوں، سفاح (زنا) کے راستے سے نہیں آیا۔

فانا خیر کم نفسًا و خیر کم ابًا ۔

تو میں تم سے ذات کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں اور والدین کے اعتبار سے بھی اچھا ہوں۔ (دلائل النبوۃ بحوالہ الحاوی دوم، ص ۲۱۱)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد نکاح کے طریقے پر گامزن تھے، تو ظاہر ہے وہ مؤمن تھے کیونکہ کافروں کے ہاں زنا کا طریقہ ہے، نکاح کا تصور بھی نہیں۔

حضرت جبریل علیہ السلام کی گواہی

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جبریل میرے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھا ہے لیکن مجھے کوئی شخص حضور سے افضل دکھائی نہیں دیا اور نہ ہی کوئی خاندان بنو ہاشم سے اچھا دکھائی دیا۔ (دلائل النبوۃ، طبرانی اوسط، بحوالہ الحاوی دوم ص ۲۱۲)

لمحۂ فکریہ

میری اسلامی بہنو! ان ارشاداتِ عالیہ اور فرامینِ مقدسہ کے علاوہ بے شمار ایسی آیات و روایات موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء واجداد، اُمہات وجدات قطعاً مؤمن اور مسلمان تھے، ان میں کفر وشرک کی آلودگی کا نام ونشان تک نہ تھا، ان دلائلِ واضحہ کے ہوتے ہوئے اب بھی اگر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے جنتی اور مسلمان ہونے میں شک کرتا ہے تو وہ

اپنے ایمان کی خبر لے، کس منہ سے وہ کلمہ پڑھتا ہے؟ کس زبان سے حضور علیہ السلام کے اُمتی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے؟ آج اگر کسی کے والدین (خواہ وہ کتنے ہی بُرے ہوں) کے متعلق زبان کھولی جائے، انہیں گالی دی جائے تو معاملہ کشت وخون تک پہنچ جاتا ہے، کتنی دیدہ دلیرہ اور دیدہ دہنی ہے، ان لوگوں کی جو ایمان تقسیم کرنے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کفر، مشرک اور جہنمی کہتے ہیں۔

اہلِ گلشن کے لیے بھی ہے بابِ گلشن بنو
اس قدر کم ظرف باغبان دیکھا نہیں کوئی

خدارا! ہوش کے ناخن لو! اب بھی سنبھل جاؤ! روزِ قیامت کس منہ سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے! مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھ لیا تو پھر تمہارے پاس جوابِ جرم کیا ہوگا؟ آخرت کی رسوائی تو روزِ قیامت اُٹھانا ہی پڑے گی، تمہارے لیے دنیا میں جو سزا مقرر کی گئی ہے، اس نگاہِ عبرت خیز سے پڑھو!

پڑھتے جاؤ گنتے جاؤ!

حضرت قاضی ابوبکر بن عربی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا: حضور علیہ السلام کے والدین کو دوزخی کہنے والے آدمی کے متعلق کیا خیال ہے؟ فرمایا: وہ شخص لعنتی ہے۔

(الحاوی للفتاویٰ دوم، ص ۲۳۱)

مفسر قرآن حضرت علامہ آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:
جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کافر کہے، اس کے خود کافر ہونے کا اندیشہ ہے۔ (روح المعانی دوم، ص ۴۴۲)

امام ابن قدامہ فرماتے ہیں: جو آدمی حضور علیہ السلام کی والدہ محترمہ پر کفر وشرک کی تہمت لگائے اس کو قتل کر دیا جائے گا، خواہ مسلمان ہو یا کافر۔

(الحاوی للفتاویٰ، دوم ص ۲۳۳)

حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے کاتب نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کو (معاذ اللہ) کافر کہا تو آپ سخت غضب ناک ہوئے اور اسے عہدے سے معطل کر دیا۔

مخالفین کی تائید

یہ تو اکابر مفسرین و محدثین کے بیانات تھے' اس حقیقت کو غیر مقلد وہابی حضرات کے نواب صدیق حسن اور ابراہیم میر سیالکوٹی نے بھی جانا ہے' نواب صدیق نے لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو زندہ کیا' یہاں تک کہ وہ ایمان لائے۔

(الشمامۃ العنبریہ ص ۱۷)

اور میر ابراہیم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے متعلق علٰیحدہ علٰیحدہ عنوانات کے ساتھ ان کے ایمان اور پرہیزگاری کا ذکر کیا ہے۔ (سیرت المصطفیٰ حصہ اوّل)

اور لکھا ہے کہ اس عقیدہ کے خلاف نظریہ رکھنے والے گستاخ پیرو ہیں اور علماء و متقدمین و متاخرین کو کوسنے میں خوب مشاق ہیں۔ (سیرت المصطفیٰ' اوّل ص ۱۰۵)

میری اسلامی بہنو! ملاحظہ فرمایا آپ نے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے خلاف نظریہ کو ہر کوئی خطرناک قرار دے رہا ہے' والدین کریمین کی محبت اپنے سینوں میں سمایئے! اور سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کیجئے! اس میں ہماری نجات ہے۔

بڑی شے ہے نسبتِ مصطفیٰ ہے وسیلہ اپنی نجات کا

انفرادی کوشش اور اس کے فضائل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰه وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا نُوْرَ اللّٰهِ

پیاری اسلامی بہنو! ربِ تعالیٰ کا کروڑہا احسان کہ اس نے ہمیں دولتِ اسلام سے نواز کر مسلمان بنایا' اب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہمارا ہر کام ربِ عزوجل اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کیلئے ہوتا' مگر افسوس صد افسوس! کہ آج مسلمانوں کی اکثریت بے عملی کا شکار ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ (معاذ اللہ) جہنم کے گڑھے میں چھلانگ لگانے کیلئے پوری رفتار سے بھاگی چلی جارہی ہے' بلکہ اس رفتار کو دوام دینے کے لیے جہنم میں لے جانے والے اعمال دانستہ یا نادانستہ طور پر استقامت سے اپنائے ہوئے ہے' مثلاً گالی دینا' تہمت لگانا' غیبت کرنا' چغلی کھانا' کسی کے عیب جاننے کی جستجو میں رہنا' کسی کے عیب اُچھالنا' جھوٹ بولنا' جھوٹے وعدے کرنا' کسی کا مال ناحق کھانا' خون بہانا' کسی کو بلا اجازت شرعی تکلیف دینا' قرض دبالینا' کسی کی چیز عاریتاً لے کر واپس نہ کرنا' کسی کا نام بگاڑنا' کسی کی چیز باوجود اسے ناگوار گزرنے کے بلا اجازت استعمال کرنا' شراب پینا' جوا کھیلنا' چوری کرنا' زنا

کرنا' حیاء سوز مناظر پر مشتمل فلمیں دیکھنا' گانے سننا' سود ور شوت کا لین دین کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور انہیں ستانا' امانت میں خیانت کرنا' بدنگاہی کرنا' عورتوں کا مردوں کی اور مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا' غرور' تکبر' حسد' ریاکاری' اپنے دل میں کسی مسلمان کا بغض و کینہ رکھنا' شماتت (یعنی کسی مسلمان کو نقصان پہنچنے پر خوش ہونا)' بدگمانی کرنا' اپنی ذات کیلئے غصہ کرنا' گناہوں کی حرص' نامحرم عورتوں کی محبت' حبِ جاہ' بخل' خود پسندی وغیرہ' سب سے تشویش ناک بات تو یہ ہے کہ علم دین کی دولت سے محرومی کی بناء پر اب ان کارناموں کو سرانجام دیتے وقت یہ بھی خیال نہیں کیا جاتا کہ یہ گناہ اور جہنم میں لے جانے والے کام ہیں' اس کی بجائے ''اجی! زمانے کا دستور ہے' خوشی کا موقع ہے' مجبوری ہے' عادت بن گئی ہے' بچنا مشکل ہے' جوانی کا تقاضا ہے......'' جیسے بیوقوفانہ جملوں کو دلیل بنا کر ان گناہوں کا ارتکاب اس قدر بے باکی اور دلیری سے کیا جاتا ہے کہ الامان والحفیظ!

جبکہ اس کے برعکس ایسے مسلمانوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے جو زیورِ علم سے آراستہ ہوں اور اپنی زندگی ربِ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کے حبیب' بیمار دلوں کے طبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں بسر کریں' میدانِ محشر میں سرخروئی کیلئے خوب نیکیاں کریں' سنتوں پر عمل کریں اور ارتکابِ گناہ سے باز رہیں' اب اگر کسی عقل مند کے مشورے کے مطابق اس صورتِ حال کو جوں کا توں رہنے دیا جائے تو نتیجتاً ہمیں اجتماعی اور انفرادی طور پر درج ذیل نقصانات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

اجتماعی طور پر پیش آنے والے نقصانات

کثیر گناہ ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے براہِ راست دوسروں کو نقصان اُٹھانا پڑتا ہے' مثلاً اگر کوئی شخص چوری کا گناہ کرے گا تو اس شخص کا نقصان ہوگا جس کی چیز

چرائی جائے گی، بالکل یہی معاملہ ڈاکہ ڈالنے، امانت میں خیانت، گالی دینے، تہمت لگانے، غیبت کرنے، چغلی کھانے، کسی کے عیب اُچھالنے، کسی کا مال ناحق کھانے، خون بہانے، کسی کو بلا اجازت شرعی تکلیف دینے، قرض دبا لینے، کسی کی چیز اُسے ناگوار گزرنے کے باوجود بلا اجازت استعمال کرنے، ماں باپ کو ستانے اور بدنگاہی کرنے کا ہے، اب اگر ہر ایک کو ان گناہوں کے ارتکاب کی کھلی چھوٹ دے دی جائے تو نہ تو کسی کا مال سلامت رہے گا اور نہ ہی عزت۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہمارا معاشرہ درندوں کے جنگل کا منظر پیش کرنے لگے گا۔

انفرادی طور پر ہونے والے نقصانات

ان گناہوں میں سے کچھ ایسے ہیں جن کے ارتکاب سے انسان کی عزت کو نقصان پہنچتا ہے، مثلاً جو شخص چغل خور یا زانی یا شرابی کے طور پر مشہور ہو جائے تو سب پر عیاں ہے کہ معاشرے میں اس کا کیا مقام ہوتا ہے؟ اور بعض گناہ ایسے ہیں جو انسان کے مال کو نقصان پہنچاتے ہیں، مثلاً جوا کھیلنے کی لت پڑ جانا، سود پر قرض لینا، کام کاج کرنے کی بجائے فلمیں ڈرامے دیکھنے میں مشغول رہنا، فعالِ مذکورہ میں ملوث افراد مالی طور پر جس طرح دن دُگنی رات چوگنی اُلٹی ترقی کرتے ہیں، یہ کسی صاحبِ عقل سے مخفی نہیں، ان تمام دنیاوی نقصانات کے ساتھ ساتھ ایسے شخص کو اُخروی طور پر بھی خسارے کا سامنا ہے، جو جہنم کے بھیانک اور ہولناک عذابات کی صورت میں سامنے آ سکتا ہے۔ والعیاذ باللہ عزوجل!

ان نقصانات سے بچنے کا طریقہ

محترم اسلامی بہنو! ان نقصانات سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش میں لگ جائیں بلکہ اس کیلئے باقاعدہ طور پر کوئی ایسی تنظیم ہونی چاہیے جو ساری دنیا میں نیکی کی دعوت عام کرنے کیلئے کوشاں رہے،

قرآنِ کریم میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' چنانچہ سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے: (ترجمہ کنزالایمان) اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُرائی سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔ (پ۴' سورۂ آل عمران: ۱۰۴)

الحمد للہ عزوجل! اس پُرفتن دور میں تبلیغِ قرآن وسنت کی غیر سیاسی تحریک ''دعوتِ اسلامی'' یہ فریضہ بخوبی سرانجام دے رہی ہے' اس تحریک کے بانی امیر اہلِ سنت عاشقِ اعلیٰ حضرت مرید قطب مدینہ علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی ہیں' جنہوں نے 1401ھ بمطابق 1981ء میں کچھ اسلامی بھائیوں کے ساتھ مل کر باب المدینہ' کراچی سے اس تحریک کا آغاز کیا' الحمد للہ! میٹھے میٹھے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایتوں' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی برکتوں' اولیائے عظام رضی اللہ عنہ کی نسبتوں' علماء ومشائخ اہل سنت کی شفقتوں' اسلامی بھائیوں کی محنتوں' مدنی قافلوں کی بہاروں اور امیر اہلِ سنت مدظلہ العالی کی شبانہ روز کوششوں کے نتیجے میں آج ''دعوتِ اسلامی'' کا مدنی پیغام دنیا کے کم وبیش 56 ممالک میں پہنچ چکا ہے اور کامیابی کا سفر ابھی جاری ہے۔

دعوتِ اسلامی کی بہاریں

الحمد للہ عزوجل! اس مدنی ماحول کی برکت سے لاکھوں مسلمانوں کو گناہوں سے توبہ کی توفیق ملی اور وہ تائب ہو کر صلوٰۃ وسنت کی راہ پر گامزن ہو گئے' جو بے نمازی تھے نمازی بن گئے' بدنگاہی کے عادی نگاہیں نیچی رکھنے کی سنت پر عمل رکھنے والے بن گئے' زرق برق لباس پہنے کر گلے میں دوپٹا لٹکا کر تفریح گاہوں کی زینت بنتے' والیاں بے پردگی سے ایسی تائب ہوئیں کہ مدنی برقع ان کے لباس کا حصہ بن گیا' ماں باپ سے گستاخانہ انداز اختیار کرنے والے اُن کا ادب کرنے والے بن گئے' جن کی حرکتوں کی

وجہ سے کبھی پورا محلہ تنگ تھا وہ سارے علاقے کی آنکھ کا تارا بن گئے، چوری وڈاکے کے عادی دوسروں کی عزت وآبرو کی حفاظت کرنے والے بن گئے، کسی غریب کو دیکھ کر تکبر سے ناک بھوں چڑھانے والے عاجزی کے پیکر بن گئے، ہر وقت حسد کی آگ میں جلنے والے دوسروں کے علم وعمل میں ترقی کی دعائیں دینے والے بن گئے، گانے سننے کے شوقین، سنتوں بھرے بیانات اور مدنی مذاکرات کے کیسٹ سننے والے بن گئے، فحش کلامی کرنے والے نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے والے بن گئے۔

یورپی ممالک کی رنگینیوں کو دیکھنے کے خواب اپنی آنکھوں میں سجانے والے گنبد خضریٰ کی زیارت کیلئے تڑپنے والے بن گئے، مال کی محبت میں مرنے والے فکرِ آخرت میں مبتلا رہنے والے بن گئے، شراب پینے کی عادت پانے والے عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جام پینے والے بن گئے، اپنا وقت فضولیات میں برباد کرنے والے اپنا اکثر وقت عبادت میں گزارنے کیلئے مدنی انعامات کے عامل بن گئے، فحش رسائل و ڈائجسٹ کے رسیا امیرِ اہلِ سنت مدظلہ العالی وعلمائے اہلِ سنت دامت فیوضہم کے رسائل اور دیگر دینی کتب کا مطالعہ کرنے والے بن گئے، تفریح کی خاطر ٹور پر جانے کے عادی راہِ خدا عزوجل میں سفر کرنے والے بن گئے ''کھاؤ پیو اور جان بناؤ'' کے نعرے کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دینے والے اس مدنی مقصد کو اپنانے والے بن گئے کہ مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔ ان شاء اللہ عزوجل!

مدینہ

دعوتِ اسلامی کی بہاروں کے بارے میں تفصیلی طور پر جاننے کیلئے ''خوش نصیب میاں بیوی'، کافر خاندان کا قبولِ اسلام، بھیانک حادثہ، دعوتِ اسلامی کی

بہاریں'' حصہ اوّل دوم' نامی رسالوں کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہونے کے فوائد

پیاری اسلامی بہنو! اگر آپ ابھی تک دعوتِ اسلامی کے پاکیزہ ماحول سے دور ہیں تو مدنی مشورہ ہے کہ آج ہی اس مدنی ماحول سے ہمیشہ کیلئے وابستہ ہو جائیں' اس وابستگی کے نتیجے میں ہمیں درج ذیل برکتیں بھی نصیب ہوں گی:

دینی معلومات میں اضافہ

جب ہم دعوتِ اسلامی کے اس پاکیزہ ماحول سے وابستہ اسلامی بہنوں کی محبت میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کریں گے تو اس کی برکت سے ہماری دینی معلومات میں اضافہ ہونا شروع ہو جائے گا' ان میں سے کچھ ہمیں باہم گفتگو اور کچھ بیانات وغیرہ کے ذریعے حاصل ہوگی' پھر اس وابستگی کی برکت سے امیر اہلِ سنت مدظلہ العالی کے رسائل پڑھنے مدنی مذاکروں کی کیسٹیں سننے اور دیگر علمائے اہل سنت کی کتابیں پڑھنے کا شوق بیدار ہوگا جس کے نتیجے میں ہمیں علم کا خزانہ حاصل ہوگا۔ ان شاء اللہ عزوجل!

توبہ کی توفیق

جب دعوتِ اسلامی سے وابستگی کی برکت سے ہمیں ایسی اسلامی بہنو کی محبت میسر آئے گی جو اپنے ہر فعل میں اللہ تعالیٰ کی گرفت کا خیال رکھنے والے ہوں اور عذابِ جہنم کے خوف کی وجہ ارتکابِ گناہ سے بچتے ہوں تو ہمارے اندر بھی ان عمدہ اوصاف کا ظہور ہونا شروع ہو جائے گا' پھر ہم بھی جلوت وخلوت میں اللہ عزوجل میں ڈرنے والے بن جائیں گے اور یہ خوفِ خدا عزوجل ہمیں سابقہ زندگی میں کیے ہوئے گناہوں پر توبہ کرنے کی طرف مائل کرے گا۔ ان شاء اللہ عزوجل!

باعمل بننے کی سعادت

دعوتِ اسلامی کا مدنی ماحول اپنانے کی برکت سے ہمیں مدنی انعامات کی عامل

اسلامی بہنوں کی محبت نصیب ہوگی، جن کے سامنے بے عملی اختیار کرنے میں فطری طور پر جھجک محسوس ہوگی اور ہمارا دل بھی مدنی انعامات کا عامل بننے کو چاہے گا، یوں غیر محسوس طریقے سے آہستہ آہستہ ہم بھی با عمل بنتے چلے جائیں گے۔

عبادات اور گناہوں سے بچنے پر استقامت

عبادت پر استقامت اختیار کرنے عموماً دشوار محسوس ہوتا ہے، لیکن یہ دشواری اس وقت تک محسوس ہوتی ہے جب تک ہمارے سامنے کوئی شخص انہیں استقامت سے اپنائے ہوئے نہ ہو، چنانچہ اگر ہم مدنی ماحول سے وابستہ ہو جائیں گے تو ہمیں کثیر اسلامی بہنیں اجتماعی طور پر عبادات پر استقامت پر دکھائی دیں گی جس کی برکت سے حیرت انگیز طور پر ہم بھی کسی قسم کی مشقت کے احساس کے بغیر عبادات اور پرہیزِ گناہ پر استقامت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ان شاء اللہ عزوجل!

خوفِ خدا اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت کا حصول

دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار اجتماع، مسجد اجتماع، مساجد میں ہونے والے فیضانِ سنت کے ابواب کے درس اور راہِ خدا میں سفر کرنے والے عاشقانِ رسول علیہ السلام کے مدنی قافلوں کی پاکیزہ فضاء کی برکت سے ہمیں خوفِ خدا عزوجل اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت میسر آئے گی، اس کے برعکس اگر ہم ایسے افراد کی محبت اختیار کیے رہیں گے جو ارتکابِ گناہ میں کسی قسم کی شرم محسوس نہ کریں اور ان کے مطمعِ نظر صرف دنیا ہو تو خوفِ خدا اور عشقِ رسول علیہ السلام کی اس عظیم دولت کا حصول محض ایک خواب ہے۔

نیکی کی دعوت، عام کرنے کا جذبہ

جب اس مدنی ماحول میں ہمیں ایسی اسلامی بہنیں ملیں گی جو اپنی اور ساری دنیا

کے لوگوں کیا صلاح کی کوشش کرنے کے مدنی مقصد کے تحت نیکی کی دعوت عام کرنے کیلئے راہِ خدا میں سفر کرنے والے مدنی قافلوں کی مسافر بننے کی عادت اپنائے ہوئے ہوں گی تو ہم بھی اس پاکیزہ عادت میں اپنا حصہ وصول کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لہٰذا! ہم بھی علاقائی دورہ برائے نیکی کی دعوت میں شرکت کر کے اور راہِ خدا میں سفر کرنے والے مدنی قافلوں کا مسافر بن کر نیکی کی دعوت کو ساری دنیا میں عام کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ!

نیکی کی دعوت کے فضائل

محترم اسلامی بہنو! کسی کو نیکی کی دعوت دینا یقیناً ہمارے لیے دنیا و آخرت کی ڈھیروں بھلائیوں کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے' بطورِ ترغیب نیکی کی دعوت کے چند فضائل ملاحظہ ہوں:

(1) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(ترجمہ کنزالایمان) تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں' بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو۔

(پ۴' سورۂ آل عمران' آیت: ۱۱۰)

(2) ایک اور مقام پر فرمایا:

(ترجمہ کنزالایمان) ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں' بھلائی کا حکم دیں اور بُرائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ و رسول کا حکم مانیں' یہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا۔ (پ۱۰' سورۃ التوبہ' آیت: ۷۱)

(3) حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ انسان کے ہر عضو پر روزانہ ایک صدقہ ہے' لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کی: آپ نے ہمیں جو باتیں بتائی ہیں یہ ان میں سے سب سے زیادہ سخت ہے' تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے منع کرنا صدقہ ہے اور تمہارا راستے سے گندگی ہٹا دینا صدقہ ہے اور تمہارا نماز کیلئے چلنا بھی ہر قدم صدقہ ہے۔

(الترغیب والترھیب ج ۳ ص ۳۷۷)

(4) سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ذکر اللہ اور نیکی کی دعوت کے سوا بنی آدم کے ہر کلام کے بارے میں اس کی پُرسش کی جائے گی۔

(الترمذی۔ کتاب الزھد۔ رقم الحدیث: ۲۴۲۰۔ ج ۴ ص ۱۸۵)

(5) حضرت سیّدنا کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت الفردوس خاص اُس شخص کیلئے ہے جو نیکی کی دعوت دے اور بُرائی سے منع کرے۔

(تنبیہ المغترین ص ۲۹۰' دار البشائر' بیروت)

(6) حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مال دار لوگ اجر لے گئے (حالانکہ) وہ ہماری طرح نمازیں پڑھتے ہیں اور ہماری طرح روزے رکھتے ہیں؟ فرمایا: کیا اللہ نے تمہارے لیے کوئی ایسی چیز نہیں بنائی جو تم صدقہ کر سکو! بے شک یہ تسبیح صدقہ ہے اور ہر تکبیر صدقہ ہے اور ہر تمہید صدقہ ہے اور نیکی کی ترغیب دینا صدقہ ہے اور بُرائی سے روکنا صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الزکوٰۃ۔ رقم: ۱۰۰۶۔ ص ۵۰۳)

(7) حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض

کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بندے کو کون سی شے دوزخ سے نجات دلوائے گی؟ ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل پر ایمان لانا!

میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! کیا ایمان کے ساتھ ساتھ کوئی عمل بھی ہے؟ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ نعمتوں کے ہوتے ہوئے عاجزی کرنا۔ میں نے عرض کی: اگر کوئی شخص ہو جس کے پاس نعمتوں کی فراوانی نہ ہو تو؟ ارشاد فرمایا: وہ بھلائی کی دعوت دے اور بُرائی سے منع کرے، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر کوئی یہ کام کرنے سے بھی عاجز ہو تو؟ ارشاد فرمایا: کسی کو تن ڈھانپنے کیلئے کپڑا دے دے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر کوئی ایسا ہو کہ کچھ بھی کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو؟ ارشاد فرمایا: وہ مغلوب کی مدد کرے، پھر فرمایا: اگر تم اس بات کی خواہش رکھتے ہو کہ تمہارے بھائی میں کوئی بھلائی ہو تو وہ لوگوں کو تکلیف نہ دے، میں تے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ایسا کرنے والا جنت میں داخل ہو جائے گا؟ ارشاد فرمایا: جو مسلمان ان اعمال میں سے ایک بھی عمل کرے گا تو قیامت کے دن وہ عمل خود اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا۔

(مکارم الاخلاق ص ۳۴۶۔ رقم الحدیث: ۹۸)

نیکی کی دعوت دینے کے دو طریقے

محترم اسلامی بہنو! مسلمانوں تک نیکی کی دعوت پہنچانے کی کوشش عموماً دو طرح سے کی جاسکتی ہے:

(1) اجتماعی کوشش (2) انفرادی کوشش

اجتماعی کوشش

سنتوں بھرے اجتماع میں بیان کے ذریعے علاقائی دورہ برائے نیکی کی دعوت کی

صورت میں اور کتابیں تحریر کر کے مسلمانوں تک نیکی کی دعوت پہنچانے (یعنی انہیں سمجھانے) کو اجتماعی کوشش کہتے ہیں۔

انفرادی کوشش

چند (ایک، دو یا تین) اسلامی بہنو کو الگ سے نیکی کی دعوت دینے (یعنی انہیں سمجھانے) کو انفرادی کوشش کہتے ہیں۔

انفرادی کوشش کی اہمیت

پیاری اسلامی بہنو! بانی دعوتِ اسلامی امیر اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ دعوتِ اسلامی کا 99,90 فی صد کام انفرادی کوشش کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

اسلامی بہنو! واقعی انفرادی کوشش، اجتماعی کوشش سے کہیں زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہے کیونکہ بارہا دیکھا گیا کہ وہ اسلامی بہن جو برسہا برس سے اجتماع میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کر رہی تھی، اس نے دورانِ بیان دی جانے والی مختلف ترغیبات مثلاً پنج وقت نماز پڑھنے، رمضان کے روزے رکھنے، مدنی انعامات پر عمل کرنے اور مدنی قافلے میں سفر وغیرہ پر لبیک کہتے ہوئے ان کی نیت بھی کی مگر اس کے باوجود عملی قدم اُٹھانے میں ناکام رہی لیکن جب کسی نے اس سے ملاقات کر کے انفرادی کوشش کرتے ہوئے بتدریج مذکورہ بالا اُمور کی ترغیب دی تو وہ ان کی عامل بنتی چلی گئی، گویا اجتماعی کوشش کے ذریعے لوہا گرم ہوا اور انفرادی کوشش کے ذریعے اس گرم لوہے پر چوٹ لگائی گئی، اس طرح اجتماعی کوشش کے مقابلے میں ایک یا دو اسلامی بہنوں پر انفرادی کوشش کرنا بے حد آسان ہے کیونکہ کثیر اسلامی بہنوں کے سامنے بیان کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں جبکہ انفرادی کوشش ہر ایک کر سکتا ہے، خواہ اسے بیان کرنا آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ اس انفرادی کوشش کے نتیجے میں تنظیمی فوائد کے علاوہ ہمیں درج ذیل

فضائل بھی حاصل ہوں گے' ان شاء اللہ!

انفرادی کوشش کے فضائل

سورۂ حٰم السجدۃ میں ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ○

(ترجمہ کنزالایمان) اوراس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے: میں مسلمان ہوں۔ (پ۲۴ حٰم السجدۃ:۳۳)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے کسی ایک کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

(سنن ابوداؤد ج۲ ص ۱۵۹)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رحمتِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والا بھی نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔

(جامع ترمذی۔کتاب العلم۔باب ماجاء الدال علی الخیر الخ۔ج۴ص ۳۰۵۔رقم:۲۶۷۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہدایت و بھلائی کی دعوت دی تو اسے اس بھلائی کی پیروی کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اوران کے اجر میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی اور جس نے کسی کو گمراہی کی دعوت دی' اسے اس گمراہی کی پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں کمی نہ ہوگی۔

(صحیح مسلم۔کتاب العلم۔باب من سن حسنۃ الخ۔ص ۱۴۳۸' رقم:۲۶۷۴)

حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: یااللہ! جو اپنے بھائی کو بلائے' اسے نیکی کا حکم دے اور

بُرائی سے منع کرے تو اس کی جزاء کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: میں اس کی ہر بات پر ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہوں اور اسے جہنم کی سزا دینے میں مجھے حیاء آتی ہے۔

(مکاشفۃ القلوب۔ باب فی الامر والمعروف۔ ص ۴۸)

ان کے علاوہ انفرادی کوشش کی غرض سے کی گئی ملاقات سے ہمیں درج ذیل فضائل بھی حاصل ہوں گے۔ ان شاء اللہ!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص کسی شہر میں اپنے کسی بھائی سے ملنے گیا تو اللہ نے ایک فرشتہ اس کے راستے میں بھیجا جب وہ فرشتہ اس کے پاس پہنچا تو اس سے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: اس شہر میں میرا ایک بھائی رہتا ہے اس سے ملنے جا رہا ہوں' اس فرشتے نے پوچھا: کیا اس کا تجھ پر کوئی احسان ہے جسے اتارنے جا رہا ہے؟ تو اس نے کہا: نہیں! بلکہ اللہ کیلئے اس سے محبت کرتا ہوں' فرشتے نے کہا: مجھے اللہ نے تیرے پاس بھیجا ہے تا کہ تجھے بتا دوں کہ اللہ بھی تجھ سے اسی طرح محبت فرماتا ہے جس طرح تو اس کیلئے دوسروں سے محبت کرتا ہے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب البر والصلۃ۔ باب فضل الحب فی اللہ۔ ص ۱۳۸۸۔ رقم: ۲۵۶۷)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک ان لوگوں کیلئے میری محبت حق ہے جو میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور میری راہ میں خرچ کرتے ہیں' ان کیلئے میری محبت حق ہے اور جو لوگ میری وجہ سے آپس میں گفتگو کرتے ہیں ان کیلئے میری محبت حق ہے اور جو لوگ میری وجہ سے ایک ملاقات کرتے ہیں' ان کے لیے میری محبت حق ہے۔ (مسند احمد بن حنبل رقم: ۲۲۰۶۳۔ ج ۸ ص ۲۳۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی مریض کی عیادت کرتا ہے یا اللہ کیلئے اپنی کسی اسلامی بہن سے ملاقات کرنے جاتا ہے تو ایک منادی اسے مخاطب کر کے کہتا ہے خوش ہو جا! کیونکہ تیرا یہ چلنا مبارک ہے اور تو نے جنت میں اپنا ٹھکانہ بنالیا ہے۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان۔ باب الاحسان۔ ص ۳۹۱۔ رقم: ۲۷۴ ۵)

رسول اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سے کون جنت میں جائے گا؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ضرور بتایئے! فرمایا کہ نبی جنت میں جائے گا' صدیق جنت میں جائے گا اور جو شخص صرف اللہ کی رضا کیلئے اپنے کسی بھائی سے ملاقات کرے' شہر کے مضافات میں جائے وہ بھی جنت میں جائے گا۔ (طبرانی اوسط ج اص ۲۷۴۔ رقم: ۱۷۴۳)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جنت میں ایک کمرہ ہے جس کے باہر سے اندر کا حصہ نظر آتا ہے اور اندر سے باہر کا منظر نظر آتا ہے' اللہ نے اسے اپنے لیے محبت کرنے والوں اور اپنے لیے ایک دوسرے سے ملاقات کرنے والوں اور اپنی راہ میں خرچ کرنے والوں کیلئے تیار کیا ہے۔ (طبرانی اوسط ج ۲ ص ۱۶۶۔ رقم: ۲۹۰۳)

حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے پوچھا: کیا تم ملاقات کیلئے آئے ہو؟ ہم نے عرض کی: ہاں! ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو اپنے مؤمن بھائی سے ملاقات کرتا ہے' وہ واپس لوٹنے تک رحمت میں غوطہ زن رہتا ہے اور جو اپنے مؤمن بھائی کی عیادت کرتا ہے' واپس لوٹنے تک رحمت میں غوطے لگا تا رہتا ہے۔ (طبرانی کبیر ج ۸ ص ۶۸۔ رقم: ۸۳۸۹)

حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابورزین! مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرتا ہے تو اسے رخصت کرتے ہوئے ستر ہزار فرشتے اس کیلئے استغفار کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں: یا اللہ! جیسے اس نے تیرے لیے ملاقات کی تو بھی اسے اپنا وصال عطاء فرما!

(مجمع الزوائد۔ باب زلایدۃ واکرام الزائرین۔ ج ۸ ص ۳۱۷۔ رقم: ۱۳۵۹۲)

انفرادی کوشش کے سلسلے میں اکابرین کے واقعات

محترم اسلامی بہنو! الحمد للہ! ہمارے اسلاف ہمہ وقت نیکی کی دعوت کو قائم کرنے کیلئے کوشش کرتے رہتے تھے' ان کی انفرادی کوششوں کی برکت سے آج ہر طرف اسلام کی بہاریں ہیں۔

ذیل میں بغرضِ ترغیب اکابرین کے منتخب واقعات پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔

سیّدالمبلّغین' رحمۃ للعالمین' شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی انفرادی کوشش کے واقعات

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر انفرادی کوشش

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں یمن سے واپس مکہ مکرمہ پہنچا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معبوث ہو چکے تھے' عقبہ بن ابی معیط' شیبہ' ربیعہ' ابوجہل' ابوالبختری اور دیگر صنادید قریش مجھ سے ملے' انہوں نے کہا کہ اے ابوبکر! ایک عظیم واقعہ ہو گیا ہے' ابوطالب کے یتیم (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ نبی مرسل ہیں' اگر تم نہ ہوتے تو ہم اس معاملہ میں انتظار نہ کرتے'

اب تم آ گئے ہو تو اس کا فیصلہ کرنا تم پر موقوف ہے۔ میں نے انہیں احسن طریقے سے واپس کیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہیں، میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ باہر تشریف لائے، میں نے پوچھا: اے محمد! آپ نے اپنے آباء واجداد کا دین ترک کر دیا؟ آپ نے (اسلام کی دعوت دیتے ہوئے) فرمایا: اے ابو بکر! میں تمہاری اور تمام لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، تم اللہ پر ایمان لے آؤ!

میں نے کہا کہ آپ کے اس دعویٰ کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا: وہ بوڑھا شخص جو تمہیں یمن میں ملا تھا، میں نے کہا کہ میں تو وہاں کئی بوڑھوں سے ملا ہوں، آپ نے فرمایا کہ وہ بوڑھا شخص جس نے تمہیں شعر سنائے تھے، میں نے کہا کہ آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا کہ اس عظیم فرشتے نے جو مجھ سے پہلے انبیاء کے پاس آتا رہا ہے، میں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں اور بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، پھر فرماتے ہیں کہ میں واپس ہو گیا اور میرے اسلام لانے پر پوری وادی میں سب سے زیادہ خوشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی۔

(اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۱۹)

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر انفرادی کوشش

حضرت سیدنا اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا: کیا میں تمہیں اپنے اسلام قبول کرنے کا قصد نہ بیان کروں؟ لوگوں نے عرض کی: کیوں نہیں! تو ارشاد فرمایا: میں پہلے پہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا دشمن تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی کے قریب ایک مکان میں تشریف فرما تھے کہ میں آپ کی خدمت میں پہنچا اور سامنے جا کر بیٹھ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری قمیض پکڑ کر ارشاد فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! اسلام لے آؤ!

اور ساتھ ہی یہ دعا کی: اے اللہ! اسے ہدایت عطاء فرما! یہ سن کر فوراً میرے منہ سے نکلا: ''اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَاَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰـہِ'' میرے اسلام قبول کرتے ہی مسلمانوں نے اتنی زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کی گلیاں گونج اُٹھیں۔ (حلیۃ الاولیاء ج۱ص۷، رقم الحدیث: ۹۵)

حضرت سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر انفرادی کوشش

ایک مرتبہ سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا شانۂ رسالت میں تشریف لائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ آپ کیا کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اسلام کی دعوت دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: یہ اللہ کا ایسا دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے منتخب کیا اور اس کی دعوت کیلئے انبیاء علیہم السلام بھیجے، لہٰذا میں تمہیں بھی ایسے اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو تنہا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی عبادت کا حکم دیتا ہوں اور لات وعزیٰ کا انکار کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ایسی بات ہے کہ آج سے قبل میں نے کبھی نہیں سنی، میں اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا جب تک کہ اپنے والد ابو طالب سے بیان نہ کرلوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے تشویش ہوئی کہ کہیں آپ کے اعلان سے پہلے ہی یہ راز فاش نہ ہو جائے، لیکن اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل کو اسلام کی طرف مائل فرما دیا، چنانچہ وہ دوسری صبح آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: آپ مجھ پر کیا پیش کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور لات و عزیٰ کو جھٹلاؤ اور بتوں سے برأت کا اظہار کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور مسلمان ہو گئے۔ (البدایۃ والنہایۃ ج۳ص۳۴)

حضرت سیدنا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ پر انفرادی کوشش

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر اپنے بوڑھے والد ابو قحافہ (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کو لے کر سرکارِ دو عالم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے ابو بکر! تم نے اپنے بوڑھے باپ کو کیوں تکلیف دی؟ میں خود ان کے پاس آ جاتا' تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ان کا یہاں حاضر ہونا ہی زیادہ مناسب تھا' رسول اکرم نے ابو قحافہ کو اپنے سامنے بٹھایا اور ان کے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا: اے ابو قحافہ! اسلام قبول کرلو' سلامتی کو پالو گے۔ تو سیدنا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔

(الطبقات الکبریٰ ج ٦ ص ٨۔ رقم: ١٤٩٧)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا پر انفرادی کوشش

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا باریک کپڑے پہن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئیں تو آپ نے ان کی جانب سے منہ پھیر لیا اور ارشاد فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے بدن کا کوئی حصہ دکھائی نہیں دینا چاہیے سوائے اس کے (پھر اپنے منہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا)۔

(ابوداؤد۔ کتاب اللباس۔ ج ٤ ص ٨٥۔ رقم: ٤١٠٤)

ادائیگی زکوٰۃ کیلئے انفرادی کوشش

مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی' اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی جس کے ہاتھ میں سونے کے موٹے کنگن تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے پوچھا کہ کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ اس عورت نے عرض کی: جی نہیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا تم اس بات سے

خوش ہو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں ان کنگنوں کے بدلے آگ کے کنگن پہنا دے! یہ سنتے ہی اس عورت نے وہ کنگن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ڈال دیئے اور عرض کی: یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہیں۔

(سنن ابوداود۔ کتاب الزکوٰۃ۔ ج ۲ ص ۱۳۷۔ رقم: ۱۵۶۳)

ایک کنیز کی انفرادی کوشش

حضرت سیدنا عبداللہ بن مرزوق رضی اللہ عنہ پہلے پہل دنیا ہی میں مشغول رہا کرتے تھے' ایک دن انہوں نے شراب پی اور مدہوشی کی حالت میں مزامیر سننے میں مشغول رہے' یہاں تک کہ ظہر' عصر اور مغرب کی نماز بھی نہ پڑھ سکے حالانکہ ان کی کنیز ہر نماز کیلئے کہنے آتی رہی' پھر جب نمازِ عشاء کا وقت بھی نکلنے لگا تو وہ ایک انگارہ اُٹھا لائی اور آپ کے پاؤں پر رکھ دیا' آپ شدتِ تکلیف سے تڑپ اُٹھے اور پوچھا: یہ کیا ہے؟ کنیز نے جواب دیا: یہ تو دنیا کی آگ ہے' آخرت کی آگ کیسے برداشت ہوگی؟ یہ سن کر آپ بہت روئے اور نماز کیلئے کھڑے ہو گئے' بعد میں اپنی دولت راہِ خدا میں صدقہ کر کے یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ (کتاب التوابین ص ۱۶۲)

سونے کی انگوٹھی اور چھلے پہننے والے پر انفرادی کوشش

حضرت مہدی حسن میاں علیہ الرحمۃ سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف فرماتے ہیں کہ میں جب بریلی آتا تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ خود کھانا لاتے اور ہاتھ دُھلاتے' حسبِ دستور ایک بار ہاتھ دُھلاتے وقت فرمایا: حضرت شہزادہ صاحب! انگوٹھی اور چھلے مجھے دے دیجئے' میں نے اتار کر دے دیئے اور وہاں سے بمبئی چلا گیا' بمبئی سے مارہرہ واپس آیا تو میری لڑکی فاطمہ نے کہا: ابا! بریلی کے مولانا صاحب (یعنی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ) کے یہاں سے پارسل آیا تھا جس میں چھلے اور انگوٹھی تھے اور والا نامہ (تحریری پیغام) میں مذکور تھا: شہزادی صاحبہ یہ دونوں طلائی اشیاء آپ کی ہیں

(کیونکہ مردوں کو ان کا پہننا جائز نہیں)۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ص ۱۰۵)

عیسائی پادری پر انفرادی کوشش

۲۶ شوال المکرّم ۱۴۲۰ھ بروز جمعرات دوپہر کے وقت ایک عیسائی پادری اپنی اہلیہ کے ہمراہ شیخِ طریقت امیرِ اہل سنت حضرت علامہ ابو بلال محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی کے درِ دولت پر حاضر ہوا' اس پادری کا کہنا تھا: مجھے خواب میں چار مرتبہ سبز عمامے والے بزرگ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک مرتبہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت ہوئی' ان دونوں نے مجھ سے ایک ہی بات ارشاد فرمائی کہ تم عطار کے پاس جاؤ! چنانچہ میں تلاشِ بسیار کے بعد آپ تک پہنچنے میں کامیاب ہوا ہوں' پھر اس نے امیر اہلِ سنت مدظلہ العالی سے کچھ سوالات کیے اور اپنی تسلی چاہی' امیر اہلِ سنت مدظلہ العالی نے انفرادی کوشش کرتے ہوئے اس کے سوالات کے تسلی بخش جوابات عطاء فرمائے' لیکن اس کا کہنا تھا کہ

ابھی میرے دل ۱۰۰ فی صد مطمئن نہیں ہوا' لہٰذا آپ بھی دعا کریں میں بھی دعا کرتا ہوں۔ امیر اہلِ سنت مدظلہ العالی نے اس کی درخواست پر رقت انگیز دعا کی' جسے سن کر اس پر گریہ طاری ہو گیا اور وہ اپنی اہلیہ سمیت مسلمان ہو گیا' پھر اس نے اپنی دوسری بیوی اور تین بچوں کو مسلمان کرنے کیلئے کسی کو اپنے ہمراہ بھیجنے کی درخواست کی تو امیر اہلِ سنت مدظلہ العالی نے اپنے بڑے شہزادے حاجی احمد عبید رضا عطاری سلمہ الباری کو اس نومسلم اسلامی بھائی کے ہمراہ بھیج دیا' جن کے ہاتھ پر اس کے بقیہ اہل خانہ نے اسلام قبول کر لیا۔

انفرادی کوشش کی راہ میں حائل ہونے والی رکاوٹیں اور انہیں دور کرنے کا طریقہ

محترم اسلامی بہنو! انفرادی کوشش کی تمام تر اہمیت اور فوائد کے باوجود اسلامی بہنوں کی بہت بڑی تعداد اس اہم مدنی کام کو اپنے لیے بہت مشکل تصور کرتی ہے'

چنانچہ ایسی اسلامی بہن بار بار کی ترغیب کے باوجود اس مدنی کام کیلئے کما حقہ خصال نہیں ہو پاتیں، ایسی اسلامی بہنوں کی طرف سے عموماً جس رکاوٹوں کا اظہار کیا جاتا ہے، وہ رکاوٹیں اور ان کو دور کرنے کا طریقہ پیشِ خدمت ہے۔

شرم و جھجک

ہم بھرپور انفرادی کوشش کرنا چاہتے ہیں لیکن ہمیں شرم آتی ہے اور جھجک محسوس ہوتی ہے۔

اس رکاوٹ کو دور کرنے کا طریقہ

محترم اسلامی بہنو! ایسی صورت میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ جو بھی کام پہلی مرتبہ کیا جائے اس میں جھجک محسوس ہوتی ہی ہے، اس جھجک کو دور کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جیسے بھی بن پڑے، ہمت کر کے انفرادی کوشش کا آغاز کر دیا جائے، پہلے پہل جھجک محسوس ہوگی لیکن بعد میں اس کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے گا، جس طرح تیراکی سیکھنے کی خواہش رکھنے والے کو پانی سے کتنا ہی خوف محسوس کیوں نہ ہو، اسے دریا میں اترنا ہی پڑتا ہے، اسی طرح انفرادی کوشش دیکھنے کیلئے اسلامی بہنوں سے ملاقات کرنا ہی پڑے گی، اس سلسلے میں اس حکایت پر غور کیجئے!

ایک چھوٹا سا بگلا جو اونچی چٹان پر ہی پیدا ہوا تھا، پہلے پہل اس کے بہن اور بھائی اور ماں اسے مچھلیاں لا کر کھلاتے رہے جب وہ تھوڑا سا بڑا ہو گیا تو انہوں نے اس سے خود شکار کر کے کھانے کا مطالبہ کیا لیکن وہ اُڑنے سے ڈرتا رہا، آخر ایک دن ایسا آیا کہ کوئی بھی اس کے پاس مچھلی وغیرہ نہ لایا، جب وہ بھوک سے نڈھال ہو گیا اور اس نے چٹان سے نیچے جھانکا تو اسے نیچے بہت بڑا سمندر دکھائی دیا، جہاں سے اسے خوراک مل سکتی تھی، اسے اُڑنے سے بے حد ڈر لگا لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا، چنانچہ اس نے ہمت کر کے چٹان سے چھلانگ لگا دی، وہ نیچے گرنا شروع ہو گیا لیکن

اچانک اس نے محسوس کیا کہ اس کے پر پھڑ پھڑا رہے ہیں اور وہ اُڑ رہا ہے' وہ آرام سے ساحل سمندر پر اتر آیا' اب وہ خود اپنی خوراک کا انتظام کرنے کے لائق ہو چکا تھا۔

اسی طرح شدید سردی میں ٹھنڈے پانی کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن اگر کبھی فجر کے وقت اس سے وضو کرنا پڑ جائے تو پہلی مرتبہ ہاتھ میں لینے پر اس کی ٹھنڈک برداشت کرنا بے حد مشکل لیکن بعد میں بے حد آسان ہو جاتا ہے' بالکل اسی طرح انفرادی کوشش کرنے میں جھجک کا شکار ہونے والے کو چاہیے کہ وہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہونے کی بجائے موقع ملتے ہی ہمت کر کے انفرادی کوشش کا آغاز کر دیا کرے اور اپنی نظر اسباب پر نہیں خالقِ اسباب عزوجل پر رکھے' مسلسل انفرادی کوشش جاری رکھنے کی برکت سے ایک وقت ایسا آئے گا کہ اسے بلا کی خود اعتمادی حاصل ہو جائے گی اور وہ اپنی ابتدائی کیفیات کو یاد کر کے مسکرائے بغیر نہ رہ سکے گا۔ پیاری اسلامی بہنو! حج کے بعد مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع ''دعوتِ اسلامی کا بین الاقوامی اجتماع'' ہے جو ہر سال مدینۃ الاولیاء' ملتان شریف میں ہوتا ہے۔ ہمارے شیخ طریقت امیر اہلِ سنت مدظلہ العالی جب اس اجتماع میں بیان فرماتے ہیں تو سننے والوں کی توجہ کا عالم دیدنی ہوتا ہے' آج لاکھوں کے اجتماع میں بیان کرتے ذکر اللہ عزوجل اور دعا کروانے والے بانی دعوتِ اسلامی مدظلہ العالی اپنے ابتدائی بیان کے بارے میں فرماتے ہیں:

دعوتِ اسلامی کے بننے سے قبل میں نے اپنی زندگی میں پہلا بیان ''فضول خرچی'' کے موضوع پر کیا تھا مجھ سے پہلے جس مقرر نے بیان کیا' وہ بیان کے دوران گاہے بگاہے نگاہ اُٹھا کر سر گھما کر حاضرین کو بھی دیکھتے تھے' جب میں بیان کیلئے کھڑا ہوا تو نگاہیں نیچی کیے بیان شروع کر دیا' دورانِ بیان میں نے سوچا کہ مجھ سے پہلے بیان کرنے والے نگاہ اُٹھا کر حاضرین کو بھی دیکھتے تھے' کیوں نہ میں بھی اسی طرح

کروں لیکن جب میں نے نگاہ اُٹھائی تو نفسیاتی طور پر شدید گھبراہٹ طاری ہوگئی اور اس وقت میرے دل کی جو حالت تھی وہ میں ہی جانتا ہوں اور مجھے کیا یاد رہا اور کیا نہیں؟ یہ میں ہی جانتا ہوں۔

طریقہ نہیں آتا

بعض اسلامی بہنیں یہ سوچ کر کہ انفرادی کوشش کرنے کی سعادت سے محروم رہتی ہیں کہ ہم کیسے انفرادی کوشش کریں، ہمیں تو اس کا طریقہ ہی نہیں آتا؟

اس رکاوٹ کو دور کرنے کا طریقہ

اس سلسلے میں عرض ہے کہ پہلی فرصت میں مدنی قافلہ کورس کر لیجئے جس میں آپ کو انفرادی کوشش کا طریقہ عملی طور پر سکھایا جائے گا، نیز اس کتاب کے مطالعہ کی برکت سے بھی یہ رکاوٹ ایک حد تک دور ہو جائے گی۔ ان شاءاللہ عزوجل!

کثرتِ مصروفیات

ہماری مصروفیات بہت زیادہ ہیں جن کی بناء پر ہمیں انفرادی کوشش کیلئے وقت نہیں مل پاتا۔

اس رکاوٹ کو دور کرنے کا طریقہ

ایسی اسلامی بہنوں کی خدمت میں مدنی التجاء ہے کہ غور کریں کہ ہماری یہ مصروفیات ہمارے دیگر دنیاوی معاملات مثلاً شادی بیاہ میں شرکت کرنے، کسی عزیز کی فوتگی پر جانے، دور رہنے والے رشتے داروں سے ملاقات کیلئے جانے وغیرہ میں بھی رکاوٹ بنتی ہیں یا نہیں؟ اگر جواب نہ میں ہو تو لمحۂ فکر ہے کہ ان مصروفیات کو اُخروی سعادتوں کے حصول میں رکاوٹ بنا کر کہیں ہم شیطان کے ہاتھوں کھلونا تو نہیں بن رہے؟ اس لیے دنیا و آخرت کی ڈھیروں بھلائیاں حاصل کرنے کیلئے اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر انفرادی کوشش شروع کر دیجئے۔

سُستی

ہم انفرادی کوشش کرنا چاہتے ہیں لیکن سُستی ہو جاتی ہے۔

اس رکاوٹ کو دور کرنے کا طریقہ

ظاہر ہے یہ سستی نفس و شیطان کی طرف سے ہے، غور کیجئے کہ ایسا مدنی کام جو ہمارے لیے عظیم ثوابِ جاریہ کا سبب بن سکتا ہو اور اس میں تنظیمی ترقی کا راز پوشیدہ ہو اور سب سے بڑھ کر جس کے ذریعے ربِ تعالیٰ اور اس کے حبیب، بیمار دلوں کے طبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا حاصل ہو سکتی ہو تو اس کام کے کرنے میں سستی کا مظاہرہ نادانی نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا دنیا کی دولت کمانے کیلئے سستی کو بالائق طاق نہیں رکھا جاتا، تو پھر اُخروی دولت کے حصول کے وقت یہ سستی پہاڑ کی شکل کیوں اختیار کر لیتی ہے؟

مایوسی

ہم نے کئی بار انفرادی کوشش کی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا کیونکہ نہ تو ہم کسی کو اجتماع میں شرکت کروا سکے اور نہ ہی مدنی انعامات کا عامل اور مدنی قافلوں کا مسافر بنا پائے، لہٰذا ہم نے تھک ہار کر انفرادی کوشش کرنا چھوڑ دیا۔

اس رکاوٹ کو دور کرنے کا طریقہ

محترم اسلامی بہنو! یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ آپ کا منصب کر کے دکھانا ہے؟ یاد رکھئے! ہمارا کام فقط دوسری اسلامی بہنوں تک احسن انداز میں انفرادی کوشش کر کے نیکی کی دعوت پہنچا دینا ہے، ان کو عمل کی توفیق دینے والی ذات تو ربِ کائنات کی ہے، لہٰذا اپنی کوشش کا کوئی نتیجہ نہ نکلنے پر ہرگز دل چھوٹا نہ کریں بلکہ اسے اپنے اخلاص کی کمی تصور کرتے ہوئے رضائے الٰہی کیلئے انفرادی کوشش کا سلسلہ جاری رکھئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں کہ اے اللہ! میری زبان میں تاثیر عطاء فرما! اور میری

انفرادی کوشش میں پائی جانے والی خامیاں دور فرما دے!

اس کے ساتھ ساتھ غور کیجئے کہ مایوسی کا شکار ہو کر کہیں ہم شیطانوں کے وار کو کامیاب تو نہیں بنا رہے؟ نیز کیا کبھی دنیاوی فوائد کے حصول کیلئے کی جانے والی کوشش کے ناکام ہونے پر اسے بھی مکمل طور پر ترک کیا؟ اگر جواب نفی میں ہو تو خود کو سنبھالئے اور مایوسی سے دامن چھڑا کر انفرادی کوشش کا سلسلہ پھر سے شروع کر دیجئے۔

استقامت نہیں ملتی

ہم انفرادی کوشش تو کرتے ہیں مگر اس میں استقامت نہیں ملتی۔

اس رکاوٹ کو دور کرنے کا طریقہ

ایسی اسلامی بہنو کی خدمت میں عرض ہے کہ کیا استقامت نہ ملنے کی یہ شکایت دنیاوی کاروبار، ملازمت اور دنیاوی تعلیم کے بارے میں بھی ہے یا نہیں؟ غور کیجئے کہ اگر واقعی آپ میں وصفِ استقامت مکمل طور پر مفقود ہوتا تو پھر آپ بلا ناغہ مقررہ وقت پر اپنے دفتر، دکان یا اسکول و کالج کیسے پہنچتے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ عدم استقامت کی یہ رکاوٹ محض مدنی کاموں کی راہ میں حائل ہوتی ہو؟ آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ انفرادی کوشش میں استقامت پانے کیلئے ان فوائد پر نگاہ رکھئے جن کا ذکر پچھلے صفحات میں کیا جا چکا ہے۔

انفرادی کوشش کرنے کا طریقہ

پیاری اسلامی بہنو! انفرادی کوشش کرنے کا طریقہ باقاعدہ طور پر جاننے سے پہلے ہمیں چاہیے کہ اپنی انفرادی کوشش کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنانے کیلئے سب سے پہلے اپنی ذات کو ذیل میں دیئے گئے اوصاف سے متصف کرنے کی کوشش کریں، لیکن یاد رکھئے کہ ان تمام اوصاف کا تعلق اسباب سے ہے اور ہمیں چاہیے کہ اپنی نگاہ اسباب پر نہیں خالقِ اسباب عزوجل پر رکھیں، اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا ایک فائدہ تو یہ

ہوگا کہ اگر مذکورہ اوصاف میں سے کچھ اوصاف آپ کی ذات میں نہ بھی ہوں تو بھی آپ کو انفرادی کوشش کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی کیونکہ ایسی ایسی اسلامی بہنوں کو کامیاب انفرادی کوشش کرتے دیکھا گیا جن میں بظاہر کوئی خوبی دکھائی نہیں دیتی' جبکہ اس کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کبھی اس قسم کے شکووں میں مبتلا نہیں ہوں گے کہ میں نے اتنے اچھے انداز سے فلاں پر انفرادی کوشش کی لیکن وہ تو (معاذ اللہ) ایسا ڈھیٹ ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتا یا فلاں پر مدنی مرکز کر دیئے ہوئے طریقے کے مطابق اتنی طویل انفرادی کوشش کی لیکن نتیجہ صفر رہا یا فلاں پر زندگی کی سب سے بہترین انفرادی کوشش کی لیکن لگتا ہے اس کا دل پتھر ہو چکا ہے' وغیرہ وغیرہ اور اس کا تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ ان اوصاف کی موجودگی میں خود پسندی کا شکار نہیں ہوں گے کہ میرا اندازِ گفتگو بہت اچھا ہے' میں تو مٹی کو بھی ہاتھ لگاتا ہوں تو سونا بن جاتی ہے' فلاں پر کئی منجھی ہوئی اسلامی بہنوں نے انفرادی کوشش کی لیکن کامیابی مجھے ہی ملی' وغیرہ وغیرہ۔

انفرادی کوشش کرنے والے کے اوصاف

خوش اخلاقی

جو مبلغ جتنا زیادہ خوش اخلاق ہوگا یعنی سلام میں پہل کرنے والا ہوگا' پرتپاک انداز سے مصافحہ یا معانقہ کرنے کا عادی ہوگا' خندہ پیشانی سے مسکرا کر ملنے والا ہوگا' اپنی ذات کیلئے غصر کرنے والا نہ ہوگا' جو اس پر ظلم کرے اسے معاف کرنے والا ہوگا' احترامِ مسلم کا خوگر ہوگا اور مسلمانوں کی غم خواری کرنے والا ہوگا تو لوگ اتنی ہی آسانی سے اس کی طرف مائل ہوں گے اور اسے کسی پر انفرادی کوشش کرنے میں دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا' خوش اخلاقی اپنانے کیلئے ہمیں چاہیے کہ اس کے فضائل پر غور و فکر کریں' مثلاً:

(1) حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ اپنے احسن اخلاق کی وجہ سے رات کو عبادت کرنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے کے درجے کو پالیتا۔

(شعب الایمان ج ۶ ص ۲۳۷۔ رقم: ۷۹۹۸)

(2) حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینے کے تاجور، رسولوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میزانِ عمل میں حسن اخلاق سے وزنی کوئی اور عمل نہیں۔

(الادب المفرد۔ باب حسن الخلق۔ ص ۹۱۔ رقم: ۲۷۳)

(3) حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بروزِ محشر تم میں سے میرے سب سے زیادہ محبوب اور میری مجلس میں سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو تم میں اچھے اخلاق والے ہیں، نرم خُو ہیں، جو لوگوں سے اُلفت رکھتے ہیں اور لوگ ان سے محبت کرتے ہیں اور تم میں میرے لیے سب سے زیادہ قابلِ نفرت اور قیامت کے دن میری مجلس میں مجھ سے سب سے زیادہ دُور منہ بھر کر باتیں کرنے والے، باتیں بنا کر لوگوں کو مرغوب کرنے والے اور تکبر کرنے والے ہوں گے۔

(سنن الترمذی۔ کتاب البر والصلۃ۔ ج ۳ ص ۴۱۰۔ رقم: ۲۰۲۵)

(4) حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسنِ اخلاق گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتا ہے جس طرح دھوپ برف کو پگھلا دیتی ہے۔

(شعب الایمان۔ باب فی حسن الخلق۔ ج ۶ ص ۲۴۸۔ رقم: ۸۰۳۶)

حضرت سیدنا ابو بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو تم اپنے اموال سے خوش نہیں کر سکتے لیکن تمہاری خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی انہیں خوش کر سکتی ہیں۔

(شعب الایمان ج ٦ ص ٢٤٥۔ رقم: ٨٠٥٤)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب دو شخص ملاقات کریں تو پہلے کون سلام کرے؟ فرمایا: جو ان میں سے اللہ عزوجل کے زیادہ قریب ہو۔ (ابوداؤد۔ کتاب الادب۔ ج ٤ ص ٤٤٩۔ رقم: ٥١٩٧)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا لوگوں کو گرم جوشی سے سلام کرنا بھی صدقہ ہے۔

(جامع العلوم والحکم ج ١ ص ٢٣٥)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہیں، پھر ان میں سے ایک اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑتا ہے (یعنی مصافحہ کرتا ہے) تو اللہ پر حق ہے کہ ان کی دعا قبول فرمائے اور ان کے ہاتھوں کے جدا ہونے سے پہلے ہی ان کی مغفرت فرما دے۔

(مسند احمد بن حنبل ج ٤ ص ٢٨٦۔ رقم: ١٢٤٥٤)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو مسلمان مرد ملاقات کرتے ہیں اور ان میں سے ایک اپنے ساتھی کو سلام کرتا ہے تو ان میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہوتا ہے جو اپنے ساتھی سے زیادہ گرم جوشی سے ملاقات کرتا ہے، پھر جب وہ مصافحہ کرتے ہیں تو ان پر سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں، ان میں سے نوے رحمتیں سلام میں پہل کرنے والے کیلئے اور دس مصافحہ میں پہل کرنے والے کیلئے ہیں۔

(مسند البزار ج ١ ص ٤٣٧)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ نے فرمایا کہ جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہوئے مصافحہ کرتے اور ایک دوسرے سے خیریت دریافت کرتے ہیں تو اللہ ان کے درمیان سو رحمتیں نازل فرماتا ہے جن میں سے نوے رحمتیں زیادہ پرتپاک طریقے سے ملنے والے اور اچھے طریقے سے اپنے بھائی سے خیریت دریافت کرنے والے کیلئے ہوتی ہیں۔

(طبرانی اوسط۔ باب الف۔ ج ۵ ص ۳۸۰۔ رقم: ۵۶۷۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نیکی صدقہ ہے اور تمہارا کسی سے خندہ پیشانی سے ملنا بھی نیکی ہے اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈالنا بھی نیکی ہے۔

(المسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۱۲۔ رقم: ۱۴۷۱۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نیک کام کو ہرگز حقیر نہ جانو اگرچہ وہ تمہارا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔

(مسلم۔ کتاب البر والصلۃ۔ باب فی ضائع المعروف۔ ص ۱۴۱۳، رقم: ۲۶۲۶)

حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے ڈول (برتن) سے دوسرے بھائی کا ڈول (برتن) بھرنا تیرا صدقہ ہے، تیرا نیکی کا حکم کرنا اور بُرائی سے منع کرنا صدقہ ہے، تیرا مسلمان بھائی کیلئے مسکرانا صدقہ ہے اور تیرا کسی بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھانا صدقہ ہے۔

(سنن الترمذی۔ کتاب البر والصلۃ۔ ج ۳ ص ۳۸۴۔ رقم: ۱۹۲۳)

خوش لباس

انفرادی کوشش کرنے والے کو چاہیے کہ وہ سنت کے مطابق سادہ اور صاف ستھرا

لباس پہننے کا عادی ہو کیونکہ اگر اس کے کپڑے میلے کچیلے نظر آئیں گے تو لوگ اس سے ملنے سے کترائیں گے، خوش لباسی سے ہمیں تنظیمی فوائد کے ساتھ ساتھ درج ذیل برکتیں بھی نصیب ہوں، ان شاء اللہ!

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، پاک ہے اور پاکی کو پسند کرتا ہے۔ (سنن ترمذی۔ ج۴ص ۳۶۵۔ رقم الحدیث: ۲۸۰۸)

مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الطھور شطر الایمان۔

یعنی پاکیزگی نصف ایمان ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۳، ص ۱۴۰)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے بال ہوں تو وہ ان کا اِکرام کرے یعنی ان کو دھوئے، تیل لگائے، کنگھا کرے۔

(سنن ابو داؤد ج۴ص ۱۰۳۔ رقم الحدیث: ۴۱۶۳)

لیکن یہ بھی نہ ہو کہ ہر وقت کنگھا لے کر سر کے بالوں کے پیچھے پڑے رہیں اور نہ ہی اتنی لاپرواہی سے کام لیں کہ بال اُلجھے اور بکھرے ہوئے رہیں، بہرحال ہمارا حلیہ سنتوں کے سانچے میں ڈھل کر ایسا ستھرا اور نکھرا ہونا چاہیے کہ لوگ ہمیں دیکھ کر ہم سے گھن نہ کریں بلکہ ہماری طرف مائل ہوں۔

میری ہر ہر ادا سے یا نبی ﷺ سنت تیری جھلکتی ہو

جدھر جاؤں نبی ﷺ خوشبو وہاں تیری مہکتی ہو

معاملہ فہمی

شیخ طریقت امیرِ اہلِ سنت علامہ ابو بلال محمد الیاس قادری دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ جس کو یہ گُر مل گیا کہ کہاں کیا بولنا ہے تو وہ کامیاب ہو گیا۔

پیاری اسلامی بہنو! مبلغہ کو معاملہ فہم ہونا چاہیے کہ وہ جانتا ہو کہ کس وقت کس سے' کیا بات کرنی ہے؟ مثلاً آپ کی ملاقات کسی نئی اسلامی بہن سے ہوئی اور اس نے بتایا کہ میری ماں کو کینسر ہو گیا ہے' اور آپ نے اس کی قلبی کیفیات کا لحاظ کیے بغیر اسے موت کے تصور سے ڈرانا شروع کر دیا کہ عنقریب موت آنے والی ہے اور تمہاری ماں تو بالکل قبر کے کنارے پہنچ چکی ہے' وغیرہ وغیرہ' اس قسم کی گفتگو کے بعد آپ کے بارے میں اس کے کیا تاثرات ہوں گے؟ اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں بلکہ ہو سکتا ہے وہ زبان سے اظہار بھی کر ڈالے' اس لیے ایسے موقع پر غم خواری کرتے ہوئے افسوس کا اظہار کریں اور کچھ اس طرح سے اس کی غم خواری کریں: اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کو جلد از جلد شفاء عطاء فرمائے! انہیں ہر آفت' دکھ اور پریشانی سے بچائے! میں اجتماع میں بھی دعا کروں گی' ان شاء اللہ عزوجل! بلکہ ہو سکے تو آپ بھی میرے ساتھ چلئے' دونوں بہنیں مل کر دعا کریں گی' اس کے علاوہ راہِ خدا میں سفر کرنے والوں کی دعائیں جلد قبول ہونے کی بشارت بھی دی گئی ہے' لہٰذا آپ بھی کوشش کر کے مدنی قافلے میں سفر اختیار کیجئے اور ڈھیروں ثواب کے حصول کے ساتھ ساتھ اپنی والدہ کی جلد صحت یابی کیلئے دعا بھی کریں۔

محترم اسلامی بہنو! یاد رکھئے کہ اگر ہم نے موقع محل کے مطابق گفتگو نہ کی تو ممکن ہے کہ کسی بے موقع بات کی وجہ سے وہ اسلامی بہن ہم سے دور ہو جائے جیسا کہ ایک مبلغ نے بتایا کہ ایک ماڈرن کلین شیو نوجوان سے میری ملاقات ہوتی رہتی تھی' ابتدائی ایک دو ملاقاتوں کے بعد ہی ایک دن میں نے ان سے کہہ دیا کہ پیارے اسلامی بھائی! میرا دل چاہتا ہے کہ آپ بھی داڑھی رکھنے کی سنت پر عمل کر لیں۔ وہ اسلامی بھائی یہ بات سن کر جھینپ گئے اور اس دن کے بعد مجھ سے ملنا چھوڑ دیا' افسوس! مجھ سے غلطی ہو گئی گویا لوہا ابھی گرم نہیں ہوا تھا کہ میں نے ٹھنڈے توے پر ہی روٹی ڈال

دی، یعنی نیکی کی دعوت دینے میں جلد بازی سے کام لیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس اسلامی بھائی نے ملنا ہی چھوڑ دیا، اگر وہ ملتے رہتے تو کم از کم میں انہیں نیکی کی دعوت تو پیش کرتا رہتا، اسی طرح آہستہ آہستہ ان کا ذہن بن جاتا اور وہ بھی ایک دن اپنے چہرے پر سنت کے مطابق داڑھی سجا لیتے۔

یہ بھی یاد رکھئے کہ ہمیں جن اسلامی بہنوں پر انفرادی کوشش کرنی ہے، ان کا تعلق زندگی کے مختلف شعبوں سے ہوسکتا ہے مثلاً طالب علم، استاذ، وکیل، ڈاکٹر، فوجی افسر، کاروباری شخص، ملازمت پیشہ وغیرہ پھر ان میں کوئی جوان ہوگا تو کوئی بوڑھا اور اسی بناء پر ان میں سے ہر ایک کی گفتگو، لباس، رہن سہن اور سوچ کا انداز جداگانہ ہوتا ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہر ایک پر اس کی نفسیات کے مطابق انفرادی کوشش کریں اور یہ گُر سیکھنے کیلئے مدنی قافلوں میں سفر کرنا امیر اہلِ سنت حضرت علامہ ابو بلال محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی کے مدنی مذاکروں کو سننا اور جتنا ممکن ہو سکے، آپ مدظلہ العالی کی محبت میں بیٹھنا بے حد مفید اور ضروری ہے۔

قدرتِ کلام (بولنے کا فن)

پیاری اسلامی بہنو! ہم کسی کو اپنا مقصد کلام کے ذریعے سمجھا سکتے ہیں، مثلاً کسی غیر مسلم کو اسلام کی دعوت دینا، کسی اسلامی بہن کو مدنی قافلے میں سفر یا مدنی انعامات کی ترغیب دلانا، نیکی کی دعوت یا نماز کی ادائیگی کے لیے ذہن بنانا، گفتگو کے ذریعے ہی ممکن ہے، اس لیے ضروری ہے کہ انفرادی کوشش کرنے والی مبلغہ قلیل اور پُر دلیل کلام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اس کیلئے مسلسل مدنی قافلوں میں سفر کرنا بے حد مفید ہے، اس کے علاوہ انفرادی کوشش کرنے والوں کو چاہے کہ امیر اہلِ سنت مدظلہ العالی کے رسائل اور دیگر دینی کتب کا مطالعہ کرتا رہے تا کہ اس کے ذہن میں زیادہ سے زیادہ الفاظ کا ذخیرہ جمع ہو سکے۔

پیاری اسلامی بہنو! اگر ہم غور کریں کہ اس وقت دنیا میں جتنی بھی بڑی بڑی کمپنیاں ہیں ان کی تیار کردہ مصنوعات کی کامیابی کا دارومدار ان کے سیلز مین (Salesman) پر ہوتا ہے کیونکہ اس کا کام بولنے سے تعلق رکھتا ہے جو سیلز مین (Salesman) جتنے اچھے انداز میں اپنی کمپنی کا تعارف پیش کرے گا' اتنی ہی اس کمپنی کی شہرت مارکیٹ میں ہوگی' اسی طرح ہر دعوتِ اسلامی والوں کو چاہیے کہ دعوتِ اسلامی کا تعارف اور اس کی برکتیں بہترین انداز میں دوسروں تک پہنچائے' چنانچہ ہم جتنے اچھے انداز میں انفرادی کوشش کریں گے' اتنی آسانی سے ہماری تحریک ''دعوتِ اسلامی'' کا پیغام لوگوں کے دلوں میں اترتا چلا جائے گا۔

مختلف زبانوں پر عبور

محترم اسلامی بہنو! یوں تو ہمیں اُردو زبان میں ہی انفرادی کوشش کرنی چاہیے لیکن جس قدر ممکن ہو کوشش کر کے زیادہ سے زیادہ علاقائی اور بین الاقوامی زبانوں مثلاً اُردو' عربی' انگلش' سندھی' پنجابی' سرائیکی' پشتو' بنگالی' میمنی وغیرہ پر عبور حاصل کرنا چاہیے تاکہ سامنے والے کے اُردو نہ جاننے کی صورت میں اس پر کسی بھی زبان میں انفرادی کوشش کی جاسکے' کیونکہ ہمارا مدنی مقصد یہ ہے کہ مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے' ان شاء اللہ! اور ساری دنیا کے لوگوں میں مختلف قسم کی زبانیں رائج ہیں' چنانچہ جب ہم کسی سے اس کی مادری یا مقامی زبان میں گفتگو کریں گے تو وہ بہت جلد ہم سے مانوس ہو جائے گا جس کی وجہ سے اس پر انفرادی کوشش کرنا آسان ہو جائے گا۔

مسلمانوں کی خیر خواہی کا جذبہ

انفرادی کوشش کرنے کیلئے مسلمانوں کی خیر خواہی کا جذبہ دل میں ہونا بہت ضروری ہے' سرکارِ مدینۃ المنورہ سلطانِ مکۃ المکرمہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ ذیشان

ہے: دین مسلمانوں کی خیر خواہی ہی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس کیلئے؟ ارشاد فرمایا: اللہ کیلئے، اس کی کتاب کیلئے، اس کے رسول کیلئے، مسلمانوں کے اماموں کیلئے اور ان کی عوام کیلئے۔

(مسلم۔کتاب الایمان۔باب بیان الدین النصیحۃ۔رقم:۵۵۔ص۴۷)

جب ہم کسی کا مخلص خیر خواہ بن کر انفرادی کوشش کریں گے تو اخلاص کی نورانیت سامنے والے کا دل موہ لے گی اور یہ انفرادی کوشش ضرور کامیاب ہوگی۔ان شاءاللہ!

سنجیدہ مزاجی

انفرادی کوشش کرنے والے کی ذات میں سنجیدگی کا وصف ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ اگر کوئی اب تبے سے دوسروں کو مخاطب کرنے والے مسخرے پن کی عادت کا شکار ہونے والا ہوگا تو اس کی کسی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیا جائے گا، چنانچہ وہ جب بھی انفرادی کوشش کرے گا تو اسے مذاق ہی مذاق میں ٹال دیا جائے گا، اس لیے مبلغ کو چاہیے کہ وہ محض انفرادی کوشش کے وقت نہیں بلکہ ہر وقت ہر جگہ مبلغ بن کر رہے یعنی پورے جسم کو قفلِ مدینہ لگانے کی کوشش کرے اور سنجیدہ اور باوقار انداز سے زندگی گزارے۔

معاملات میں صفائی پسند واقع ہونا

مبلغ کو چاہیے کہ اپنے دنیاوی معاملات مثلاً کاروباری لین دین، ملازمت، قرض اور گھریلو معاملات میں بھی شریعت کا دامن تھام کر رکھے کیونکہ مذکورہ معاملات درست نہ ہونے کی صورت میں اس کی شخصیت پر ایسے منفی اثرات مرتب ہوں گے جو اس کی انفرادی کوشش کی کامیابی میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔

بقدرِ ضرورت علمِ دین کا حاصل ہونا

اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کے سلسلے میں علم دین بنیادی

ضرورت ہے' لہٰذا مبلغ کو چاہیے کہ مختلف ذرائع مثلاً امیرِ اہلِ سنت مدظلہ العالی کے رسائل و بیانات اور مدنی مذاکرات کی کیسٹ اور علمائے دین کی تصانیف اور مدنی قافلوں میں سفر کی مدد سے علمِ دین سیکھنے کی کوشش مسلسل جاری رکھے۔

باعمل ہونا

اگر انفرادی کوشش کرنے والا اپنے کہنے پر عمل کرنے والا ہوگا تو اس کی زبان سے نکلنے والے الفاظ تاثیر کا تیر بن کر سامنے والے کے دل میں پیوست ہو جائیں گے' ان شاء اللہ!

جبکہ اس کے برعکس اگر اس کے قول و فعل میں تضاد نظر آئے گا تو سامنے والے پر کوئی اچھا تاثر قائم نہیں ہوگا۔

انفرادی کوشش کیلئے کی جائے والی ملاقات میں نیت

پیاری اسلامی بہنو! جب بھی کسی سے ملاقات کریں تو ہمیں چاہیے کہ رب کی رضا کا حصول پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس مدنی مقصد کے ساتھ ملاقات کریں کہ مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے' ان شاء اللہ! اور اس مقصد کے حصول کیلئے مجھے خود بھی مدنی انعامات کا عامل اور مدنی قافلوں کا مسافر بننا ہے اور اپنی اس ملاقاتی اسلامی بہن کو بھی اس کی ترغیب دینی ہے۔

انفرادی کوشش کیلئے کی جانے والی ملاقات سے پہلے غور طلب اُمور

جب بھی ہم کسی سے ملاقات کیلئے جائیں تو ہمیں چاہیے کہ ملاقات سے پہلے ربِ کائنات کی بارگاہ میں (دل میں ہی سہی) اپنی انفرادی کوشش کی کامیابی کیلئے دعا ضرور کریں کہ دعا مؤمن کا ہتھیار ہے' اس کے علاوہ اپنے ظاہری حلیہ کا بھی ضرور جائزہ لے لیں' مثلاً لباس صاف ستھرا ہونا چاہیے' عمامہ دُھلا ہوا ہو' اس پر تیل وغیرہ کے دھبے نہ لگے ہوئے ہوں' زلفیں بے ترتیب نہ ہوں' ہو سکے تو ان میں تیل لگا کر

کنگھی کر لیجئے، ہاتھ پاؤں کے ناخن بڑھے ہوئے نہ ہوں اور اگر اچھی قسم کے جوتے موجود ہوں تو وہ پہن لیے جائیں وغیرہ، بلکہ ہمیں ہر وقت ان چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے کی کسی بھی وقت کسی بھی مقام پر ہمیں انفرادی کوشش کیلئے ملاقات کرنا پڑ سکتی ہے، اس کے علاوہ مدنی تحائف مثلاً عطر کی شیشی، رسائلِ امیرِ اہلِ سنت مدظلہ العالی، آپ کے بیانات کی کیسٹیں، مدنی انعامات کے کارڈ اور تسبیح وغیرہ بھی اپنے پاس ضرور رکھیں۔

ملاقات کی ابتداء کس طرح کریں؟

پیاری اسلامی بہنو! جب کسی سے ملاقات ہو تو مسکراتے ہوئے سلام کر کے اس کا نام (اگر پہلے سے معلوم ہو تو) پکار کر اس سے گرمجوشی سے مصافحہ کریں اور مصافحہ کے دوران اگر انگوٹھے کے پاس ایک رگ کو دبایا جائے تو آپس میں محبت بڑھتی ہے، یاد رہے دورانِ مصافحہ توجہ سامنے والے کی طرف ہونی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ آپ کا چہرہ کسی اور جانب ہو، جبکہ ہاتھ کسی دوسرے کی طرف بڑھ رہے ہوں، ہاں! اگر سامنے والے کی توجہ کسی اور طرف ہو تو مصافحہ کرتے وقت اس کے ہاتھ کو خفیف سا جھٹکا دیں (جس سے اسے تکلیف نہ پہنچے) ان شاء اللہ! وہ آپ کی طرف متوجہ ہو جائے گا، اگر موقع ہو تو معانقہ بھی کریں (بشرطیکہ وہ امرد نہ ہو) اور اس کے بعد گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے مناسب الفاظ میں اس کی خیریت دریافت کریں، پھر (اگر معلوم نہ ہو تو) اس کا نام پوچھ لیجئے اور اگر نام شریعت کے مطابق ہے تو اس کے نام کی تعریف بھی کر دیجئے کہ بڑا پیارا نام ہے، پھر اسے اپنا نام اور کام بھی بتا دیجئے، اس کے بعد نپے تلے الفاظ میں اس کا کام بھی دریافت کر لیں، مثلاً شعیب بھائی! آپ پڑھتے ہیں یا کوئی کام وغیرہ کرتے ہیں؟ پھر اس پر مدنی ماحول کی اہمیت آشکار کرتے ہوئے ہفتہ وار اجتماع میں شرکت کی دعوت دیجئے اور مدنی انعامات کا تعارف کرواتے ہوئے ان کا عامل اور

مدنی قافلوں کی برکتیں بتاتے ہوئے راہِ خدا کا مسافر بننے کی ترغیب دیں۔

ملاقات کا دورانیہ

کسی پر انفرادی کوشش کی غرض سے کی جانے والی ہماری ملاقات مختلف مقامات پر ہوسکتی ہے، مثلاً ہفتہ وار اجتماع میں، اجتماع ذکر ونعت میں، سالانہ اجتماع میں، مسجد میں، بازار میں، دکان پر، بس سٹاپ پر، کسی ہسپتال میں، اسکول وکالج میں، کسی مختصر یا طویل سفر کے دوران، پھر یہ ملاقات اچانک ہوگی یا طے شدہ، لٰہذا موقع کی مناسبت سے ملاقات کا دورانیہ (جو بہت زیادہ طویل نہ ہو) اپنے ذہن میں طے کرلیں اور اس کی بھی تقسیم کرلیں کہ اتنے منٹ میں میں اسے نیکی کی دعوت پیش کروں گی، اتنے منٹ دعوتِ اسلامی کے ماحول کا تعارف کرواتے ہوئے اس کے دل میں دعوتِ اسلامی کی اہمیت اُجاگر کروں گی، اتنے منٹ اسے ہفتہ وار اجتماع میں شرکت کیلئے آمادہ کرنے کی کوشش کروں گی، اتنے منٹ میں مدنی انعامات اور مدنی قافلوں کا تعارف کرواتے ہوئے اسے مدنی انعامات کا کارڈ بھر کر جمع کروانے اور مدنی قافلوں کا مسافر بننے کیلئے تیار کرنے کی کوشش کروں گا، وقت کی اس تقسیم کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم اپنی مختصر ملاقات میں بھی بھرپور انفرادی کوشش کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے اور ہم نے وقت تقسیم نہ کیا تو ہوسکتا ہے کہ ہماری ملاقات محض حال احوال دریافت کرنے تک محدود رہے اور وہ ہم سے اجازت لے کر رخصت ہوجائے۔

دورانِ ملاقات پیشِ نظر رکھنے جانے والے اُمور

پیاری اسلامی بہنو! ہمیں چاہیے کہ ملاقات کے دوران درج ذیل اُمور کا بالخصوص خیال رکھیں۔

نشاط قائم رکھیں

پوری ملاقات کے دوران اپنی اور سامنے بالخصوص نئے اسلامی بھائی کی دلچسپی

فوت نہ ہونے دیں، بار بار ایک ہی سوال مثلاً طبیعت یا کاروبار کے بارے میں ہی پوچھتے رہنے سے سامنے والا بوریت کا شکار ہو جاتا ہے لہٰذا اس سے اجتناب کیا جائے، واقعات میں دلچسپی انسان کا فطری تقاضا ہے اس لیے ہو سکے تو ملاقات کے دوران دعوتِ اسلامی کی برکتوں پر مشتمل کوئی مختصر واقعہ بھی سنا دیں۔

ٹھہر ٹھہر کر سوچ سمجھ کر گفتگو کریں

جو بھی گفتگو کریں بہت سوچ سمجھ کر کریں اور الفاظ کی ادائیگی کی رفتار متوسط ہو، ایسا قلیل اور پُر دلیل کلام کریں جو سامنے والے کی سمجھ میں بھی آ جائے، یہ گُر سیکھنے کیلئے مدنی قافلوں میں استطاعت سے سفر اختیار کرتے رہے۔

جھوٹ میں مبتلا کروا دینے والے سوالات کرنے سے بچیں

دورانِ ملاقات ایسے سوالات نہ کریں جن کا جواب دیتے ہوئے مسلمان کے جھوٹ میں مبتلاء ہونے کا غالب امکان ہو مثلاً سفر کیسا گزرا؟ آپ کو میری بات بُری تو نہیں لگی؟ آپ نے اجتماع میں شرکت کیوں نہیں کی؟ آپ بور تو نہیں ہو رہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

بات نہ کاٹیں

حتی الامکان سامنے والے کی بات کاٹنے سے بچیں کہ کوئی بھی اس چیز کو پسند نہیں کرتا، ہاں! اگر سامنے والا بے تکان بولتا جائے یا گفتگو کا رخ ایسی جانب موڑ دے جہاں آپ کو اپنا مقصدِ ملاقات فوت ہوتا نظر آئے، وہاں حکمتِ عملی سے رسمی الفاظ بول کر ترکیب بنا لیجئے۔

سامنے والے کی نفسیات کے مطابق گفتگو کریں

دورانِ گفتگو سامنے والے کی نفسیات کو مدنظر رکھنا بہت ضروری ہے لہٰذا وہ جس شعبۂ زندگی سے تعلق رکھتا ہو اُس سے اِس شعبے کے بارے میں مختصر طور پر چند جملوں

میں معلومات ضرور پوچھیں اور اپنی انفرادی کوشش کے دوران ہو سکے تو اس کے شعبے کی مثالیں دے کر اسے سمجھائیں، اس سے ملاقات میں اُس کی دلچسپی قائم رکھنے میں بہت مدد ملے گی۔

بھرپور خود اعتمادی سے ملاقات کریں

انفرادی کوشش کیلئے بالخصوص شخصیات سے ملاقات کرنے والے مبلغ کو چاہیے کہ اس کے سامنے موجود شخصیت کتنے ہی بڑے عہدے پر کیوں نہ ہو، وہ قلبی طور پر ہرگز ہرگز اس کے عہدے یا منصب سے مرعوب نہ ہو اور نہ ہی کسی قسم کی احساسِ کمتری کا شکار ہو، بلکہ بھرپور خود اعتمادی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انفرادی کوشش کرے، مگر یاد رہے کہ انفرادی کوشش کر چکنے کے بعد خود پسندی میں مبتلا ہونے کی بجائے اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے مجھے انفرادی کوشش کی توفیق عطاء فرمائی۔

آپ جناب سے بات کریں

دورانِ گفتگو تُو تکار، ابے تبے سے بچیں، خواہ وہ آپ کا پرانا جاننے والا ہو بلکہ آپ جناب سے بات کریں، اس سے آپ کو اپنا مقصد پورا کرنے میں معاونت ملے گی۔

نگاہیں نیچی رکھیں

ملاقات کے دوران سامنے والے کے چہرے پر نگاہیں گاڑے بغیر گفتگو کریں بلکہ سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور وقتاً فوقتاً کن انکھیوں سے اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ بھی لیتے رہیں۔

اصطلاحات کا استعمال

گفتگو کے دوران دعوتِ اسلامی کی اصطلاحات کا استعمال ہرگز ترک نہ کریں، ہاں! اگر ایسی اصطلاح ہو جس سے سامنے والا بالکل ناواقف ہو اور تشویش میں مبتلاء ہو جائے تو اس کی مختصر طور پر وضاحت بھی کر دیجئے، مثلاً ''مکتب'' کا لفظ بولیں تو اس کو

بتا دیں کہ "دفتر" کو ہمارے ہاں مکتب کہا جاتا ہے۔

درمیانی آواز سے گفتگو کریں

دورانِ گفتگو درمیانی آواز سے بات چیت کریں، نہ تو اتنی دھیمی آواز ہو جو سامنے والے کے پردۂ سماعت سے ٹکرانے کی سعادت سے محروم رہے اور نہ اتنی بلند کہ آس پاس کے لوگ تشویش میں مبتلا ہو جائیں۔

اظہارِ مسرت اور غم خواری

سامنے والا اگر کوئی خوشی کی بات بتائے کہ میں امتحان میں پاس ہو گیا ہوں یا میرے ہاں بچے کی ولادت ہوئی ہے تو اس کی خوشی میں اس طرح شریک ہو جائیں کہ وہ خوشی اسے نہیں، آپ کو ملی ہے، اسے مبارک باد دیتے ہوئے ملاقات کے اختتام پر اس کے بچے کیلئے کوئی تحفہ دے دیجئے اور اگر اس کا کوئی چھوٹا بچہ ساتھ ہو (جو حدِ شہوت کو نہ پہنچا ہو) تو اسے شفقت سے چوم لیجئے، اس سے سامنے والے کے دل میں آپ کی محبت بڑھے گی اور اگر وہ کوئی غم کی بات بتائے، مثلاً میں امتحان میں فیل ہو گیا یا میرے پیسے کھو گئے یا مجھے کاروبار میں نقصان ہو گیا تو اظہارِ افسوس کرتے ہوئے اس کی غم خواری کیجئے، اس کی ڈھارس بندھانے کیلئے موقع محل کے مطابق مصائب کے فضائل میں سے کوئی فضیلت بھی سنا دیں، مصائب کے چند فضائل ملاحظہ ہوں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے مال یا جان میں مصیبت آئی، پھر اس نے اسے پوشیدہ رکھا اور لوگوں پر ظاہر نہ کیا تو اللہ پر حق ہے کہ اس کی مغفرت فرما دے، جبکہ ایک روایت میں ہے کہ مسلمان کو تھکاوٹ، مرض، رنج اور غم میں سے جو مصیبت پہنچی ہے یہاں تک کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

(مجمع الزوائد۔ کتاب الزھد۔ ج۱ص ۲۵۶۔ رقم: ۲۔۴۸۷)

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے پاس تشریف لائے اور اسے ہلایا' یہاں تک کہ اللہ نے اس کے جتنے پتے گرانا چاہے اتنے گر گئے' پھر فرمایا کہ مصیبتیں اور تکلیفیں میرے اس درختوں کے پتوں کو گرانے سے بھی تیزی سے آدمی کے گناہوں کو گرا دیتی ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب اہل بلا کو ثواب دیا جائے گا تو دنیا میں عافیت کے ساتھ رہنے والے تمنا کریں گے کہ کاش! ان کے جسموں کو قینچیوں سے کاٹ دیا جاتا۔ (ترمذی۔ کتاب الزھد۔ ج ۴ ص ۱۸۰۔ رقم: ۲۴۱۰)

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: مؤمن کے جسم میں جو ایذاء دینے والی چیز پہنچتی ہے' اللہ اس کے سبب اس بندے کے گناہ مٹا دیتا ہے۔

(الترغیب والترہیب ج ۶ ص ۱۶۶۔ رقم: ۵۲۷۳)

اس کے ذاتی حلیے پر اعتراض نہ کریں

اگر سامنے والے نے خلافِ سنت لباس پہنا ہوا ہو یا وہ کسی اعلانیہ فسق (مثلاً داڑھی منڈانے کے گناہ) میں مبتلا ہو تو اس پر تنقید نہ کریں کہ فائدہ کی بجائے نقصان ہو سکتا ہے۔

اختلافی و سیاسی بحث میں نہ اُلجھیں

اگر دورانِ گفتگو سامنے والا کسی قسم کی اختلافی بحث چھیڑنے کی کوشش کرے تو اپنے ''محققِ اعظم'' ہونے کا ثبوت دینے کی بجائے اس سے گزارش کریں کہ آپ کے ان سوالات کا جواب تو ہمارے علماء ہی بہتر طور پر دے سکتے ہیں' لہٰذا اگر آپ چاہیں تو کسی وقت فلاں عالمِ دین کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں یا پھر اسے اس موضوع پر لکھی گئی مستند کتاب پڑھنے کا مشورہ دیتے بات آگے بڑھا دیں اور اگر آپ

کی ملاقات سیاسی بحث کا شوق رکھنے والے سے ہو جائے تو اس بحث میں مبتلا ہونے کی بجائے اپنی گفتگو کا رخ اپنے مقصد کی جانب اس طرح پھیریں کہ اسے محسوس نہ ہونے پائے کیونکہ ایسی بحث کی صورت میں غیبت ہو جانے کا اغلب امکان ہوتا ہے جو کہ حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

محاسب نہیں خیرہ خواہ بنیں

دورانِ گفتگو اگر سامنے والا کوئی غلط بات کہہ دے تو نہایت شفقت کے ساتھ اس کی خیر خواہی کرتے ہوئے نرمی سے سمجھایئے نہ کہ محاسب کے انداز میں پوچھ گچھ اور ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دیں، جیسا کہ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اُسے زینت عطا کرتی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل ج ۱۰ص ۴۰۷۔رقم: ۲۵۶۷)

حضرت سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: جب تم اپنے کسی بھائی کو گناہوں میں مبتلا دیکھو تو اُس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بن جاؤ کہ تم کہتے ہو: اللہ اسے رسوا کرے! اللہ اِس کا بُرا کرے! بلکہ یوں کہو: اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے! اس کی مغفرت فرمائے!

(کنز العمال۔کتاب الاخلاق۔باب فضیلۃ الصبر۔ج ۳ص ۱۱۲۔رقم: ۶۵۲۱،بتغیر قلیل)

سب کے سامنے نہ سمجھائیں

اگر وہ کوئی غلطی کر دے تو اسے سب کے سامنے ہرگز نہ ٹوکیں کہ اس کی دل آزاری ہو جانے کا قوی امکان ہے جس کی وجہ سے آپ کی بات بے اثر ہو جائے گی، لہٰذا موقع پا کر تنہائی میں سمجھائیں۔ حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے بھائی کو سب کے سامنے نصیحت کی، اس نے اس کو ذلیل کر دیا اور جس

نے تنہائی میں نصیحت کی اس نے اس کو مزین (آراستہ) کر دیا۔ (تنبیہ الغافلین ص ۹۴)

اعتراض یا تنقید کا جواب

اگر ملاقات کے دوران سامنے والا آپ کی ذات یا تنظیم پر خواہ مخواہ کا اعتراض یا بے جا تنقید کرے تو بھڑک اُٹھنے کی بجائے زبان کا قفلِ مدینہ لگاتے ہوئے اسے نرمی کے ساتھ نیکی کی دعوت دینے کا سلسلہ جاری رکھئے اور اگر ایسی صورتِ حال ہو کہ اس کا جواب دینا ضروری ہو جائے تو انتہائی حکمتِ عملی سے جواب دیجئے کہ سننے والا کوئی بھی شخص بدظن نہ ہو۔

اس کی کوئی بات بُری لگے تو؟

اگر آپ کو اس کی کوئی بات بُری لگے تو اس پر ظاہر نہ ہونے دیں بلکہ برداشت کر کے صبر کرنے کا ثواب لوٹیں، مثلاً اس کے منہ سے بدبو آ رہی ہو یا اس کے جسم سے پسینے کی بو آ رہی ہو جس کی وجہ سے اس کے پاس کھڑا ہونا دشوار محسوس ہو رہا ہو تو اسے ہرگز اس بات کا احساس نہ ہونے دیں کہ آپ اس کی وجہ سے کسی آزمائش میں مبتلا ہیں۔

فضول گوئی سے بچتے رہیں

دورانِ گفتگو فضول گوئی (یعنی بے کار باتوں) سے بالعموم اور حرج کلام مثلاً غیبت، چغلی وغیرہ سے بالخصوص مکمل طور پر بچیئے! صرف اور صرف اپنے مدنی مقصد پر نگاہ رکھئے!

نرم لہجہ اپنائیں

لہجے کا اثر الفاظ سے زیادہ ہوتا ہے، لہٰذا ہمارا لہجہ خصوصاً ملاقات کے وقت ایک شفیق اور مہربان باپ کے لہجے کی طرح ہونا چاہیے، اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ہمارے لہجے کی مٹھاس اس کے کانوں میں رس گھولتی ہوئی دل میں اُتر جائے

گی۔ان شاء اللہ!

سنجیدگی کا دامن تھامے رکھیں

ملاقات کے دوران سنجیدگی کا دامن مضبوطی سے تھامے رہئے! اور مذاق مسخری کی محفل گرم کرنے سے پرہیز کریں، لیکن یاد رکھئے کہ سنجیدگی ''منہ پر بارہ بجانے'' کا نام نہیں اور نہ ہی بقدرِ ضرورت گفتگو کرنا اور مسکرانا سنجیدگی کے منافی ہے، اس لیے سنجیدہ بننے کیلئے ان چیزوں کو ترک نہ کریں بلکہ حسبِ ضرورت مزاح بھی کرلیں اور مزاح ایسا ہو جس میں نہ تو کسی کی دل آزاری وتذلیل ہو اور نہ ہی کوئی اس کی وجہ سے تشویش میں مبتلا ہو۔

وہ کلمہ کفر کہہ دے تو؟

گفتگو کے دوران اگر سامنے والا (معاذ اللہ) کوئی ایسا کلمہ کہہ ڈالے جسے علمائے کرام نے کفر قرار دیا ہو (کلماتِ کفر کی پہچان کیلئے امیر اہلِ سنت مدظلہ العالی کے رسالے ''اٹھائیس کلماتِ کفر'' کا مطالعہ کریں) تو اس کے الفاظ کی تائید نہ کریں، لیکن اُس پر فوری طور پر ''کفر کا فتویٰ'' لگانے سے بھی پرہیز کریں کہ اسی میں عافیت ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہو اور وہ کلمہ کفر نہ ہو یا پھر وہ کلمہ تو کفر ہو لیکن اس کے کہنے والے کو کافر نہیں کہا جاتا۔ (اس کی تفصیلی معلومات کیلئے مکتبۃ المدینہ کی شائع کردہ کتاب ''ایمان کی حفاظت'' کا مطالعہ فرمائیں) بہرصورت اسے حکمت عملی سے سمجھائیں کہ پیارے بھائی میری معلومات کے مطابق علمائے کرام نے اس بات کو کفر قرار دیا ہے، لہٰذا آپ احتیاطاً تجدید ایمان کیلئے کلمہ پڑھ لیجئے اور کسی مستند عالم سے اس بارے میں ضرور پوچھ لیجئے گا، پھر ایمان کی حفاظت کے بارے میں اس کا ذہن بنا کر ''اٹھائیس کلماتِ کفر'' نامی رسالہ تحفے میں دے دیں اور اپنی گفتگو کا سلسلہ وہیں سے جوڑلیں، جہاں سے ٹوٹا تھا۔

مدنی انعامات پر عمل اور مدنی قافلوں میں سفر کی دعوت ضرور دیں

مدنی انعامات اور مدنی قافلوں کے بارے میں اس کا ذہن بنانے کے بعد (جس کا مواد مکتبۃ المدینہ کی شائع کردہ کتاب ''نصابِ مدنی قافلہ'' اور رسالہ ''مدنی تحفہ'' سے لیا جا سکتا ہے) اس کے ہاتھ میں مدنی انعامات کا کارڈ تھماتے ہوئے اسے پُر کر کے ہر ماہ کی دس تاریخ سے پہلے پہلے مدنی انعامات کے ذمہ دار کو جمع کروانے اور ہر ماہ میں تین دن کیلئے مدنی قافلے میں سفر کی بھرپور ترغیب دلانے اور نیت کرنے کے فوائد بتانے کے بعد نیت کروا کے نام بھی لکھ لیجئے' یاد رہے یہ ترغیب صرف پہلی ملاقات تک محدود نہ رہے' بلکہ وقتاً فوقتاً ترغیب دلاتے رہیں۔

آئندہ رابطہ کیلئے ایڈریس ضرور لے لیں

ملاقات کے اختتام سے پہلے اس سے آئندہ رابطے کا ذریعہ ضرور معلوم کریں اور اسے تحریراً محفوظ کر لیں تاکہ اس پر مسلسل انفرادی کوشش کرنا ممکن ہو۔

ملاقات کے اختتام پر تحفہ دیں

اس کی حیثیت کے مطابق اسے کوئی مدنی تحفہ مثلاً کوئی رسالہ یا کیسٹ وغیرہ ضرور دیں کہ اس سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے جیسا کہ مشہور حدیث ہے:

تھادوا تحابوا ۔

ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔

(موطأ امام مالک ج ۲ ص ۴۰۷ ۔ رقم: ۱۷۳۱)

ملاقات کے دورانیے کا خیال رکھیں

ملاقات کے دورانیے کا ضرور خیال رکھئے' ایسا نہ ہو کہ سامنے والے کی کیفیات کا اندازہ کیے بغیر ملاقات کو اتنا طول دے دیا جائے کہ آئندہ وہ آپ کو دیکھتے ہی راستہ بدل لے' چنانچہ اگر وہ آپ سے ملاقات میں بوریت محسوس کر رہا ہو' مثلاً بار بار گھڑی

دیکھے یا آپ کی بات توجہ سے سننے کی بجائے اِدھر اُدھر دیکھنے میں مصروف ہو تو اس کے سر پر زبردستی سوار رہنے کی بجائے آئندہ ملاقات کرنے کا عزم ظاہر کر کے الوداعی مصافحہ کر لیجئے۔

بعد ملاقات کیے جانے والے کام

اس سے رابطہ رکھیں

کسی اسلامی بھائی سے پہلی مرتبہ ہونے کے بعد اس سے دوبارہ رابطہ کرنا بے حد ضروری ہے تاکہ اس پر مسلسل انفرادی کوشش کر کے اسے بھی سنتوں کا مبلغ بنایا جا سکے، عدم رابطہ کی صورت میں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری ملاقات کے نتیجے میں ملنے والے دینی جذبے کی تسکین کیلئے وہ ایسے لوگوں کے ہتھے چڑھ جائے جو دین کی تبلیغ کے نام پر لوگوں کا ایمان لوٹنے کیلئے مارے مارے پھرتے ہیں، چنانچہ ملاقات کے بعد مناسب وقفے سے اس کے دیئے ہوئے پتے پر بالمشافہ رابطہ ضرور کریں، ان کی رہائش کسی دوسرے شہر میں واقع ہونے کی صورت میں یہ رابطہ بذریعہ خط اور فون بھی ہو سکتا ہے۔

احسان نہ لیں

اس سے کسی قسم کا احسان بالخصوص مسلسل رابطے کی صورت میں نہ لیں کیونکہ احسان لینے کی صورت میں آپ اپنے مدنی مقصد کو پورا کرنے میں ناکام ہو سکتے ہیں، مشہور عربی مقولہ ہے:

الاحسان یقطع اللسان ۔

احسان زبان کو روک دیتا ہے۔

لہٰذا جب آپ اس سے احسان لے چکے ہوں گے تو کسی غلطی پر اس کی اصلاح کرنے میں جھجک کا سامنا نہ ہوگا۔

ذاتی معاملات میں دخل نہ دیں

سامنے والے کے ذاتی یا گھریلو معاملات میں بالکل دخل نہ دیں کیونکہ ایسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ وہ مروتاً خاموش رہے لیکن اسے آپ کی دخل اندازی شدید ناگوار گزرے جس کے نتیجے میں وہ آپ سے دور ہونا شروع ہو جائے' ہاں اگر وہ خود آپ سے کوئی مشورہ طلب کرے تو محتاط مشورہ دینے میں حرج نہیں۔

دعوتیں نہ اُڑائیں

اگر وہ آپ کے اندازِ ملاقات سے متاثر ہوکر آپ کی دعوت کرنا چاہے اور آپ کو اس میں دینی فائدہ نظر آئے تو مدنی فیس کے ساتھ قبول فرمالیں لیکن ایسا نہ ہو کہ روابط بڑھ جانے پر آپ خود اس سے مطالبہ کر کے دعوتیں اُڑانا شروع کر دیں اور اپنے مدنی مقصد کو فراموش کر بیٹھیں۔

غم خواری کا سلسلہ جاری رکھیں

اگر وہ خود یا ان کے والد صاحب وغیرہ بیمار پڑ جائیں تو عیادت کرنے ضرور جائیں کہ اس سے محبت میں اضافہ ہوگا اور ہمیں اپنا مدنی مقصد پورا کرنے میں مدد ملے گی' اسی طرح اگر اس کے گھر والوں میں سے کوئی فوت ہو جائے تو جنازے میں ضرور شرکت کریں اور اس سے بطورِ خاص تعزیت بھی کریں' یاد رکھئے کہ اس موقع پرستی ہونے کی صورت میں ناقابل تلافی نقصان ہونے کا اندیشہ ہے' کیونکہ اس قسم کے مواقع پر مذہبی لوگوں کی زیادہ ضرورت محسوس ہوتی ہے' اگر وہ آپ کو اپنے اردگرد نہ پائے گا تو ہو سکتا ہے کہ یہ سوچ کر اس کا دل ٹوٹ جائے کہ ویسے تو حضرت میرے آس پاس منڈلاتے رہتے تھے لیکن میرے اس عزیز کے انتقال پر ان کی صورت بھی دکھائی نہیں دی اور وہ آپ سے اس مدنی ماحول سے دور ہو جائے' کسی کی غم خواری کرنے سے جہاں ہمیں تنظیمی طور پر فائدہ حاصل ہوگا' وہیں اُخروی فضائل بھی ملیں گے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی غمزدہ شخص سے تعزیت (یعنی اس کی غم خواری) کرے گا' اللہ عزوجل اسے تقویٰ کا لباس پہنائے گا اور روحوں کے درمیان اس کی روح پر رحمت فرمائے گا اور جو کسی مصیبت زدہ سے تعزیت کرے گا' اللہ اسے جنت کے جوڑوں میں سے دو ایسے جوڑے عطاء کرے گا جن کی قیمت دنیا بھی نہیں ہو سکتی۔

(المعجم الاوسط طبرانی ج ۶ ص ۴۲۹۔ رقم: ۹۲۹۲)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کو گیا تو واپس ہونے تک جنت کے پھل چننے میں رہا۔ (بخاری ص ۱۳۸۹۔ رقم: ۲۵۶۸)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کیلئے صبح کو جائے تو شام تک اس کیلئے ستّر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں اور شام کو جائے تو صبح تک ستّر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں اور اس کیلئے جنت میں ایک باغ ہوگا۔ (سنن الترمذی ج ۲ ص ۲۹۰۔ رقم: ۹۷۱)

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی مسلمان کے جنازے میں ایمان اور اجر و ثواب کی نیت سے شریک ہوا اور نمازِ جنازہ ادا کرنے اور تدفین تک جنازے کے ساتھ رہا تو دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا' ان میں سے ہر ایک قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا اور جو نماز پڑھ کر تدفین سے پہلے لوٹ آیا تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹے گا۔

(مسلم۔ کتاب الجنائز۔ باب فضل الصلوٰۃ علی الجنازۃ ص ۴۷۱۔ رقم: ۹۴۵)

اس کے دل میں دعوتِ اسلامی کی محبت پیدا کریں

انفرادی کوشش کرنے والے کو چاہیے کہ سامنے والے کی چاہت کو فقط اپنی ذات

تک ہی محدود نہ کرے بلکہ اسے دعوتِ اسلامی کی محبت گویا گھول کر پلا دے اور تاحیات اس مدنی ماحول سے وابستہ رہتے ہوئے مدنی کام کرنے کا ذہن دے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کے اُس علاقے یا دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی وہ اسلامی بھائی دعوتِ اسلامی کی محبت کی وجہ سے اس کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھے گا۔

اس سے زیادہ بے تکلف نہ ہوں

زیادہ بے تکلفی کا اظہار انسان کی عزت میں کمی کا سبب بھی بن جاتا ہے، نتیجتاً اس کی بات بے اثر ہو کر رہ جاتی ہے، اس لیے انفرادی کوشش کے دوران سنجیدگی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں، ہاں! شرعی اجازت کے ساتھ کبھی کبھار مزاح کر لینے میں حرج نہیں۔

بیانات کی کیسٹ اور رسائل دیں

ایسے اسلامی بھائیوں کو امیرِ اہلِ سنت مدظلہ العالی کے بیانات اور مدنی مذاکرات کی کیسٹیں سننے کیلئے دیں اور مناسب محسوس کریں تو کیسٹ دیتے وقت کور کو ہٹالیں کہ بعض اوقات موضوع دیکھ کر اسلامی بھائی اس کیسٹ کو سننے سے کتراتے ہیں، اس کے علاوہ رسائل امیر اہلِ سنت مدظلہ العالی بھی پڑھنے کو دیجئے، مثلاً احترامِ مسلم میں سدھرنا چاہتا ہوں، باحیاء نوجوان، مردے کے صدمے، پل صراط کی دہشت، ویران محل، وضو اور سائنس، انمول ہیرے، ظلم کا انجام، خودکشی کا علاج۔

اجتماع میں اپنے ساتھ شرکت کروائیں

مذکورہ اسلامی بھائی کو بھرپور ترغیب دلا کر اپنے ساتھ ہفتہ وار اجتماع میں شرکت کروائیں، دورانِ اجتماع انہیں تنہا چھوڑنے کی بجائے اپنے ساتھ ساتھ رکھیں، اجتماع میں لگنے والے حلقوں میں شرکت کروائیں، اجتماع کے بعد ساری رات وہیں اعتکاف کی ترغیب دے کر رُکنے کی ترکیب بنائیں۔

قافلے میں سفر کروائیں

اپنی گفتگو میں بار بار مدنی انعامات کی برکات اور مدنی قافلوں کی بہاروں کا تذکرہ کریں، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس اسلامی بھائی کا بھی ذہن بن جائے کہ مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کیلئے مدنی انعامات کا عامل اور مدنی قافلوں کا مسافر بننا ہے۔

انفرادی کوشش کب تک جاری رکھی جائے؟

جب آپ سے ملنے والے نئے اسلامی بھائی انفرادی کوشش کی برکت سے اپنی زندگی کوششوں کے سانچے میں ڈھال کر مکمل طور پر نہ صرف خود مدنی ماحول سے وابستہ ہو جائیں بلکہ دوسرے پر انفرادی کوشش کر کے انہیں اجتماع، مدنی انعامات پر عمل اور مدنی قافلے میں سفر کی ترغیب دینے والے بن جائیں تو ان سے ''ذاتی دوستی'' نبھانے کی بجائے بقدرِ ضرورت رابطہ رکھیں (لیکن مکمل طور پر ختم بھی نہ کریں) اور مزید نئے اسلامی بھائیوں کی طرف بڑھ جائیں کیونکہ اگر آپ انہی اسلامی بھائیوں کے جھرمٹ میں گھرے رہیں گے تو نئے اسلامی بھائیوں پر انفرادی کوشش کیلئے وقت نہیں نکال پائیں گے۔

غیر مسلم پر انفرادی کوشش کس طرح کی جائے؟

کسی غیر مسلم پر انفرادی کوشش کرنے والے کو چاہیے کہ اپنے مذہب کے تفصیلی عقائد مع دلائل جاننے کے ساتھ ساتھ سامنے والے کے مذہبی عقائد اور ان کو ردّ کا طریقہ بھی جانتا ہو، نیز اس مذہب کی طرف سے جو اعتراضات اسلام پر کیے جاتے ہیں وہ اعتراضات اور ان کے جوابات اسے مستحضر ہوں، لہٰذا جو اسلامی بھائی اوصافِ مذکورہ سے متصف نہ ہو، اسے اس بارے میں محتاط رہنا چاہیے کہ کہیں سامنے والے کے اعتراضات کا جواب نہ دے سکنے کی بناء پر اس کا اپنا ایمان خطرے میں نہ پڑ

جائے، ہاں ! اگر ملاقات یا علاقائی نیکی کی دعوت کے دوران سامنے والے کے غیر مسلم ہونے کا انکشاف ہو تو مسکرا کر اسے مسلمان ہو جانے کی دعوت پیش کریں، اگر وہ قبول کرلے تو فبہا وگرنہ اس سے بحث میں مت اُلجھیں جس کی وجہ سے عرض کی جا چکی ہے (لیکن دل میں اس کے کفر کو بُرا ضرور جانئے !)

ملاقات کی مثالیں

محترم اسلامی بہنو! یادرہے کہ یہ مثالیں محض انفرادی کوشش کا طریقہ سمجھانے کی غرض سے لکھی گئی ہیں، اُمید ہے کہ سمجھدار اسلامی بہن کسی سے ملاقات کے دوران ان مثالوں میں دیئے گئے جملے بعینہٖ بولنے کی غلطی نہیں کریں گی، ہاں ! معمولی سے ردّ و بدل کے بعد ان جملوں کو انفرادی کوشش کرتے ہوئے استعمال کیا جا سکتا ہے، اس کے علاوہ الفاظ کی ادائیگی کے وقت لہجے کی بہت زیادہ اہمیت ہے جسے کما حقہ تحریر میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

مسجد میں درس کے بعد ملاقات

مبلغ دعوتِ اسلامی: السلام علیکم! (کہنے کے بعد پرتپاک انداز سے مصافحہ کرے)

ملاقاتی اسلامی بھائی: وعلیکم السلام!

مبلغ دعوتِ اسلامی: پیارے بھائی! آپ مجھے کچھ وقت دیں گے؟

ملاقاتی اسلامی بھائی: کیوں نہیں جناب!

مبلغ دعوتِ اسلامی: پیارے بھائی! تشریف رکھئے (اس کے بیٹھ جانے کے بعد پوچھے:) آپ کا نام کیا ہے؟

ملاقاتی اسلامی بھائی: محمد قاسم

مبلغ دعوتِ اسلامی: ماشاءاللہ! بڑا پیارا نام ہے، ہمارے پیارے آقا صلی اللہ

علیہ وسلم کے ایک شہزادے کا نام بھی قاسم تھا' میرا نام محمد عمران عطاری ہے' میں جامعۃ المدینہ میں پڑھتا ہوں محمد قاسم بھائی! آپ کیا کام کرتے ہیں؟

محمد قاسم: مسجد کے قریب کریانے کی دکان ہے۔

محمد عمران عطاری: اللہ تعالیٰ آپ کے کاروبار میں برکت عطاء فرمائے! آپ کو درس میں نہایت توجہ سے بیٹھے دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی' میں نے سوچا کہ آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کرلیا جائے۔

محمد قاسم: جناب! آپ باتیں بڑی اچھی بتاتے ہیں' اس لیے میں شوق سے یہاں بیٹھ جاتا ہوں۔

محمد عمران عطاری: اللہ تعالیٰ آپ کے شوق کو سلامت رکھے اور اس میں مزید اضافہ فرمائے' محمد قاسم بھائی! یہ سب تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر تحریک دعوتِ اسلامی سے وابستگی کی بہاریں ہیں ورنہ ہم اس قابل کہاں تھے؟ الحمد للہ عزوجل! جیسا کہ آپ نے درس کے آخر میں سنا کہ دعوتِ اسلامی کا ہفتہ وار اجتماع ہر جمعرات کو بعد نمازِ مغرب فیضانِ مدینہ' محلّہ سوداگران' پرانی سبزی منڈی میں شروع ہو جاتا ہے اور صبح اشراق وچاشت تک جاری رہتا ہے' الحمد للہ! اس اجتماع میں شرکت کی بڑی برکتیں ہیں مثلاً علمِ دین کی محفل میں شرکت کا ثواب ملتا ہے اور علمِ دین سیکھنے کی فضیلت کے بارے میں حدیث ہے کہ جو شخص علم سیکھنے کیلئے کسی راستہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستے پر چلا دیتا ہے' اس کے علاوہ ایک اور مقام پر مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو علم دین سیکھنے کیلئے اپنے گھر سے نکلتا ہے' فرشتے اس کے قدموں تلے اپنے پَر بچھا دیتے ہیں' اس کے علاوہ رو رو کر کی جانے والی اجتماعی دعا میں شرکت کا موقع بھی ملتا ہے' میری آپ سے گزارش ہے کہ اس جمعرات آپ بھی ہمارے ساتھ اجتماع میں شرکت فرمائیں۔

محمد قاسم: جناب! کیا کریں ہم تو دنیا کے دھندے میں پھنس کر رہ گئے ہیں، پیچھے دکان سنبھالنے والے کوئی نہیں، میرے لیے اجتماع میں جانا بہت مشکل ہے۔

محمد عمران عطاری: قاسم بھائی! مشکل ہے ناممکن تو نہیں، دیکھئے اگر ہمیں کہیں شادی یا کسی اور تقریب یا خدانخواستہ کسی فوتگی میں جانا پڑے تو ہم اپنی دکان وغیرہ کا کوئی نہ کوئی بندوبست کر ہی لیتے ہیں یا متبادل نہ ملنے کی صورت میں دکان بند بھی کر دیتے ہیں، اگر آپ تھوڑی سی کوشش کریں تو دکان کی کوئی ترکیب بنا کر اجتماع میں شرکت ممکن ہو سکتی ہے۔

محمد قاسم: واقعی! آپ کی بات سمجھ میں تو آتی ہے، میں جمعرات کو ضرور آپ کے ساتھ اجتماع میں جاؤں گا، چاہے مجھے دکان جلدی بند کرنی پڑے۔

محمد عمران عطاری: سبحان اللہ! مجھے آپ سے یہی اُمید تھی، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطاء فرمائے! پیارے بھائی! اس کے علاوہ بانئ دعوتِ اسلامی امیر اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی نے ہمیں اپنے شب و روز شریعت کے مطابق گزارنے کیلئے 72 مدنی انعامات عطاء فرمائے ہیں، (مدنی انعامات کا کارڈ دکھاتے ہوئے) یہ دیکھئے! یہ مدنی انعامات کا کارڈ ہے، ہمیں چاہیے کہ ان انعامات پر عمل کریں اور روزانہ فکر مدینہ یعنی اپنے محاسبے کے ذریعے کارڈ پُر کر کے ہر مدنی یعنی قمری ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے مدنی انعامات کے ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیں۔

محمد قاسم: (کارڈ دیکھتے ہوئے) اسلامی بھائی! یہ تو بڑی زبردست چیز ہے، یہ تو نیک بننے کا بہت آسان نسخہ ہے، میں آج ہی سے اس کارڈ کو پُر کرنا شروع کر دوں گا۔

محمد عمران عطاری: (کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہولے سے دباتے ہوئے) سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطاء فرمائے! اور اس کی برکتوں سے نوازے، آخر

میں ایک گزارش اور کرنا چاہوں گا۔

محمد قاسم: آپ حکم کریں جناب!

محمد عمران عطاری: الحمد للہ! دعوتِ اسلامی کے سنتوں کی تربیت کیلئے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار مدنی قافلے شہر بہ شہر، گاؤں بہ گاؤں سفر کرتے رہتے ہیں، آپ بھی راہِ خدا میں سفر کر کے اپنی آخرت کیلئے نیکیوں کا ذخیرہ اکٹھا کریں۔

محمد قاسم: ان شاء اللہ! ان شاء اللہ! میں ضرور ان قافلوں میں سفر کروں گا۔

محمد عمران عطاری: ماشاء اللہ! آپ نے میرا دل خوش کر دیا، ان شاء اللہ! دوبارہ پھر یہیں ملاقات ہوگی، السلام علیکم! (کہنے کے بعد الوداعی مصافحہ کرے اور معانقہ بھی کرے پھر کوئی مدنی تحفہ بھی دے دے)

محمد قاسم: وعلیکم السلام!

❁❁❁❁❁